اظہار الشین فی عبارات محمد حسین

المعروف بہ

قہرِ حق

بر

صاحبِ "ندائے حق"

حصہ اول

تألیف

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکتبہ امدادیہ ○ ڈیرہ اسمٰعیل خان

معرفت مسلم دندان ساز، کمشنری بازار ڈیرہ اسمٰعیل خان

سرورق ـــــ سید انور حسین شاہ نفیس رقم دامت برکاتہم

نام کتاب ـ اظہار الشین فی عبارات محمد حسین المعروف بہ
قہر حق بر صاحب ندائے حق

نام مؤلف ـ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

ناشر ـ مکتبہ امدادیہ معرفت مسلم ونڈانسانہ کمشنری بازار ڈیرہ اسماعیل خان

تعداد ـ گیارہ سو ۱۱۰۰

پریس ـ ناشق گبس پرنٹرز

بار اوّل صفر ۱۴۰۸ھ / اکتوبر ۱۹۸۷ء

قیمت ـ [illegible] روپے

ملنے کے پتے

۱ ـ ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم نندوگھنٹہ گھر گوجرانوالہ
۲ ـ مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ
۳ ـ مکتبہ حنفیہ گلی ڈاک خانہ والی اردو بازار گوجرانوالہ
۴ ـ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور
۵ ـ مکتبہ عثمانیہ ہرنولی ـ ضلع میانوالی

منکرِ حیات النبیؐ سے

از الحاج عبدالکریم صابرؔ ڈیرہ اسماعیلخان

اس منکرِ حیاتِ نبیؐ سے خطاب ہے — جس کا دماغ فتنہ کے باعث خراب ہے
شاہدِ حیاتِ پاک پہ حق کی کتاب ہے — لاتشعرون تیرے حسد کا جواب ہے

خوفِ خدا ہے تجھ کو نہ شرمِ رسولؐ ہے
اُمت تمام فتنے سے تیرے ملول ہے

ممکن نہیں حیات کا آئے تجھے شعور — یہ حق کا فیصلہ ہے نہ ہو حق سے اتنا دُور
اس پہ بھی تو نہ سمجھے کس کا ہے پھر قصور — ارشادِ حق کے سامنے باطل تیرا غرور

موضوعِ بحث تیرا حیات النبیؐ ہے آج
ظالم تیرے فساد سے ہر دِل دُکھی ہے آج

انکار اس سے ہوتا ہے قرآن سے تیرا — انکار ہے نبیؐ کے بھی فرمان سے تیرا
یہ کیسا رابطہ ہوا شیطان سے تیرا — ٹکرا رہا دماغ ہے ایمان سے تیرا

فتنے سے تیرے کون ہے دنیا میں بچ گیا
فتنے سے تیرے دنیا میں کہرام مچ گیا

کیوں فتنہ عظیم اُٹھایا ہے بے سبب — ہے مسئلہ حیات النبیؐ لب پہ روز و شب
گھیرے ہوئے ہے کیوں نہ تجھے اللہ کا غضب — اپنی زباں کو تھام نہ اتنا ہو بے ادب

بغضِ نبیؐ کو قلب سیہ سے نکال تو
اس بات کو نہ حد سے زیادہ اچھال تو

ہے بارگاہ ختمِ رسلؐ سید الانام — کرتے ہیں جس کا جھک کے ملائک بھی احترام
واللہ وہ حیات ہیں سنتے ہیں وہ سلام — کٹ جائے یہ زباں تیری اپنی زباں کو تھام

شرمندۂ دو جہاں میں تو روسیاہ ہو
تو بھی تباہ فتنہ بھی تیرا تباہ ہو

ہرگز خزاں نہ آئے گی رحمت کے باغ میں ہرگز کمی نہ آئے گی روشن چراغ میں
ہرگز نہیں تمیز تجھے ہنس و زاغ میں گوبر بھرا ہوا ہے تمہارے دماغ میں

موضوعِ بحث ذات گرامی ہی رہ گیا
ایمان تیرا کونسی ندی میں بہہ گیا

خوشخبری

مسئلہ رفع الیدین پر اٹھارہ صد ۱۸۰۰ انعام یافتہ تحریری مناظرہ حصہ اوّل عنقریب طبع ہو کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت قیمتی سرمایہ ہے۔

نوٹ: ۔ مسودہ لکھتے وقت ابواب میں ترتیب نہ تھی۔ ترتیب بعد میں قائم کی گئی ہے۔ اس لئے اگر کسی باب میں یہ لکھ دیا جائے۔ کہ یہ بات آرہی ہے اور وہ گذر چکی ہو تو اصل مسودہ کا لحاظ رکھا جائے۔

فہرست مضامین

مقدمۃ الکتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

القرآن الحکیم پ ۲۲

ترجمہ! بے شک خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں
مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو

برادرانِ اسلام! یہ آیت راقم الحروف نے بطور تبرک کے ذکر کر دی ہے۔ اس کی تشریح اور پوری تفصیل تو انشاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں آئے گی۔ البتہ ایک حوالہ یہاں بھی ذکر کر دیا جائے۔ تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ایک راہنما حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں۔ تو ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اُمت کی طرف سے فرستادہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے اگر نہ پہنچتا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا امر کیوں فرماتے اور ایمان کے لئے اتنا کافی ہے کہ یقین محکم ہو کہ پہنچتا ہے آگے اس کی کیفیت کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اگر ہمارے فہم اس کیفیت کے پانے سے قاصر ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ (تسکین القلوب ص ۱۰۵) مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر قاضی صاحب اسی بات پر قائم رہتے اور اس کی تشریح نہ کرتے تو کیا ہی بہتر تھا۔

قارئین کرام! ہماری گفتگو کا رُخ چونکہ نیلوی صاحب کی طرف ہے اس لئے چند باتوں کا عرض کرنا ضروری ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے مشترکہ

کارروائی کے ذریعہ شفاء الصدور کو طبع کرایا۔ شفاء الصدور نیلوی صاحب نے عربی میں لکھی تو اس کا ترجمہ مدرسہ ضیاء العلوم سرگودہا کے مہتمم مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی نے اردو میں کیا۔ یہ ۱۹۶۸ء میں طبع ہو چکی تھی۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید میں شفاء الصدور کتاب لکھی تھی۔ پھر امید کے بالکل برعکس بریلوی چپ ساد ہو گئے۔ مگر دیوبند دار العلوم کے فارغ جو قبل ازیں رد بریلویت میں تسلی بخش کام کرتے رہے ہیں۔ یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب نے شفاء الصدور کی تردید میں تسکین الصدور لکھی۔ پھر ندائے حق میں حق واضح کیا گیا۔ چاہیئے تھا کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے مگر سماع الموتیٰ و طبع جدید تسکین الصدور لکھ کر بریلویت کے خشک درخت کو پانی دے دیا جس سے وہ ہرا ہو کر خوب برگ و بار نکالنے لگ گیا ہے۔ احقاق حق کے لئے دوبارہ ندائے حق لکھی جس میں مولانا کے سارے طلسم سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ (ندائے حق جزء اول دیو مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۱۹ ر رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

نیلوی صاحب کی غلط بیانی

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید کے لئے شفاء الصدور لکھی تھی درست نہیں۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب نے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو اپنا ہم نوا بنایا ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ سوم سے بہ حوالہ نقل کیا ہے۔ اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے (شفاء الصدور مترجم طبع اول ص۶۲) پھر شفاء الصدور کے ص۷ میں ع ۸۰ پر احمد رضا خاں بریلوی کا نام شمار کیا۔ عدم سماع موتیٰ کے قائلین میں معلوم ہوا مشن و عقیدہ ایک ہے۔ اس لئے دونوں حضرات کو دیوبندیوں سے نفرت ہے۔ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند رحمہم اللہ پر الزام لگایا تھا۔ کہ وہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل نہیں ہیں جس کے جواب میں علماء دیوبند رح کی طرف سے المہند علی المفند لکھی گئی دیکھیئے (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء ص۲۲) علماء دیوبند نے اس الزام میں خانصاحب بریلوی کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا۔ مگر نیلوی صاحب کی جماعت

اپنے آقا احمد رضا خاں بریلوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے المهند علی المفند کو نا قابل اعتبار ٹھہرا رہے ہیں۔ چونکہ مشن ایک ہے۔ علماء دیوبند رح کی توہین کرنا اسی طرح نیلوی صاحب نے شفاء الصدور ص۱۰۶ میں حدیث مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ کی تردید کی ہے اس لئے کہ بریلوی اس کو نہیں مانتے (اس کی مزید تشریح باب الحیایات میں آرہی ہے)

لطیفہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں۔ (جب قرآن وحدیث سے دلیل نہ ملی) تو پھر ابو حنیفہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو اندر سے جواب آیا۔ کہ لعنت ہو اس پر جو یہ عقیدہ رکھے کہ مُردے سُنتے ہیں۔ (شفاء الصدور طبع اوّل ص۱۰۶) معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رح سُننے تھے تو اندر سے جواب آیا۔ اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ بندیالوی صاحب کون ہیں۔ نیلوی صاحب ناراض ہیں حضرت صفدر صاحب دامت برکاتہم پر لیکن خود جمیعۃ اشاعۃ التوحید والسُنۃ کے ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی ۱۹۶۸ء نے اس پر کیا تبصرہ کیا ہے۔ اس کو بھی ذرا غور سے پڑھ لیں۔ اس لئے مکمل تبصرہ کی فوٹو کاپی از ص۳۳ تا ص۳۸ لگائی جاتی ہے۔ اس کو پڑھ کر پھر قارئین کرام اس تقریظ کو بھی پڑھ لیں جو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے شفاء الصدور پر لکھی ہے۔ جس میں نیلوی صاحب کو انصاف وتحقیق سے دلائل بیان کرنیوالا لکھا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ضد وہٹ دھرمی کا خدا ستیاناس کرے۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کو تباہ کر دیتا ہے

مترجم شفاء الصدور کی امانت و دیانت ملاحظہ ہو

نیلوی صاحب کے متعلق مزید حقائق قارئین کی خدمت میں پیش ہوں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔ لیکن مترجم شفاء الصدور مولانا محمد امیر بندیالوی کی چند خیانتیں۔ جہالتیں ملاحظہ ہوں

۱۔ نیلوی صاحب نے قلیب بدر کی روایت کا یہ جواب لکھا۔ قلنا غیر ثابت فانه لما بلغ هذا الحديث عائشة رض قالت كذبتم على رسول الله صلى الله عليه وسلم مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ نیلوی صاحب نے ندائے حق جلد ثانی ص۱۵۹ میں یوں کیا ہے۔ یعنی جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رض کو۔

تعارف کتب

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں ـــــ ادارہ

شفاء الصدور مؤلف مولانا محمد حسین نیلوی، صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم، سرگودھا۔ مترجم مولانا محمد امیر بندیالی مہتمم مدرسہ مذکور، کاغذ سفید، کتابت و طباعت گوارا، ضخامت ۲۰×۸/۲۶ سائز کے ۱۴۴ صفحات، قیمت دو روپے پچاس پیسے۔ ملنے کا پتہ:- مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۰، سرگودھا۔

کتاب کا پورا نام یہ ہے۔ "شفاء الصدور فی تحقیق عدم سماع من فی القبور" نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سماع موتیٰ کی نفی پر لکھی گئی ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ اصل کتاب پر تبصرہ کرنے سے پہلے نفس موضوع کے بارے میں چند معروضات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ مسئلہ سماع موتیٰ اسلام کے ان اعتقادیات میں سے نہیں ہے جن کے اثبات یا انکار پر کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کیا جاتا ہے یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔

۲۔ جہاں تک راقم کے علم و مطالعہ کی رسائی ہے، ابتدائی صدیوں میں، مسئلہ سماعِ موتیٰ کی اختلافی حیثیت نمایاں نظر نہیں آتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اس مسئلہ سے متعلق صرف ایک علمی گفتگو کا سراغ ملتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے قلیب بدر والی حدیث بیان کی گئی جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کے جواب میں ارشاد فرمایا "میں جو کچھ ان مردوں سے کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے ہو۔" حضرت صدیقہؓ نے یہ حدیث سن کر فرمایا اس حدیث میں سماع سے مراد علم ہے یعنی حضور علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ مرنے کے بعد مشرکین کو میری سچائی کا حق الیقین حاصل ہو چکا ہے اور اب میرے قول کی سچائی کا علم تمہیں ان سے زیادہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ کے سامنے جس صحابیؓ نے یہ حدیث ذکر کی تھی اس سے اس کا مقصد سماع موتیٰ کا

اثبات نہ تھا، بلکہ محض غزوۂ بدر کا ایک واقعہ بیان کرنا مقصود تھا اگر ان کا یہ مقصد ہوتا تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ حضرت عائشہ رضؓ کے جواب میں وہ حدیثیں پیش کرتے جن سے متاخرین نے سماع موتیٰ کے اثبات پر استدلال کیا ہے مثلاً "قرع نعال" والی حدیث جو صحیحین میں موجود ہے۔

ایک دوسرے صحابی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بھی قلیب بدر والی حدیث میں تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے قلیب بدر میں پڑے مُردوں میں حیات پیدا کر دی یہاں تک کہ ان کو حضور علیہ السلام کی باتیں سنوا دیں اس کے بعد اس مسئلہ پر پوری خاموشی نظر آتی ہے یہاں تک کہ مسئلہ عذاب قبر پر کلامی بحث کا آغاز ہوا اور کتاب الایمان کی فقہی جزئیات زیر بحث آئیں۔

دیگر فروعی اختلافات کی طرح مسئلہ سماع موتیٰ بھی افراط و تفریط کا نشانہ بن چکا ہے۔ منکرین سماع نے ہر ثابت شدہ جزئی کا انکار کر دیا اور مثبتین سماع نے سماع کو قاعدہ کلیہ بنا کر ہر حال میں سماع کا دعویٰ کر دیا اور پھر اس سے تجاوز کر کے استشفاع اور استغاثہ کے جواز کا بھی فتویٰ دے دیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس مسئلہ میں اصل تو عدم سماع ہے یعنی مُردے نہیں سنتے جیسا کہ قرآن مجید کی تین آیتوں میں اس کی تقریباً صراحت ہے یہ تین آیتیں کتاب زیر تبصرہ کے پہلے باب میں نمبر ۲، ۳ اور ۴ کے تحت درج ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں سے بھی یہ حقیقت ثابت اور مؤید ہے۔ عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ سماع حیات پر مترتب ہوتا ہے اور حیات کا قیام روح سے ہے لیکن میت سے روح خارج ہو جاتی ہے اور پھر بدن سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے "آب حیات" میں شہداء کے بارے میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

اہل تحقیق نے کتاب و سنت کی تصریحات سے یہی سمجھا ہے۔ کہ اصل عدم سماع ہی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۲۰۲ پر محدث ابن التین کا قول نقل کرتے ہیں :-

الموتیٰ لا یسمعون بلا شک — اس میں کوئی شک نہیں کہ مردے نہیں سنتے

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں :-

المیت لیس من شانہ السماع ولا یتحقق منہ السماع الا معجزۃ کسماع اھل القلیب (روح المعانی ج ۷ ص ۲۶) — میت کا کام سننا نہیں اور نہ اس کا سننا ممکن ہی ہے مگر بصورت معجزہ جیسا کہ قلیب بدر کے مردوں نے بطور معجزہ سُن لیا تھا۔

مولانا بشیر الدین قنوجی تفہیم المسائل (ص ۸۵) میں لکھتے ہیں :-

مذہب ہمہ فقہاء انکار سماعِ موتی است و از اکثر کتب فقہ نیز مستفاد است کہ عدمِ سماعِ موتی قول متفق علیہ است۔

تمام فقہاء کا مسلک یہی کہ مردے نہیں سنتے اور اکثر کتب فقہ سے بھی مستفاد ہے کہ عدم سماع موتی متفق علیہ قول ہے۔

قدوۃ المحدثین شیخ الشیوخ حضرت امام انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :-

ان الضابطۃ انما ھو عدم السماع لکن المستثنیات فی ھذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۹)

ضابطہ اور اصل تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے، لیکن اس ضابطے سے بہت سی جزئیات مستثنیٰ ہیں۔

تفصیل بالا سے معلوم ہو گیا کہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن بہت سی جزئیات اس ضابطے سے مستثنیٰ بھی ہیں جیسا کہ متعدد جزئیات صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اصل ضابطہ عدم سماع اپنی جگہ قائم رہے گا اور جن جزئیات میں صحیح حدیثوں سے سماعِ موتی ثابت ہے وہ ان ہی جزئیات میں محصور رہے گا اور ان جزئیات پر قیاس کر کے تمام احوال میں سماعِ موتی ثابت نہیں کیا جائے گا کیونکہ جن جزئیات میں سماع ثابت ہے وہ خود خلافِ عقل و قیاس اور اسباب عادیہ سے ماوراء ہیں۔ لہٰذا ان پر قیاس جائز نہیں

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں :-

ان السماع مطلقا وکذا سائر الاحساسات لیس الا تابعا للمشیئۃ فماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن فیقتصر علی القول بسماع ما ورد السمع بسماعہ من السلام ونحوہ وھذا الوجہ الذی یترجح عندی۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۸)

مطلق سماع موتی اور اسی طرح دوسرے احساسات اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہیں جہاں اللہ چاہے ثابت ہوں گے جہاں نہ چاہے معدوم ہوں گے۔ اسے صرف اسی جگہ سماع تسلیم کیا جائے گا جہاں کتاب و سنت میں سماع ثابت ہے مثلاً زائر کے سلام کا سننا وغیرہ۔ میرے نزدیک یہی راجح ہے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی "سورۂ روم کی آیت فانک لاتسمع الموتی پر لکھتے ہیں :-

"یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو، کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے، البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے

ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سن لے، اس کا انکار کوئی
مومن نہیں کر سکتا اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سُننا
ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماعِ موتیٰ کا قائل ہونا چاہیئے محض قیاس
کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے " الخ

میرے خیال میں مسئلہ سماعِ موتیٰ کا یہ نہایت ہی موزوں کتاب وسنت کے عین مطابق اور منصفانہ حل ہے اس کے بعد اس مسئلہ میں نزاع واختلاف ختم ہو جاتا ہے اصل ضابطہ عدم سماع کو قرار دیا جائے اور صحیح حدیثوں سے جن مواقع اور جزئیات میں سماعِ موتیٰ ثابت ہے اسے ان مواقع وجزئیات کے ساتھ مختص مانا جائے اور ان پر قیاس کرکے دیگر احوال میں سماعِ موتیٰ ثابت نہ کیا جائے اس طرح نصوص کتاب وسنت کے درمیان کوئی منافات باقی نہ رہے گی۔ کتاب وسنت میں جہاں سماعِ موتیٰ کی نفی ہے وہاں اصل ضابطہ مذکور ہے اور جن نصوص سے سماع کا ثبوت ملتا ہے ان میں مستثنیات کا ذکر ہے۔ ھٰذا واللّٰہ ولی التوفیق وھو یھدی الی طریق الصواب۔

اس طویل سمع خراشی کے بعد اب کتاب زیر تبصرہ کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔ کتاب ایک مقدمہ، پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں چند اصولی قواعد مذکور ہیں باب اوّل میں دس آیتیں درج ہیں جن سے مصنف نے سماعِ موتیٰ کی نفی پر استدلال کیا ہے، ان گیارہ آیتوں میں سے تین آیتوں (۲، ۴، ۶) سے سماع کی نفی صراحۃً ثابت ہے۔ باقی آیتوں کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ مفسرین کے نقل کردہ اقوال سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نفی سماع کو ان آیتوں کے عموم میں شامل کیا ہے۔

دوسرے باب میں وہ حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف کے نزدیک نفی سماعِ موتیٰ پر دلیل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان چودہ حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعوے کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماعِ موتیٰ کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بعض جگہوں میں تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً حدیث پنجم کے تحت لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے دفن کے وقت صحابہؓ میں اختلاف ہو گیا کہ آپ کی قبر میں لحد بنائی جائے یا شق تو اگر سماعِ موتیٰ حق ہوتا تو صحابہؓ کو چاہیئے تھا کہ وہ حضور علیہ السلام

کی میت سے پوچھ لیتے اور چاہیے تھا کہ آپ معجزۃً ان کا کلام سن لیتے اور ان کو جواب دیتے اور پھر صحابہ رض
بھی بطور کرامت آپ کا جواب سن لیتے گویا معجزہ اور کرامت جناب مصنف کے "چاہیے تھا" کے غلام
ہیں جب چاہیں ان سے کام نکال لیں۔

اسی قسم کے ایک اور سطحی استدلال کی مثال ملاحظہ ہو۔ چودھویں حدیث کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے
بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کی شفارش کرتا تو میں ان کو
آزاد کر دیتا۔ اس کے تحت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام سماع موتیٰ کے قائل ہوتے تو آپ مطعم بن
عدی کی قبر پر جا کر ان قیدیوں کے بارے میں اس سے پوچھتے اور اس سے پوچھے بغیر قیدیوں کو قتل نہ کرتے۔
لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس سے ثابت ہوگیا کہ مُردے نہیں سنتے۔ مارو گھٹنہ پھوٹے آنکھ ایسے موقوں
پر بولا جاتا ہے۔ نیز مصنف نے نہ معلوم یہ کہاں پڑھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا
تھا۔ یہ ایک معروف تاریخی حقیقت ہے جسے ہر طالب علم بھی جانتا ہے کہ اساری بدر کو قتل نہیں کیا گیا تھا
بلکہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

تیسرے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین،
متکلمین و مفسرین اور علماء محققین کے آثار و اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ جو سماع موتیٰ کی نفی پر صراحۃً
دلالت کرتے ہیں۔

چوتھے باب میں قائلین سماع موتیٰ کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا، تیسرا اور چوتھا باب
نہایت جاندار اور پرمغز ہیں۔ مصنف نے بڑی محنت، کاوش اور دیدہ ریزی سے ان ابواب میں بصیرت افروز
مواد بہم پہنچایا ہے۔ علماء و طلباء کو تلاش و جستجو کی صعوبت سے سبکدوش کر دیا ہے۔
دوسرے باب میں ان فرق باطلہ کا ذکر ہے جو مُردوں کیلئے تمام حواس کے قیام کے قائل ہیں اہلسنت میں سے جو لوگ سماع موتیٰ
کے قائل ہیں ان کے دلائل کا ان باطل فرقوں کے عقیدۂ سماع میں کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا
فرق ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی نام نہاد سنی حد سے تجاوز کر کے ان باطل پرستوں سے بھی آگے
بڑھ جائے وہ تو ان ہی میں کا ہوگا۔ اس لئے بغیر کسی تمہید اور وضاحتی نوٹ کے کتاب میں اس
باب کو شامل کرنا اہلسنت کے ایک فریق کی حق تلفی ہے۔

خاتمہ میں مُردوں اور زندوں کے درمیان چوالیس امور میں فرق ذکر کیا گیا ہے۔ مُردوں اور زندوں

کے درمیان مصنف نے جو وجوہ فرق بیان کئے ہیں ان کے مطالعہ سے قارئین کے معلومات میں ضرور اضافہ ہوگا لیکن متنازع فیہ مسئلہ سے ان کا کیا تعلق ہے ؟ ان وجوہ فرق کا سماع موتیٰ پر کوئی اثر نہیں ؟ کیونکہ یہ فروق اسباب عادیہ یا علل شرعیہ پر مبنی ہیں اور ان کا تعلق فقہی مسائل اور دنیوی معاملات سے ہے لیکن سماع موتیٰ ایک خالص برزخی معاملہ ہے اور اسباب عادیہ اور علل ظاہرہ کے خلاف ہے لیکن اپنے مواقع میں خبر صادق سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان وجوہ فرق کو جاننے اور ماننے کے باوجود منکرین سماع بھی فی الجملہ (یعنی جہاں کتاب وسنت سے ثابت ہو) سماع کے قائل ہیں۔

انکار سماع پر جس قدر دلائل اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں' یقیناً وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے۔ لیکن افسوس کہ مسئلہ خالص علمی ہونے کے باوجود کتاب پر تحقیق کے بجائے ایک غلو سا سایہ فگن نظر آتا ہے۔ اگر اس کتاب کو تحقیق کے انداز پر مرتب کیا جاتا تو اس کا مواد[1] پارے کا سونا تھا۔

راقم کا خیال ہے کہ اس قسم کے فروعی مسائل میں غلط اور ضرورت سے زیادہ موشگافیاں انتراق و انتشار کا باعث ہیں ایسے خالص علمی مسائل علمی سطح پر ہی رہنے چاہئیں ان کو عوامی سطح پر لانے میں سراسر نقصان ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس بارے میں ہماری صحیح راہنمائی کرتا ہے فرماتے ہیں:۔

> "اگر اس زمانہ میں اس امکانِ استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس
> غل سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں' البتہ قوتِ مضامین شرکیہ کا گمان غالب
> ہے۔ اس لئے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقۂ مسنونہ' زیارت قبور
> تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کوئی اطلاع نہ ہونے دے ورنہ اس
> علم امکانی سے ترقی مدارج تو معلوم' کیونکہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں۔
> البتہ مواخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔"
>
> (جمال قاسمی ص ۱۱)

☆

سجاد بخاری

[1] اس سے اول، سوم اور چہارم ابواب مراد ہیں۔

بدر کے مُردوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمکلام ہونے کی حدیث پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا کہ لوگو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے اور آپ پر اتہام (تہمت) لگاتے ہو الخ۔ نیلوی صاحب نے مودودی صاحب کی طرح یہ حوالہ نقل کر کے اور اُس کا ترجمہ کر کے صحابہ رضؓ کو معاذ اللہ جہنمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ ہم تو اس کے جواب میں بمطابق حدیث شریف یہی کہیں گے (لعنۃ اللہ علی شرکم) اس حوالہ کی مزید تحقیق باب الکذبات (نیلوی صاحب کے جھوٹ) میں آرہی ہے۔

۲۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ثم یقال لہ نم فیقول ارجع (ای ارید الرجوع) الی اھلی فاخبرھم (بأنّ حالی طیب) (شفاء الصدور ص ۲۴) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ مردہ کو قبر میں کہا جاتا ہے سو جا پس وہ کہتا ہے کہ میں ارادہ کرتا ہوں۔ لوٹنے کا گھر والوں کی طرف تاکہ ان کو بتاؤں کہ میرا اچھا حال ہے مترجم خائن نے یہ ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس میں میت کی حیات وسماع کا واضح ثبوت تھا۔

۳۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علمان مسئلۃ سماع الموتیٰ واجابتھم ومعرفتھم منختلق للملحدین (شفاء الصدور ص ۲۵) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی ادھورا کیا ہے۔ اصل ترجمہ یوں ہے۔ معلوم ہو اکر سماع موتیٰ کا مسئلہ اور موتیٰ کا جواب دینا اور پہنچاننا بے دینوں کا گھڑا ہوا ہے۔ گویا نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتیٰ کے قائلین بے دین ہیں۔ (معاذ اللہ) جب کہ نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعی وامام احمدؒ وامام ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ وغیرہم سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ حوالہ اپنے مقام پر آرہا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن وغیرہ میں سماع موتیٰ کو صحابہؓ کے درمیان اختلافی کہا گیا ہے۔ تو نیلوی صاحب کے تیر کا نشانہ کون بنے گا (انا للہ وانا الیہ راجعون) ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

۴۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں (والکفار کالموتیٰ لا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاء الصدور ص ۱۲) مترجم صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اور کفار موتیٰ کی طرح نہیں۔ کہ پیغمبر کی بات نہیں سنتے۔ مترجم صاحب نے الٹا ترجمہ کر دیا ہے ؎

ہم الٹے بات الٹی یار الٹے　　یہ الٹی ہی گنگا عجب چل رہی ہے

۵ - نیلوی صاحب لکھتے وعدم توریث الانبیاء لحدیث صحیح مشہور یجوز به الزیادۃ علی کتاب اللہ (شفاء الصدور ص۱۱۹) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

قارئین کرام! ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت کا تقسیم نہ کرنا مشہور صحیح حدیث کی بناء پر ہے جس کی وجہ سے کتاب اللہ پر زیادۃ کرنا جائز ہے

۶ - نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ قال المولی ظہیر الدین والسوال لکل ذی روح حتی ان الرضیع یسئال ویلقنہ الملک اویلھمہ اللہ (خلاصہ ص۲۲۶ ج ا (شفاء الصدور ص۴۵) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہے مترجم صاحب کی دیانت۔

قارئین کرام! اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ علامہ ظہیر الدین رح فرماتے ہیں۔ کہ (قبر میں) سوال ہر ذی رُوح کے لئے ہے حتّٰی کہ دودھ پینے والا بچہ بھی سوال کیا جائے گا اور فرشتہ اس کو جواب القا کرے گا یا خود اللہ　　تبارک و تعالیٰ اس کو الہام کریں گے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۶ ج ا) چونکہ یہ حوالہ مترجم صاحب کے مذہب کے خلاف تھا۔ اس لئے ترجمہ کرنے سے گریز کر کے اپنے خائن ہونے کا ثبوت دیا ہے

۷ - نیلوی صاحب لکھتے ہیں قلت غیر صحیح وان صحّحہ عبدالحق شفاء الصدور ص۲۴ اس کا ترجمہ بھی مترجم نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔

قارئین حضرات! ترجمہ ملاحظہ کریں۔ میں نیلوی کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اگرچہ عبدالحق محدث رح نے اس کو صحیح قرار دیا ہے

۸ - مترجم صاحب ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ہاتھ بھی باہر نکال سکتا ہے۔ مصافحہ بھی کر سکتا ہے (شفاء الصدور ص۲۳) حالانکہ اصل عربی کے الفاظ جو نیلوی صاحب نے لکھے ہیں۔ ان میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں۔ جن کا مترجم صاحب نے ترجمہ کیا ہو۔ یہ عجیب مترجم ہے ۔

گر ہمیں ملا و ہمیں مکتب کار طفلاں تمام خواہد بود

۹ ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ عن محمد بن باقرؒ الخ شفاء الصدور ص ۵۹ مترجم صاحب لکھتے ہیں ۔ محمد بن باقر سے روایت ہے ۔ اور حاشیہ پر سُرخی ہے ۔ مذہب محمد بن باقر قارئین کرام ! نیلوی اور مترجم صاحب کو اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا ۔ کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں ۔ محمد بن باقر کون ہے ۔ نیلوی صاحب کو چاہئیے کہ اس کی وضاحت کریں ۔

قارئین کرام ! راقم الحروف تو امام محمد باقرؒ کو جانتا ہے جو کہ امام جعفر صادق رح کے والد محترم تھے یہ محمد بن باقر کون ہے ۔ اس کی وضاحت نیلوی صاحب کریں گے ۔ خیر سے نیلوی صاحب کا تب بھی خود ہیں ۔ بہت خوب

۱۰ ۔ ف الفتح سے مراد فتح القدیر ہے ۔ مگر مترجم نے فتح الباری مراد لی ہے (شفاء ص ۴۸)

۱۱ ۔ نیلوی صاحب شفاء الصدور ص ۹۲ میں لکھتے ہیں ۔

اخبرنی محمد امیر قال قال مجدد المائۃ الحاضرۃ حامی الکتاب والسنّۃ ماحی الشرک والبدعۃ المولیٰ الشیخ حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن فاذا قال المؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم امرنا ان یقول کل من سمع النداء منا " صدقت وبررت وبالحق نطقت

(کما فی المرقاۃ لعلی القاری ص ۱۶۰ ج ۲)

مترجم صاحب نے اس ساری لمبی عبارت کا صرف یہ ترجمہ کیا ہے ملاحظہ ہو ۔ مؤذن کے جواب میں صدقت و بررت بالحق نطقت حدیثوں میں آیا ہے ۔ قارئین کرام ۔ اصل عبارت کا ترجمہ یوں ہے ۔ مجھے محمد امیر نے بتایا کہ اس صدی کے مجدد ۔ کتاب و سُنّت کے حامی ۔ شرک و بدعت کے ماحی حضرت مولانا حسین علی صاحب رح نے فرمایا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تم اذان سنو پس کہو جواب میں جس طرح مؤذن کہتا ہے ۔ پس جب مؤذن الصلوٰۃ

من النوّم کہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا۔ کہ ہر شخص اذان سُننے والا اس جملہ کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہے (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ صفحہ ۱۶۰/۲ میں ہے۔

یہ ہے لمبی عبارت کا ترجمہ جس کو مترجم نے صاحب نے چند ہی الفاظ میں ادا کر کے حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مؤذن کا جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہا کرو۔ کیونکہ کسی حدیث میں جو باسند ہو ایسی عبارت نہیں ملتی۔ ملا علی قاری نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۰ ج ۲ میں مؤذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہنا لکھا ہے لیکن اس کی نسبت صراحۃً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی۔ بلکہ موضوعات کبیر صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے) صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام بہت سے لوگ صبح کی اذان کے وقت مؤذن کے قول الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے اصل ہے۔ اور اسی طرح ان عام لوگوں کا مؤذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہنا بھی بے اصل ہے۔ شوافع حضرات نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور علامہ دمیریؒ نے فرمایا۔ کہ ابن الرفعہ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس میں حدیث وارد ہوئی ہے حالانکہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ کسی محدث نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب کا یہ بے مبلغ علم۔ اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحؒ کو بھی اس میں ملوث کر دیا۔ اگر بالفرض مولانا حسین علی صاحبؒ کہہ بھی دیں کہ یہ حدیث میں آتا ہے۔ تو کیا ان کے کہہ دینے سے یہ حدیث بن جائے گی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) کیا مولانا حسین علی صاحب ان کے نزدیک صحابی ہیں (معاذ اللہ)

؎ جو بے عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں محدث بخاران کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

بندیالوی صاحب کے جھوٹ ملاحظہ ہوں

جھوٹ نمبر ۱ - بندیالوی صاحب الاقوال المرضیہ ص ۵۸ میں لکھتے ہیں۔ وفی جامع الصغیر للامام محمدؒ وکذا الکلام لان معناہ الافہام والموت ینافیہ لقولہ تعالیٰ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ

الجواب بندیالوی صاحب نے یہ خالص جھوٹ بولا ہے۔ امام محمدؒ کی جامع الصغیر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ ع دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۲ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم نے ابتداء اسلام میں زیارۃ القبور سے مطلقاً مرد وعورت کو منع فرمادیا تھا۔ جب بعد میں صحابہؓ کو پورا پورا مسئلہ سمجھا دیا۔ اور ان کے ذہن میں توحید وسنّت راسخ ہو چکی اور بدعات کی تعریف سے بھی واقف ہو چکے تو پھر مردوں کو اجازت فرمادی۔ لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرمادیا۔ (الاقوال المرضیہ ص ۷۵)

الجواب بندیالوی صاحب نے خالص کذب بیانی کی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرمادیا۔ ایسی کوئی حدیث موجود نہیں بلکہ رخصت کی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

حدیث ۱ عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ ایک دن قبرستان سے واپس ہوئی تو میں نے عرض کیا۔ اے ام المومنین کہاں سے آئی ہو۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر سے پس میں نے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں منع کیا تھا۔ پھر بعد میں زیارت کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مستدرک ص ۳۷۶ ج ۱ سکت عنہ الحاکم وقال الذہبی صحیح)

حدیث ۲ یہ بھی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے کی رخصت دی تھی۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۲ باب ما جاء فی زیارۃ القبور)

حدیث ۳

صحیح مسلم ج۱ ص۳۱۳ تا ص۳۱۴ میں ایک واقعہ ہے جس میں حضرت عائشہؓ کا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جانے کا ذکر ہے۔ فلہذا رخصت عورتوں کے لئے بلاشبہ ثابت ہے اور رخصت کے بعد کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عورتیں قبرستان نہ جایا کریں۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ مع ان ذھابھا فی البقیع ثابت لا ینکر (الکوکب الدری ص۳۲۲ ج۱) اس کے باوجود حضرت عائشہ کا جنت البقیع جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ بندیالوی صاحب اور مولوی احمد رضا خان بریلوی کا مشن ایک ہے اس لئے دونوں عورتوں کو قبرستان کی زیارت کرنے سے روکنے میں سختی کرتے ہیں۔ ورنہ تو شرک کرنا جس طرح عورتوں کے لئے حرام ہے مردوں کے لئے بھی حرام ہے۔ لیکن زیارت منع نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۳

بندیالوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں اور اسی خطرہ کی بناء سے فرمایا تھا کہ اللّٰھم لا تجعل قبری عیداً (الاقوال المرضیہ ص۵) (ترجمہ) اے اللہ میری قبر کو عید نہ بنانا

الجواب

یہ بھی بندیالوی صاحب کا جھوٹ ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ حدیث مروی نہیں ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کیا ہو کہ اے اللہ تعالیٰ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ بندیالوی صاحب نے نبی اکرم علی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے **نوٹ**: ۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے اپنی امت کو فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا

اکابر ائمہ مفسرین علماء سوء ہیں معاذاللہ

بندیالوی صاحب آیت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ (الآیۃ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور نہ اس آیت میں اصنام مراد ہو سکتے ہیں جیسے کہ بعض علماء سوء کہتے ہیں کہ یہاں دُون سے مراد بُت ہیں (دعوۃ الحق ص۸۹)

الجواب

بہت سے اکابر مفسرین یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حوالہ ۱ (اَمْوَاتٌ) اصنام اموات (تفسیر ابن عباس) حوالہ ۲ تفسیر جلالین ص۲۱۶ میں ہے وھم

الاصنام حوالہ ۳ ۔ تفسیر خازن صہ ۱۱ ج ۳ میں بھی اصنام (بتوں) سے تفسیر کی گئی ہے حوالہ ۴ تفسیر ابن کثیر صہ ۱۲۲ ج ۱ (بحوالہ ندائے حق طبع اوّل صہ ۲۲۳ و صہ ۳۱۲ و ندائے حق جزء اولی صہ ۱۵ وشفاء الصدور صہ ۱۷ طبع دوم حوالہ ۵ تفسیر قرطبی صہ ۹۴ ج ۱۰ میں ہے یعنی الاصنام حوالہ ۶ تفسیر ابن کثیر صہ ۵۶۵ ج ۲ حوالہ ۷ تفسیر کبیر میں بھی بت مراد لئے گئے ہیں ۔

قارئین کرام ! جوش جنوں میں آکر یہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں اور کسی کی پرواہ نہیں کی جاتی ۔

جوش جنوں میں کچھ نظر آتا نہیں اسد صحراء ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے

نیلوی صاحب نے عجیب کام کیا ہے

مقدمۃ الکتاب ندائے حق طبع اول کے ساتھ جو بندیالوی صاحب کا تھا۔ اب ندائے حق طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس کو کاٹ دیا ہے ۔ اسی طرح شفاء الصدور طبع اول عربی کا ترجمہ جو بندیالوی صاحب نے کیا تھا ۔ اب طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس ترجمہ کو کاٹ دیا ہے ۔ تفصیلات نیلوی صاحب سے پوچھی جائیں ۔ بہر حال قارئین کرام نے بندیالوی صاحب کی دیانت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا ہوگا ۔ فلہٰذا ایسے لوگوں کی بات ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے ۔

ع اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں

باب التشکر

(نیلوی صاحب کی یاد آوری کا شکریہ)

قارئین کرام نیلوی صاحب نے راقم الحروف کو ندائے حق طبع دوم میں کئی مقامات پر یاد فرمایا ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے بھی نیلوی صاحب کو یاد کیا ہے۔ کیونکہ مشہور مقولہ ہے "یاد کیسا تھ یاد ہوتی ہے" ؎

آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں ۔۔۔ بھولے سے اس نے یاد کیا ہو گا کچھ عجب نہیں

نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح کے چند حوالے ندائے حق جزء ثانی ص ۵۴ میں ذکر کئے ہیں۔ گو یا یہ ص ۵۴ نور الصباح کی عبارات سے لبریز ہے اور ص ۵۵ کا کچھ حصہ بھی نور الصباح کی عبارت پر مشتمل ہے اور اس صفحہ کے آخر میں نیلوی صاحب نے ایک استفسار بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیا صفدر | **کیا صفدر صاحب اور ان کے شاگرد کا علم کلی ہے**

اور ان کے شاگرد کے پاس علوم دینیہ کے بارے علم محیط کلی ہے جس کے بل بوتے پر آپ کی تنقید سے کوئی بڑے سے بڑا عالم، نقاد بچ نہیں سکا چنانچہ امام بخاری و ابن تیمیہ و ابن قیمؒ و ابن حجر و [illegible] پر دل کھول کر خنجر قلم چلایا

جیسے استاد مودودی پر تنقید برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اگرچہ حضرات صحابہ رض پر خصوصاً امام عثمان و امام معاویہ رضی اللہ عنہما پر تنقید کے انبار لگا دیئے جائیں برداشت کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی صفدر صاحب پر تنقید برداشت نہیں ہو سکتی اگرچہ تمام اکابر کو نقد سے چھلنی کر دیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۵۵)

نیلوی صاحب ناراضگی معاف

محترم نیلوی صاحب! یہ استفسار آپ کا درست نہیں۔ تحقیق مسائل میں نقد و جرح کا سلسلہ اہل علم کے ہاں مسلّم ہے آپ نے بھی امام ترمذیؒ امام بخاریؒ وغیرھما پر نقد و جرح کا تیر چلایا ہے۔ بلکہ آپ نے تو ایسی ناجائز نقد و جرح کے تیر چلائے۔ کہ جس سے نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بچ سکی۔ نہ صحابہ کرامؓ کی عزت محفوظ رہ سکی نہ جمہور اہل سنّت کا احترام باقی رہا۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اور یہی کام آپ کے استاد مودودی صاحب نے کیا ہے (تشابہت قلوبہم)

؎ عامل باطل ہوا تو تردیدِ باطل چھوڑ کر کارِ آساں لے لیا کارِ مشکل چھوڑ کر

محترم نیلوی صاحب آپ اگر علمی طریقہ سے نقد و جرح کرتے تو قابل قدر ہوتی۔ مگر آپ نے تو عقائد متفقہ اہلسنّت و جماعت کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا ہے۔ بدعت و گستاخی کو اپنا لیا ہے اور بدعتی و گستاخ بننا قابلِ ملامت ہے۔ اس لئے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔ تاکہ آپ راہ راست پر واپس آسکیں اور ان چیزوں سے توبہ و رجوع کر لیں۔ تاکہ ہم بھی آپ کے متعلق یوں کہہ سکیں ؎

میری ضد سے ہوا ہے مہربان دوست میرے احساں ہیں دشمن پہ ہزاروں

شاگرد محقق مدقق وسیع النظر

نیلوی صاحب نے ابن حجرؒ پر جرح کی تھی۔ اس کا جواب حضرت استاذ مکرم نے دیا۔ نیلوی صاحب اس کے جواب میں لکھتے

ہیں۔ آخر اس کی وجہ ہے کیا۔ جب کہ آپ کے تلمیذ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)
بھی یہی بات کرتے ہیں۔ تو ان کو محقق مدقق اور وسیع النظر کہا جاتا ہے۔ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ اس دور میں صرف آپ ہی ہیں یا آپ کا شاگرد جس کا قول حجت
ہے۔ باقی تمام مجذوب ہیں۔ ان کی عقل مؤوف ہو گئی ہے۔ اور وہ سب
علم و انصاف سے کوسوں دور ہیں یا للعجب (ندائے حق ص ۲۷۵/ج۲)

نیلوی صاحب غصہ نہ کریں

نیلوی صاحب راقم الحروف نے اصل وجہ بیان کر دی ہے۔ جس
کی وجہ سے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب تمام مجذوب نہیں آپ
اپنی بات کریں۔ دوسروں کو اپنے ساتھ نہ ملائیں۔ جناب کو اگر مجذوب ہونے میں
شک ہو۔ تو اسی کتاب (قہر حق) کے باب الکذبات باب التعارضات، باب
الخیانات۔ باب التحریفات۔ باب الجہالات۔ باب الھفوات وغیرہا کا ٹھنڈے
دل سے بشرطیکہ حالت جذب نہ ہو۔ مطالعہ کریں۔ تو حقیقت آشکارا ہو جائے
گی (انشاءاللہ)

نور الصباح

نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۲۷۴/ج۲ میں نور الصباح کی
عبارات ذکر فرمائی ہیں۔ ندائے حق کا یہ صفحہ آدھے سے زیادہ
نور الصباح کی عبارات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۲۷۸/ج۲
میں بھی نور الصباح کی ایک عبارت ذکر کی ہے اور پھر نیلوی صاحب نے ندائے
حق ص ۲۷۹ تا ص ۲۸۰ میں نور الصباح کی عبارت سے اس جگہ کو پُر کیا ہے۔ جو
مکمل ایک صفحہ بنتا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۲۸۴/ج۲ تا ص ۲۸۵
میں نور الصباح کی عبارات پیش کی جو تقریباً ندائے حق کا ڈیڑھ صفحہ بنتا ہے۔ پھر
نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۲۸۶/ج۲ میں بھی نور الصباح کی عبارت پیش کی ہے

اُستاد و شاگرد کا اتفاق

نیلوی صاحب ندائے حق جز ثانی
ص ۱۶۰ میں لکھتے ہیں "اور آپ صفدر

صاحب) اور آپ کے شاگرد خود اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ مَنْ عَلِمَ حُجَّۃٌ علیٰ من لم یعلم یعنی جاننے والے کی بات نہ جاننے والے پر حجت ہوگی
محترم نیلوی صاحب اگر آپ صرف اسی بات پر عمل کر لیتے تو ٹھوکروں سے بچ جاتے۔ جب تمام اکابر متقدمین اور متاخرین کا انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے جسمانی ہونے پر اور سماع عند القبر پر اتفاق ہے۔ تو وہ اہل علم تھے قرآن وحدیث کو جانتے تھے تم نہیں جانتے ان کی بات حجت ہوگی آپ مان لیتے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا مگر آپ جہل مرکب کا شکار ہیں ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند ۔۔۔ در جہل مرکب ابدالدھر بماند

اُستاد کی راہ اور شاگرد کی اور

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "پھر آپ کے تلمیذ رشید نے جو جو نور المصباح ص۲۳ میں لکھتے ہیں: علامہ کشمیریؒ کا حافظ ابن حجر کے بارے یہ حسن ظن صحیح نہیں ہے۔ یہ صحیح لکھا ہے یا غلط اگر صحیح لکھا ہے تو آپ مؤلف اقامۃ البرہان (الیٰ ان قال) اور مؤلف ندائے حق پر کیوں خفا ہوتے ہیں......
اگر یہ فرمان آپ کے تلمیذ رشید کا صحیح نہیں ہے۔ تو آپ نے تقریظ میں کیوں لکھا ہے کہ یہ کتاب..... خالص علمی معلومات افزاء اور پُر مغز حوالوں سے لبریز ہے جس میں اصل مسئلہ کے علاوہ اسماء الرجال اور باحوالہ اکابر علماء کی علمی اغلاط کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ الخ ص۱۴ (ندائے حق ص ۲۸۱/۲۷)

نیلوی صاحب کچھ سوچو اور غور و فکر کرو

نیلوی صاحب بات کو اُلجھانے اور ٹالنے کی کوشش نہ کرو
جب ابن حجرؒ کی بات کی تائید کرنے والے بڑے بڑے محقق اور ناقد فن اسماء الرجال کر رہے ہوں تو آپ کو درمیان سے ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ پر خفگی ہمارے استاذ محترم کی بے جا نہیں ہے۔ آپ کی شرارت ضرور ہے ؎

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں　　کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

محترم نیلوی صاحب استاذ (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر) اور شاگرد (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی) کی راہ الگ الگ نہیں البتہ آپ کا اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کیساتھ عقیدہ میں اختلاف ہے فلہذا آپ کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا۔ کہ (استاذ کی راہ اور شاگرد کی اور!

نیلوی کے استاذ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا عقیدہ

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

الجواب انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں۔ کسی قبر پر میت کو اس خیال سے پکارنا کہ یہ متصرف ہے جائز نہیں ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے یہ سمجھنا کہ جیسے دنیا کے افسر بغیر وسیلہ کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا جہالت ہے۔ وہ حی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے۔ اور حاجت روائی کرتا ہے۔ قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے۔ یہ مباح ہے الخ بحوالہ مسالک العلماء طبع اول ص ۱۴۷
اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ایک فتویٰ کفایت المفتی ص ۱۵۹/۱۲ تا ص ۱۶۰ میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔ جواب صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول ویا حبیب ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور آپ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے جائز اور درست ہے کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے۔ کہ

باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے۔ کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبویؐ میں عرض کر دیتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ قال النواب صدیق حسن خاں البوفالی القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم و منها قیام ملکٍ علی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاھا کما فی حدیث وثق ابن حبان رواتہٗ وورادت احادیث بمعناہ ثانیۃ (والصحیح ثابتہ کما فی نزل الابرار ص۱۸۶)

ولله الحمد و منها انها سبب لرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المصلی والمسلّم علیہ کما ورد بسندٍ حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ انتھٰی ملتقطاً نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی کتاب نزل الابرار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فوائد کے بیان میں فرماتے ہیں۔ کہ ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کان عطاء فرمائے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ جسکے رُواۃ کی ابن حبانؒ نے توثیق کی ہے۔ اور صحیح احادیث اور بھی اس مضمون کی ہیں و للہ الحمد۔ اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا آپ کے ردِ جواب کا سبب ہے۔ جیسا کہ حسن سند سے حدیث آئی ہے۔ بلکہ امام نووی وغیرہ نے کتاب الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنّت والجماعت

کا مذہب ہے تو پھر آپؐ کی رُوح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے۔ یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعثِ توہین ہے۔ نہ موجب تعظیم الخ۔ یہ تو نیلوی صاحب کے استاذ صاحب کا عقیدہ ہے۔ اب نیلوی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مفتی صاحب کے شاگرد نیلوی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب عام مُردوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہا جاتا ہے۔ کہ رُوح اور بدن عنصری میں ایک تعلق اور کنکشن ہے سو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ہے (ندائے حق ص ۱۴۴ ج ۲)

قارئین کرام! آپ نے پڑھ کر اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ استاذ کی راہ اور ہے اور شاگرد کی اور ہے۔ استاذ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک کی مفارقت بدن سے مانی جائے۔ تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے۔ یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعثِ توہین ہے نہ موجب تعظیم! اور نیلوی صاحب شاگرد کہتا ہے۔ کہ رُوح مبارک کی مفارقت بدن سے ہے۔ تعلق اور کنکشن نہیں ہے (معاذ اللہ) تو استاذ صاحب کے فتوٰی کے مطابق ایسا شاگرد گستاخ رسول اور موھن رسول ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ استاذ صاحب صلوٰۃ وسلام کے سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو حسن اور صحیح کہتا ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا مگر نیلوی صاحب ایسی حدیثوں کو ضعیف اور جھوٹی شمار کرتا ہے۔

نیلوی صاحب کے اُستاذ مفتی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب کفایت المفتی جلد چہارم سے اپنے استاذ مفتی صاحب کا عقیدہ نقل کرتے ہیں۔ "تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے۔ اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت بھی نہیں ہے۔ اس لئے اُسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے راجح ہے (ندائے حق ص۲۲۶ ج۲)

شاگرد کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور بڑا العجب تو سیّد ابن عابدین شامیؒ پر ہے کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور و شور سے فتویٰ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے عہد میں قبر پر اذان کا رواج عام تھا (الی ان قال) اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ لوگوں کو نہ تو اذان کہنے کا حکم دیں اور نہ ہی لوگوں کو اذان سے روکیں۔ بلکہ صاف صاف بدعت فرمایا۔ مگر سمجھ نہیں آئی۔ کہ تلقین بدعی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ندائے حق ص۲۴۲ ج۲)

نیلوی صاحب کے نزدیک تلقین بدعت ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب علامہ شامیؒ پر تعجب، و افسوس کر رہے ہیں۔ مگر مفتی کفایت اللہ صاحب کے ہاں تلقین میں کوئی کراہت نہیں۔ اس لئے نہ روکا جائے۔ اور یہی راجح ہے نیلوی صاحب کے نزدیک استاذ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بدعتی ہوئے (نالائق شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔

نیلوی صاحب کا اپنے اُستاد پر بہتان

نیلوی صاحب اپنا واقعہ دار الہدیٰ چھکیرہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" اس کے بعد مسئلہ سماع الموتی و حیاۃ النبی

کا چھڑ گیا وہ (مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ) قائل تھے اور
ہیں عنصریہ، دنیویہ، حسیہ، حقیقیہ، جسمانیہ کا منکر تھا۔ اور حیاۃ برزخیہ کا قائل
جیسے میرے استاذ مفتی اعظم ہند فقیہ النفس ابوحنیفہ ثانی امام ربانی حضرت مفتی محمد
کفایت اللہ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً وافرۃً کاملۃً وافیۃً سابغۃً کافیۃً نے مجھے
سمجھا رکھا تھا۔ (ندائے حق جزء اوّل ص۳۰۸)

قارئین کرام! آپ حضرات نے حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا عقیدہ
پڑھ لیا ہے کہ وہ حیات جسمانی جسد عنصری کیساتھ قائل ہیں اور اس عقیدہ کے
منکر کو توہین رسول ﷺ کا مرتکب گردانتے ہیں۔ مگر نیلوی صاحب ان پر بہتان
باندھتے ہیں کہ وہ حیات جسمانی کے قائل نہ تھے۔ نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ
میں حیاۃ برزخیہ کا قائل تھا۔ شاید یہ بھی جھوٹ ہو۔

حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی صاحب ندائے حق جزء اوّل ص۳۹۵ میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ
حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ تو حیات برزخی ہوتی ہے
اور نہ ان میں ادراک و شعور ہوتا ہے (معاذ اللہ عن ھذہ المقالۃ الخبیثۃ)

نیلوی صاحب کا جھوٹ

میرا مسلک وہی ہے۔ جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا
ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص۱۲۶)

نیلوی صاحب کو راہِ راست پر لانے کی آخری دعوت

حضرت نیلوی صاحب گذارش ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اس بات میں کہ میرا
عقیدہ وہی ہے جو حضرت مفتی محمد کفایت صاحب رحمہ اللہ کا ہے۔ تو آپ کا اور ہمارا جھگڑا
بہت جلد ختم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ ایسا کریں کہ کفایت المفتی کی جتنی عبارات بزعم شما
آپ کے حق میں ہیں ان کو بھی آپ تحریر کر لیں اور ہماری طرف سے صرف ایک

فتویٰ جو کفایت المفتی ص ۱۵۹ تا ص ۱۶۱ میں ہے۔ ان کو بھی ساتھ ہی اکٹھا تحریر کرلیں۔ ان عبارات کی وضاحت نہ آپ کریں نہ ہم کرتے ہیں۔ آپ اور ہم دونوں مل کر اس پر دستخط کر دیں اور اتفاق کرلیں۔ امید کہ جناب ہماری اس تجویز کو جو آپ کے استاذ کی عبارات کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ شرف قبولیت بخشیں گے۔ مگر راقم الحروف کی یہ تجویز ہرگز قبول نہ کی جائے گی کیونکہ !

ہم کو ان سے وفا کی امید ہے — جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

نیلوی صاحب کا جھوٹ اور بہتان

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (تلمیذ رشید صاحب کی تنقید قاموس پر (ندائے حق ص ۲۷۷)

الجواب۔ نیلوی صاحب آپ نے یہ جھوٹ بولا ہے اور راقم الحروف پر آپ نے بہتان باندھا ہے۔ راقم الحروف نے نور الصباح ص ۲۴۲ میں لغت کی کتاب قاموس پر کوئی تنقید نہیں کی۔ ہاں صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی پر نقد و جرح ضرور کی ہے

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

نیلوی صاحب کا ایک اور بہتان و جھوٹ

نیلوی صاحب تحت الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاحب تسکین کے شاگرد کے قول کی دلالت اس امر پر کہ یہ حدیث موضوع ہے (ندائے حق جزء ثانی ص ۴۴) یہ نیلوی صاحب کا راقم الحروف پر بہتان ہے۔ نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی جس عبارت سے دھوکہ دیا ہے۔ اس کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

نور الصباح ص ۱۳۹ میں لکھا کہ سچا تو ہے۔ مگر اپنی روایت میں متفرد ہوتا ہے اور روایت کو رد کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کا راوی ازرق بن علی

ہے۔ اب یہ کیا وجہ ہے۔ کہ اس راوی کی وجہ سے معوذتین کے قرآن سے نہ ہونے
وجہ سے تو موضوع ہو مگر الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم کی حدیث سولہ آنے صحیح ہو۔ اگرچہ
اس کا راوی ازرق بن علی ہو (ندائے حق جزء ثانی ص۴۴)

الجواب | محترم نیلوی صاحب۔ حدیث الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یصلّون سولہ ۱۶ آنے صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں کوئی
راوی بھی ضعیف نہیں ہے۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں واضح کر دیا گیا ہے۔ محقق
ناصر الدین البانی غیر مقلد نے پہلے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا تھا۔ لیکن بعد
میں رجوع کر کے اس کو صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ
ص۵۶۰ ج۱) نیلوی صاحب ازرق بن علی ایسا راوی نہیں کہ صرف اس کی وجہ سے
روایت کو موضوع قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آپ نے خداع شیطانی کا ارتکاب
کیا ہے۔ اور راقم الحروف کی جرح نور الصباح ص۱۳۹ میں صرف ازرق بن علی پر
نہ تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ دو خرابیاں اور بھی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اور ان سب
خرابیوں کے علاوہ بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ معوذتین کا قرآن میں سے نہ ہونے کی
روایت اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ بعض اوقات
ثقہ راویوں کی روایت بھی موضوع ہو سکتی ہے۔ جب کہ اصول شرع سے
ٹکرائے۔ جیسا کہ آپ نے اس کی تفصیل حاشیہ شفاء الصدور طبع اوّل ص۵۵ میں
کر دی ہے۔ لیکن الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون کی حدیث اصول شرع سے
نہیں ٹکراتی۔ اجماع امت اس کی تائید کرتا ہے۔ اور صحیح مسلم وسنن نسائیؒ و
مسند احمد کی صحیح حدیث جس میں ہے۔ کہ معراج کی رات نبی اکرم صلّی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ریت کے سرخ ٹیلے کے ساتھ قبر میں
کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ تو یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے۔ فلہذا ازرق
بن علی پر جو تفرد کا الزام تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ فلہذا اس روایت کے سولہ ۱۶ آنے
صحیح ہونے کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ مجذوب

اپنی مستی کی بنا، پر نہ سمجھ سکیں۔ ع لذتِ درد کو بھلا بے درد کیا جانے۔

باب السبّ والشتم

حضرت الشیخ محدث اعظم محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے متعلق

نیلوی صاحب کی ہرزہ سرائی

آ۔ سُرخی ہے "صفدری جہالت" (ندائے حق جزء اوّل ص۱۴۲) ۲۔ سُرخی ہے "صاحب تسکین کی جہالت" (ندائے حق جزء ثانی ص۳۲) ۳۔ سرخی ہے "صفدری خیانت" (ندائے حق جزء اوّل ص۱۴۱) ۴۔ (ندائے حق جزء اوّل ص۱۵ میں ہے) ہاں "ہاں اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں"

۵۔ مثل مشہور ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" اور صرف مشہور ہی نہیں بلکہ بالکل سچ ہے (ندائے حق جزء ثانی ص۱۶۵) راقم الحروف بھی نیلوی صاحب کو بعض مقامات پر اسی مثل مشہور سے یاد کرے گا۔ تاکہ سچ کو ظاہر کیا جا سکے۔ ۶۔ مسلوب العقل (ندائے حق جزء ثانی ص۱۲۶) ۷۔ مولانا معتزلہ کے ساتھ مل گئے (ندائے حق جلد ثانی ص۱۲۶) ۸۔ مولانا معتزلی ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص۱۶۰) ۹۔ مسلوب العقل (ندائے حق جلد ثانی ص۳۵۸) ۱۰۔ کتاب خوانی تو ہے مگر کتاب دانی نہیں (ندائے حق جلد ثانی ص۳۵۵) ۱۱۔ مولانا کا رافضی ہونا اور اہل اعتزال کا ذہن (ندائے حق جلد ثانی ص۳۱۵) ۱۲۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے (ندائے حق جلد ثانی ص۳۴۲) راقم الحروف بھی بعض مقامات میں حضرت نیلوی کے حق میں نیلوی صاحب کے ان پسند کردہ الفاظ کو ذکر کرے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) ۱۳۔ جیسے اس عرصہ سے

پہلے آپ صراط سوی پر تھے پھر ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۶ تا ص ۱۶۷) ۱۴۔ صاحب تسکین بھی اب بریلویہ کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۶۵) ۱۵۔ مولانا بریلویہ کے پلیٹ فارم پر (ندائے حق جزء اوّل ص ۵۸۸) ۱۶۔ مولانا بریلویہ کی شاہراہ پر (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۲۵) ۱۷۔ مولانا کا سفید جھوٹ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۳۶)

نیلوی صاحب نے اور بھی بہت سی زبان درازیاں کی ہیں جن کا ذکر یہاں نہیں ہو سکا۔

باب الحمایات

بریلویہ کی حمایت کرنیوالا کون

حمایت نمبر ۱ "اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے"
چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں ہے۔ مولانا مودودیؒ، سید حکیم یٰسین شاہ۔ مولانا عبد الماجد دریابادی۔ مولانا شیخ الہندؒ دیوبندی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ جون ۱۹۶۴ء ص ۲۴ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند و لکھنؤ۔

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ ایسے غلط ترجمہ کو جو دراصل تحریف معنوی قرآن مجید کی ہے" اعلیٰ مقام دینا۔ خانصاحب بریلوی کے عقائد کی تصدیق کرنا نہیں تو اور کیا ہے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

قارئین کرام! "خانصاحب بریلوی کے ترجمہ کے اغلاط و خیانتوں پر اگر آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے شیخ استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر دامت برکاتہم کی تصنیف لطیف ۔تنقید متین۔ اور اتمام البرہان اور راقم الحروف کی تصنیف ،حالات و کمالات اعلیحضرت بریلوی حصہ اول کا ضرور مطالعہ کریں بہت فائدہ ہوگا"

حمایت نمبر ۲ "مشرکہ لڑکی سے موحد مرد کا نکاح درست ہے"
"چنانچہ تعلیم القرآن میں ہے" ۔الجواب۔ ۲۵۷ واللہ الموفق

سے یہی ۱۹۰۵ء/۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں تین دفعہ طبع ہوا۔ امریکہ میں اس کا بھی ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں نکلا، ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنا انگریزی ترجمہ طبع کرایا۔ مرزا ابوالفضل کا ترجمہ ۱۹۱۱ء الٰہ آباد سے مع عربی متن کے نکلا اور مقبول ہوا یہاں تک کہ اس کی تعریف متعصب لوگوں نے بھی کی۔ مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر (کرزن گزٹ) کا ترجمہ مع حواشی اور تفسیر کے ۱۹۱۹ء میں سلیس انگریزی میں شائع ہوا۔ غلام سرور کا ترجمہ آکسفورڈ سے ۱۹۳۰ء میں نکلا، ۱۹۳۵ء میں علامہ یوسف علی (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) نے قرآن کریم کا ضخیم ترجمہ مع متن اور مبسوط مقدمہ جس میں تاریخ اور جغرافیائی مواد بہم پہنچانے میں بے انتہا کوشش کی گئی تھی لاہور سے طبع کرایا۔

فارسی : فارسی میں قرآن مجید کے بے شمار ترجمے موجود ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر۔ ان میں سے غالباً سب سے پہلا ترجمہ حضرت شیخ سعدیؒ کا ہے اور ہندوستان میں فارسی کا پہلا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا "فتح الرحمٰن" کے نام سے ہے۔

اُردُو : اُردُو زبان میں بے شمار قرآن مجید کے ترجمے ہو چکے ہیں جن میں سے اولیت کا درجہ شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو حاصل ہے۔ باقی تراجم میں سے مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ، مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزاد دہلویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا فتح محمدؒ جالندھری، مولانا مودودی، سید حکیم یٰسین شاہ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا شیخ الہند محمود الحسنؒ دیوبندی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

رومن اُردُو : ڈاکٹر امام دین نے سب سے پہلے رومن اُردُو میں ترجمہ کیا جسے کرسچین مشن پریس الٰہ آباد نے شائع کیا۔

بنگالی : شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجمے سے سب سے پہلا بنگالی ترجمہ ۱۳۰۹ھ میں ہوا۔ ابن محمد عبدالحق نے ۱۹۱۰ء میں ایک اور بنگالی ترجمہ کیا۔ اس سے پہلے دو ترجمے یعنی بنگالی مسلمانوں کی مجلس نے ۱۸۸۲ء میں کلکتہ سے اور نعیم الدین کا بنگالی ترجمہ ۱۸۹۹ء میں طبع ہوئے۔ علاوہ ان کے نولدسک کا ترجمہ جو پہلی بار ۱۹۰۸ء میں، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا قابل ذکر ہے۔

جاپانی : اس زبان میں سکاموٹو کے ترجمے کا نام ملتا ہے۔

چینی : ۱۹۲۳ء میں ایک ترجمہ لوپن جودھا جو جز نے چھپوایا۔ دوسرا ترجمہ چن چاک ی کا ۱۹۳۱ء میں شنگھائی سے طبع ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں ایک اور ترجمہ بادمن چن چنگ نے شائع کروایا۔ چوتھا ترجمہ ۱۹۲۷ء میں تی چنگ نے چھپوایا۔

باطومی : اس زبان میں قرآن مجید کے صرف ایک ترجمے کا ذکر ملتا ہے۔

پشتو : اس زبان میں غالباً پہلا ترجمہ ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوا۔

پنجابی : اس زبان کا پہلا ترجمہ ۱۹۲۷ء میں حافظ بارک اللہ نے شائع کیا اور لاہور میں طبع ہوا۔ دوسرا ترجمہ فیروز الدین شمس الدین مطبوعہ امرتسر اور تیسرا ترجمہ حیات اللہ مطبوعہ لاہور بھی قابل ذکر ہیں۔

لہ، لہ، تہ حواشی صفحہ کے نیچے ملاحظہ فرماویں۔

للصواب ۔ ۱۔ لڑکی اگر مشرکیہ عقائد رکھتی ہو اور دعویٰ اسلام کا کرتی ہو تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے ۔ جیسے کتابیہ مشرکہ کا نکاح درست ہے الخ

تعلیم القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء ص ۴۰ عبدالرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ۔ مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری ۔

قارئین کرام ! مشرکہ عورت کے متعلق قرآن مجید کی اس آیت وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (پ ۲) کی تشریح و ترجمہ ۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ و تفسیری حاشیہ میں دیکھ لیں ۔ انشاءاللہ تعالیٰ مسئلہ واضح ہو جائے گا ۔

حمایت نمبر ۳ | مشرک کا ذبیحہ حلال اور اس کی شادی و غمی میں شریک ہونا جائز ہے ۔ تعلیم القرآن میں ہے سوال ع ۴۳

س ۔ جو شخص انبیاء اولیاء کو عالم الغیب ، حاضر و ناظر سمجھتا ہے اور مدد مانگتا ہے تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھانا جائز ہے یا نہ اور ایسے لوگوں کی غم شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے ۔ تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۳

الجواب (۴) | ایسے لوگ بحکم اہل کتاب ہیں ۔ اگر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیویں ۔ اور ذبح واسطے تقرب غیر اللہ کے نہ ہو ۔ تو ذبیحہ ان کا کھانا منع نہیں ہے احتناب کرے تو احتیاط ہے ۔ (الی) اور دیگر معاملات بھی اسی پر قیاس کریں (تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۵) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ۔ مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری ۔

حمایت نمبر ۴ | انگوٹھے چومنا ۔ اگر اس کو بطور رقیہ و عمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (عبدالرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۶۹ء ص ۴۸ تعلیم القرآن ۔ نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مدیر سجاد بخاری

حمایت نمبر ۵ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ۱۲ ربیع الاول کو ہوا تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۸ - نیز حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے متعلق مشہور قول یہ ہے - کہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی جسے حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ص ۲۶۰/۲ج میں بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں الخ

(مدیر سجاد بخاری تعلیم القرآن بابت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء ص ۴۲)

حمایت نمبر ۶ "قومی جھنڈے اور ترانے کیلئے تعظیماً کھڑا ہو جانا جائز ہے"۔ (سوال ۶) کیا قومی جھنڈے اور قومی ترانے کیلئے تعظیماً کھڑا ہونا شرعاً جائز ہے کیا یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے یا یہ عمل شرک اور گناہ ہے (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۴)

الجواب (۶) قومی جھنڈے کے آگے تعظیماً کھڑا ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے اور شرک بھی نہیں ہے - البتہ یہ ہے کہ اگر یہ رسم کفار کا شعار ہو اور ان کی خصوصیت ہو - تو اہل اسلام کو اس کا اختیار کرنا مناسب نہ تھا - اور اب جبکہ اختیار کر لی گئی اور مسلمانوں کی حکومتوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا - تو مشترک عمل ہو گیا - زیادہ کشمکش پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے - یہ قومی امور میں سے ہے - خالص دینی بات نہیں - اور ایسی باتوں میں زیادہ تعمق مناسب نہیں ہوتا (عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن) (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۷ مدیر سجاد بخاری)

حمایت نمبر ۷ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ - اگر بطور درود شریف پڑھے اور عقیدہ درست رکھے تو جائز ہے لیکن اگر حاضر وناظر کے عقیدہ سے پڑھے تو جائز نہیں الخ (سجاد عفا اللہ عنہ)

تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۳۶

نوٹ:- یہ مسئلہ تو درست ہے - مگر بعض غالی قسم کے حمائتی ہمارے اکابر علماء دیوبند کی اس قسم کی عبارتوں پر اعتراض کرتے ہیں - یہ حوالہ اس لئے لکھا گیا ہے

تاکہ ان کا منہ بند ہو جائے (ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند)

حمایت نمبر ۸ تفسیر جواہر القرآن ص۴۹ ج۱ میں تحت آیت وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے لکھا ہوا موجود ہے۔

فتح الرحمان ف۱ تعریض است باں قصہ کہ یہود خیبر با غطفان جنگ مے کردند و ہزیمت مے یافتند آخر دعاء کردند بحق محمد نبی امی کہ خروج او در آخر الزماں موعود است مارا نصرۃ دِہ بعد ازاں فتح یافتند ۱۲۔

ترجمہ! اس آیت میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلہ سے جو کہ کافر تھا۔ جنگ کرتے تھے اور شکست کھا جاتے تھے۔ بالآخر ان یہودیوں نے ان الفاظ سے دعا کی اے اللہ تعالیٰ ہمیں بحق محمد نبی امی کے جن کا آخر زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے مدد کر بعد اس دعا کے فتح مند ہوتے تھے۔

قارئین کرام! تفسیر جواہر القرآن تمام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کی مسلم تفسیر ہے جس کی تقریظ کرنے والوں میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری و مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ بھی شامل ہیں اور یہ حوالہ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نقل کیا گیا ہے اور یہی تفسیر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفتح الخبیر میں بھی بیان فرمائی ہے (کانت یہود خیبر تقاتل غطفان فتہزم فعاذت بہذا الدعاء اللّٰہم انا نسألک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان الا نصرتنا علیہم نہزموا غطفان) (تکملۃ الفوز الکبیر المسماۃ بفتح الخبیر ص۳ سورۃ البقرۃ) لیکن افسوس اور تعجب کے ساتھ راقم الحروف یہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ تفسیر ہمارے شیخ استاذ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر ذکر کرتے ہیں۔ تو ان کو بریلویہ کا مؤید کہا جاتا ہے، چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بعض تفاسیر کی زلت، اور صاحب تسکین جس بعض کی تفسیر کو اپنی تائید میں پیش فرما رہے ہیں۔ اسی بعض کی تفسیر پر بریلویہ بھی بڑے نازاں ہیں۔ چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی نے تقویۃ الایمان کے رد میں جو کتاب بنام....

اطیب البیان بتردید تقویۃ الایمان لکھی ہے۔ اس کے صـ ۲۸ میں لکھا ہے۔ کہ اللہ رب العزۃ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (پارہ ۱) یعنی حضورؐ کے رونق افروز ہونے سے پہلے یہودی حضورؐ کے نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے۔ اور حضورؐ کے نام کی برکت سے اللہ تعالےٰ انہیں مہمات میں کامیاب فرماتا تھا۔ اب ناظرین ابتائیں۔ کہ صاحب تسکین اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ (ندائے حق جزء ثانی صـ ۲۶۶ دبطبع اول صـ ۱۰۲) محترم نیلوی صاحب سے عرض ہے۔ کہ تفسیر جواہر القرآن میں یہی تفسیر منقول ہونے کی وجہ سے تمام اشاعۃ التوحید والسنہ والے اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا!

اس مسئلہ کی وضاحت انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر کردی جائے گی

حمایت نمبر ۹

بلغۃ الحیران صـ ۳۴۵ میں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں گفتہ ع۔ "شیخ سنت مدد سے قاضی شوکاں مددے"۔ بمعنی دعا باشد چنانچہ درھندی گویند (شالا مدد ہووے پیر جیلانی) الخ

نیلوی صاحب سے گذارش ہے کہ ایسا کلمہ اگر دعاء کی نیت سے کہدیا جائے تو جائز ہے یا شرک ہے۔ اگر شرک نہیں ہے۔ تو نیلوی صاحب کو چاہیے۔ کہ وہ اپنے گھر کے دروازہ کے اوپر لکھ دیں۔ "شالا مدد ہووے پیر جیلانی" ورنہ کم از کم اپنی تصنیف ندائے حق میں کہیں کسی مقام پر لکھدیں۔

ندائے حق وہ کتاب ہے۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیگئی ہے۔ اور آپ پر بہتان بھی لگائے گئے ہیں (جیسا کو باحوالہ بحث ہو گی (انشاء اللہ تعالیٰ) علماء دیوبند کے عقیدہ سے نفرت دلائی گئی ہے اور بریلویوں کو خوش کیا گیا ہے جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ)

حمایت نمبر ۱۰

نیلوی صاحب کے ایک محب صادق کا فرمان ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔ محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں

صاحب بریلی کا فتوٰی ! کیا انگریزی ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے ؟

الجواب :- انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات)

بتائیے متقی پرہیزگار صوفیاء کدھر گئے۔ اعلیٰ حضرت کتنے تقوٰی پر فتوٰی دیتے تھے (صدائے حق دوسری قسط صـ۲۰ المصنف حضرت محمد یٰسین کان اللہ لہٗ خطیب مسجد قبا راولپنڈی)

الجواب - مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی کا تربیت یافتہ حضرت محمد یٰسین صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی کے . . . . پر چڑھ کر گھوم رہا ہے اور ناچ رہا ہے اور اس کو محقق العصر اور احتیاط و تقوی پر فتوی دینے والا بنا رہا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اس جاہل کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتوٰی مطلق انگریزی دواؤں کے بارے میں نہیں بلکہ رقیق دواؤں کے بارے میں ہے۔ اور حضرت رشید احمد گنگوہی نے اس کی وضاحت اچھی طرح کر دی ہے، تذکرۃ الرشید صـ۱۸۶ ج ۱)

تعارف

نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع اوّل شائع کی تو اس کے جواب میں ایک رسالہ بزم قاسمی سرگودھا کی طرف سے شائع کیا گیا جس کا نام اداءِ حق ہے۔ اس رسالہ کے جواب میں مولانا محمد امیر بندیالوی کے شاگرد حضرت محمد یٰسین نے رسالہ صدائے حق دو قسطوں میں شائع کیا جس میں حضرت نیلوی و حضرت احمد سعید گکڑھٹہ و حضرت محمد امیر بندیالوی اور پیر طریقت عنایت اللہ شاہ بخاری کی خوب تعریف کی اور ندائے حق کو لاجواب مدلل سچی کتاب کہا ہے۔ نیز مصنف موصوف لکھتے ہیں۔ یہ مسئلہ حیات النبی اور عدم سماع کا مسئلہ بنیادی ہے بعض جاہل علماء اس کو فروعی کہتے ہیں حالانکہ اصل شرک کی بنیاد (حیات۔ موت ہے) سماع۔ عدم سماع ہے) صدائے حق قسط اوّل صـ۱۵ نیز لکھتے ہیں۔ مسئلہ عدم سماع مسئلہ وفات النبیؐ بنیادی مسائل ہیں۔ ان کو فروعی کہنے والا جاہل، مجذوب مفسد ہے۔ صدائے حق دوسری

ھوالمستعان

لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ٥

(الصف آیت نمبر۹)

ترجمہ: اس دین کو اللہ غالب فرمائے گا چاہے مشرک اسکو پسند نہ کرے

صداءِ حق

دوسری قسط

المصنف

حضرت محمد یسینؐ کان اللہ لہ

شعبہ نشرواشاعت

جمیعت تحفظ توحید وسنت پاکستان

معرفت پوسٹ بکس نمبر ۴۱۹ راولپنڈی

۲۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کا فتویٰ :۔ حضرت امام جعفر صادق رضی سے دریافت کیا گیا کہ ادنیٰ درجہ شرک کا کیا ہے ؟ فرمایا دین میں ایسی بات اپنی طرف سے پیدا کرے اور ایسے لوگوں سے دوستی دشمنی کرے۔ (تفسیر مقبول دہلوی صفحہ ۱۰۱)

دیوبندی حضرات کہاں جاؤ گے ؟

بتایئے امام ابن تیمیہؒ پکار کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔
سماع الموتیٰ صاحب فتویٰ لگایئے۔
جناب مفتی کفایت اللہ صاحب پر کیا فتویٰ لگاؤ گے۔
۲۔ مسئلہ عدم سماع کو شرمی کہنے والے مشائخ کس کشتی میں بیٹھ گئے

محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلی

کا فتویٰ

کیا ڈاکٹری ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

الجواب

انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات)
بتایئے متقی پرہیزگار صوفیا رکدھر گئے۔

اعلیٰ حضرت کتنے تقوے پر فتویٰ دیتے تھے۔

نوٹ :

ہم لوگ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر یہ پمفلٹ لکھ رہے ہیں۔ جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق ہوگی ہم ضرور منظر عام پر لائیں گے ؛

وما علینا الا البلاغ

قسط ص۱۸) قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ جمیعۃ اشاعۃ التوحید والسُّنۃ کے اس تعلیم یافتہ خطیب کا فتویٰ کس کس پر لاگو ہوگا۔ (ا) تفسیر جواہر القرآن جلد دوم ص۹۰۲ میں ہے۔ تحقیق مسئلہ سماع موتیٰ، سماع موتیٰ کا مسئلہ زمانِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں۔ جن کی نفی واثبات پر کفر واسلام کا مدار ہے۔ بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے۔ جس میں بحث وتمحیص اور نظر وتحقیق کی گنجائش ہے۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مُردے سنتے ہیں۔ جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔ علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔ جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں۔ جو علماء سماع موتیٰ کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے۔ جبکہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں"

مولانا ضیاء الحق صاحب سرگودھوی بہت خوش ہوں گے۔ کہ ان کے والد محترم کے شاگرد نے جمیعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کو جاہل اور مجذوب مفسر لکھدیا ہے۔ (ماشاء اللہ لائق شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں)

حضرت محمد یٰسین صاحب نے نداءِ حق کو سچی کتاب کہا ہے۔ اور لاجواب مدلل کتاب کہا ہے۔ راقم الحروف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہے۔ کہ نداءِ حق کی مندرجہ ذیل باتیں سچی ہیں یا جھوٹ!

ا۔ امام شافعیؒ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرمارہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سُننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔

(نداءِ حق جلد ثانی ص۲۰۶)

۲ ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ ابن تیمیہؒ ۔ ابن قیمؒ ۔ ابن عبدالہادیؒ ہوں یا ابن حجرؒ سیوطیؒ نووی ۔ عیاضؒ ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۔ ملا علی قاری وغیرہ سب سماع عند قبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس لئے قائل ہیں ۔ کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۸۵)

۳ ۔ آیت اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے متعلق نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں ۔ کہ بتوں کے بارے میں ہے ۔ چنانچہ نقل کرتے ہیں ۔ کما قال تعالیٰ فی الاصنام اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ الآیۃ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۲/۱) ندائے حق طبع اول ص ۲۲۳ ج ۳۱۲ و ندائے حق جزء اول از جلد اول ص ۱۵۰ ۔

قارئین کرام ! بہت سی باتیں ہیں ۔ جن کا ذکر اپنے مقام پر آرہا ہے ۔ اور صاحب ندائے حق کی سچائی بھی اچھی طرح سے ظاہر ہو جائے گی ۔ حضرت محمد یٰسین صاحب نے اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی کی تعریف کر کے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا مشن ایک ہے ۔ کہ علماء دیوبندؒ کو بدنام کرو اور ان کی تکفیر کرو اور محمد یٰسین کا یہ کہنا کہ اعلیحضرت کتنے تقویٰ پر فتویٰ دیتے تھے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خانصاحب بریلوی نے جو علماء دیوبندؒ کی تکفیر کی ہے وہ بالکل درست ہے ۔ تو پھر خانصاحب بریلوی اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مشن میں کیا فرق رہا ۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حالانکہ انگریزی دواؤں کے بارے میں اعلیحضرت نے کوئی نیا مسئلہ نہیں بتایا اور نہ یہ کوئی نیا فتویٰ ہے ۔ بلکہ ہمارے اکابر علماء دیوبندؒ ہمیشہ سے فرماتے رہتے ہیں ۔ اور جن دواؤں میں شراب ملی ہوئی ہو وہ حرام ہیں

حمایت نمبر ۱۱

نیلوی صاحب لکھتے ۔ پھر اب یہ سمجھائیں ۔ کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آیا ۔ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں ۔ یا موت کے کوئی اور معنی لے رہے ہیں ۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہو سکتا ۔ تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا

انکار نہیں ہو سکتا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ (نداء حق طبع اول صـ ۶۳) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور حضرت شیخ الشیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جو سماع کا قول فرمایا ہے۔ تو وہ اس لئے کہ وہ طبعی موت (مفارقت الروح من البدن) کے قائل ہی نہیں وہ موت کے معنی ستر الحیاۃ کرتے ہیں یعنی حیات دنیویہ بدستور قائم ہے۔ حیات نبوی دائمی ہے۔ کیونکہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی روح ان کے جسد اطہر سے نکالی نہیں جاتی۔ بلکہ جسد اطہر کے اندر ہی اندر سمٹ جاتی ہے بظاہر ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔ مگر وہ بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں ہے۔ کہ ان کی حیات زائل ہو جائے (گویا آپ حیّ لایموت ہیں۔) (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول صـ ۸۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی رح کو مرزا قادیانی (علیہ اللعنۃ) کی طرح قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح مرزا قادیانی ختم نبوت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ اسی طرح حضرت نانوتوی بھی موت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں (معاذ اللہ) قضیہ شخصیہ اور اس کا نتیجہ یوں نبیگا حضرت نانوتوی موت کے متواتر معنی کے منکر ہیں۔ (یہ صغریٰ ہے) اور موت کے متواتر معنی کا منکر کافر ہے (یہ کبریٰ ہے) فلہذا حضرت نانوتوی کافر ہے (یہ نتیجہ ہے) (معاذ اللہ) حالانکہ موت کے کئی معنی ہیں۔ عدم محض کو بھی قرآن مجید نے موت کہا ہے۔ نیند کو حدیث میں موت کہا گیا ہے۔ اور حضرت نانوتوی انبیاء علیہم السلام کے لئے روح کا اخراج تمام جسد سے مان کر دل میں سمٹ جانے کا قول کرتے ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت بتاتے ہیں۔ اس لئے حضرت نانوتوی کو موت کا منکر کہنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ نیلوی صاحب کو موت کا منکر کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ندائے حق جزء اول صـ ۲۱۹ میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ انبیاء اللہ تعالیٰ لایموتون ولکن ینقلون من دار الی دار۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل

کر دیئے جاتے ہیں۔ فلہذا نیلوی صاحب اپنی نقل کردہ تحریر کے مطابق ڈبل کافر ہوں گے قارئین کرام! جس طرح خانصاحب بریلوی کا مشن ہے علماء دیوبند کو بدنام کرنا اور ان کی تکفیر کرنا وہی مشن جمعیتہ اشاعتہ التوحید والسنہ کا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اصلی دیوبندی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں جس طرح بریلوی اصلی اہلسنّت والجماعت بننے کے دعوے دار ہیں۔ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُم

حمایت نمبر ۱۲ بریلویوں کی بات مان کر اب اشاعتہ التوحید والے حدیث مَنْ صلیّ علیّ عند قبری سمعتہ الخ کو موضوع (من گھڑت) کہہ رہے ہیں۔ جبکہ پہلے خود اس حدیث کو بریلویوں کے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۹ تا ص ۳۰ میں ہے (۲) من صلیّ علی عند قبری سمعتہ، ومن صلیّ من بعید اعلمتہ، (الدرر المضیئہ علامہ ملا علی قاری حنفی مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ (ترجمہ) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو دی جاتی ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ اگر غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو فرشتوں کو پہنچانے کی کیا حاجت تھی۔ دور و نزدیک سب کا درود وسلام یکساں سنتے آہ! نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سید ابو احمد سجاد بخاری۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے دو عقیدہ کفریہ کی نفی ہوتی ہے

۱۔ علم غیب ۲۔ حاضر و ناظر۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے سوا علم غیب کسی کو نہیں ہے اور حاضر و ناظر بھی خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث مبارک بریلویوں کے عقیدہ کے سخت خلاف ہے۔ بریلوی حضرات اس کو موضوع (من گھڑت) ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی حضرات کے غزالی دوراں احمد سعید کاظمی نے اپنے رسالہ حیات النبی ص ۱۷ تا ص ۲۷ میں اس حدیث پر خوب جرح نقل کی ہے۔ دیکھئے مقالات کاظمی حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالاتِ کاظمی

حصہ دوم

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

مکتبہ شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

ھو محمد بن مروان السدی فیما اریٰ وفیہ نظر (رسالہ حیات الانبیا بیہقی ص۱)

حدیث حضرت ابوہریرہؓ پر امام بیہقی کی جرح دیکھئے امام بیہقیؒ اس حدیث کے راوی ابوعبدالرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابوعبدالرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے۔ اور اس میں نظر ہے وفیہ نظر الفاظ جرح میں سے ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول ص۳ (طبع مصر)

حدیث ابوہریرہؓ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح اس حدیث کے تحت محمد بن النجاجی البوسنوی شارح حیات الانبیا فرماتے ہیں۔

حدیث ابی ھریرۃ ھذا انسبہ السیوطی فی الخصائص الکبری الی الاصبھانی فی الترغیب والترھیب ونسبہ فی الجامع الصغیر الی البیھقی ومحمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف متھم بالکذب وقد ذکرہ الحافظ الذھبی ھذا الحدیث فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ السدی المذکور

(حیات الانبیاء بیہقی مع شرح ص۱۴)

ترجمہ:- ابوہریرہ کی حدیث کو سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور (راوی) ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے۔ متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث ابوہریرہ کو میزان اعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابوہریرہ بیہقی جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس نے راوی ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیات الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حدیث ابوہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمائیے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

(محمد بن مروان) السدی الکوفی وھو السدی الصغیر عن ھشام بن عروۃ و الاعمش ترکوہ واتّھم بعضھم بالکذب وھو صاحب الکلبی قال البخاری سکتوا عنہ وھو مولی الخطابیین لایکتب حدیثہ البتہ وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال احمد ادرکتہ وقد ھوم فترکتہ العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیاً ابلغتہ " انتہی (میزان الاعتدال جلد ثالث ص۱۳۲ طبع مصر)

ترجمہ :- محمد بن مروان السدی کوفی ہے۔ اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے بخاری نے کہا سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطابیین ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے ترک کر دیا علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جس نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے" انتہی (میزان الاعتدال جلد۳ ص۱۳۲)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا۔ اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا۔ کہ امام بیہقی نے فیما اراہ فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردد ہوتا تو امام ذہبی اس کو ظاہر فرما دیتے۔ لیکن انہوں نے اس کے ترجمہ میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔ ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا۔ اگرچہ جرح

اب یہ ڈیوٹی اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے سنبھال لی ہے (بہت خوب) گویا کہ مشن ایک ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

حمایت نمبر ۱۳ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدۂ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والصلوٰۃ وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کیساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں وغیرہ ا۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب و سنّت سے وراثۃً پایا ہے۔ اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں سے ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں۔ اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکہ دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین شریفین پر اس دھوکہ دہی کی حقیقت کھلی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں از خود ایک مفصّل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا جس میں حیات انبیاء کا سوال بھی شامل تھا۔ تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصّل جوابی فتویٰ بنام المہند علی المفند مرتب فرما کر علمائے حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی و حیات انبیاء کرام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطۂ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں

ہیں ان کی یہ حیات دنیوی ہے۔ نیز اسی ذیل میں اس نقطۂ نظر کو مزید واضح اور مضبوط تر کرنے کے لئے انہوں نے بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے رسالہ آب حیات کا حوالہ بھی دیا۔ جو اسی موضوع پر ایک مستقل اور پُر از حقائق و معارف کتاب ہے جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا۔ کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ (حیات انبیاء) انہیں ان کے اسلاف سے بطور وراثت کے ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔ الخ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب۔ مدیر سجاد بخاری

قارئین کرام! موجودہ اشاعتہ التوحید والسنّۃ کے افراد المہند علی المفند سے اعتبار اٹھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ تاکہ خانصاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا۔ وہ اس میں سچا ثابت ہو جائے اور علماء دیوبند جھوٹے اور تقیہ باز ہو جائیں (معاذ اللہ) جمعیۃ اشاعتہ التوحید والسنتہ خانصاحب بریلوی کی بھر پور تائید کر رہی ہے۔ گویا ایک مشن ہے (نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا)

المہند کے بارے سوال

المہند علی المفند میں جو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کیا ہے یہ قرآن کے خلاف ہے قرآن کو کیا علماء دیوبند نے نہیں سمجھا اور تمہیں قرآن کی زیادہ سمجھ ہے!

الجواب ۱

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے ۔۔۔ اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

الجواب ۲

جو سوال آپ نے اٹھایا ہے یہ سوال تو مرزائیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور پھر قرآن مجید کی چند آیات بھی تلاوت کرتے ہیں ۱۔ یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ پ ۳ (۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (پ ۴، ۳) فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ (پ ۷) ان آیات سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزعم خویش

وفات ثابت کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ کہ تمہارا عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کے خلاف ہے۔ مسلمان جواب میں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو مسلمانوں نے نہیں سمجھا۔ اور مرزائیو! تم نے سمجھا ہے۔ تمہاری یہ سمجھ خالص گمراہی ہے۔ پھر مرزائیوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ جو مطلب قرآن مجید سے تم نے سمجھا ہے۔ کیا مفسرین حضرات بھی صراحۃً تمہاری تائید کرتے ہیں۔ تو مرزائی صراحۃً ایسا کوئی حوالہ نہیں پیش کر سکتے اور یہی حالت منکرین حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے۔ جب وہ قرآن مجید پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ تو ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ ایک مفسر اہلِ سُنّت نے صراحۃً یہ لکھا ہے۔ کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔ اور عند القبور صلوٰۃ وسلام نہیں سُنتے۔ تو ان الفاظ سے صراحۃً یہ عقیدہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لطیفہ مرزا قادیانی کا پہلا عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا تھا (ازالۃ الاوہام وغیرہ) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام بزرگوں کا بھی پہلا عقیدہ حیات جسمانی فی البرزخ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام کا تھا تو اس وقت بھی قرآن مجید کے موافق تھا۔ پھر جب دونوں نے اپنا عقیدہ بدل دیا۔ یعنی مرزا قادیانی حیاتِ مسیح کا منکر ہو گیا اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض بزرگ حیات جسمانی اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام کے منکر ہو گئے تو پھر بھی قرآن (ان کے زعم میں) ان کی موافقت کر رہا ہے (انّ ھذا لبدیعٌ) ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہانِ حرم بے توفیق

سوال ۲ المہند کے بارے میں المہند علی المفند میں نبی کریم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات دنیویہ لکھی ہوئی ہے۔ مگر اردو ترجمہ میں "دنیا کی سی" کے الفاظ ہیں۔ دونوں میں تعارض ہے۔ نیز دنیوی حیات وہ ہوتی ہے

جو عالم دنیا میں ہو۔ برزخی حیات وہ ہوتی ہے۔ جو عالم برزخ میں ہو۔

المہند کی عربی عبارت اور اردو ترجمہ میں کوئی تعارض نہیں ہے

الجواب اس لئے کہ عربی عبارت (حَیَاۃٌ دُنْیَوِیَّۃٌ) میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی حیات دنیاوی کی طرح ہے۔ جیساکہ کہا جاتا ہے۔ زید شیر ہے مراد ہوتا ہے کہ زید شیر کی طرح ہے۔ جیسے اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَہَنَّمَ۔ میں بعض محدثین کرام نے تشبیہ بلیغ والا قول اختیار کیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۸۸

مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں

"المہند کی اصل عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ جو اکابر کی نگرانی میں شائع ہوا اور جس میں انہوں نے عربی عبارت کا مفہوم و مقصود واضح فرمایا آپ کے سامنے ہے" (اقامۃ البرہان ص ۲۰۲)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ فرماتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً "التصدیقات" میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو "حیاۃ دنیویۃ" کہا گیا ہے۔ تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی حسی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے الخ

تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان" نیز مولانا نعمانی فرماتے ہیں۔ بہرحال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات مع الجسد بخشدی جاتی ہے۔ اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیساکہ احادیث میں وارد ہے۔ ھذا الجواب و یتوب اللہ علی من تاب ۔ محمد منظور نعمانی عفاء اللہ عنہ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ مئی ۱۹۵۹ء ص ۳۲) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب۔ مرتبہ ابوالجمیل سید معروف شاہ شیرازی"

قارئین کرام۔ حیات دنیوی کے الفاظ جو ہمارے اکابر کی تحریروں میں آئے ہیں۔ اس سے مراد حیات باعتبار ابدان دنیا کے ہے۔ یعنی دنیا والے جسم میں حیات ہے۔ صرف رُوحانی نہیں۔ بلکہ روح مع الجسد ہے۔ فلہٰذا یہ حیات دُنیوی بھی ہے اس اعتبار سے اور برزخی بھی ہے۔ کیونکہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے۔ فلہٰذا بعض لوگوں کا علماء دیوبند پر بہتان لگانا کہ وہ موت کے قائل ہی نہیں" سخت غلطی ہے اور خدا کا کوئی خوف ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے (آمین) چونکہ بعض بے دین فرقے میّت کے لئے قبر میں حیات جسدِ عنصری کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے اکابر نے ان کے مدِ مقابل حیات دنیویہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے حضرت علیؓ کے متعلق سوّد اللہ وجہہٗ کے الفاظ استعمال کئے تھے تو اُن کے مدمقابل علماء اہلسنت والجماعت نے حضرت علیؓ کے متعلق کرم اللہ وجہہٗ کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

نیلوی صاحب نے نداء حق میں بعض ان بے دین فرقوں کی نشان دہی کی ہے جو قبر میں میّت کے لئے حیات تسلیم نہیں کرتے (کما سیأتی) تعلیم القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۶۱ء صـ ۶ میں ہے۔ مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا۔ کہ سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے۔ بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے۔ اکثر تو حیاتِ برزخی ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے۔ مگر ہم دونوں کو اہل سنّت ہی سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا۔ کہ دیوبندی مسلک کے تمام علماء کرامؒ حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے لکھ کر بھیجا۔ کہ بزرگانِ دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں۔ چنانچہ یہی چیز موضوعِ مناظرہ قرار پائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے۔ کہ ان میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے الخ (نوٹ) جب مسئلہ حیات النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس

میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ تو اس کی نوعیت یہ تھی۔ کہ مولانا خیر محمد صاحبؒ اور مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ یہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ والا مسلک اختیار کیا جائے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے رُوح کا اخراج موت کے وقت نہیں ہوتا۔ دل میں روح سمٹ کر آجاتا ہے۔ اور یہ حضرات اس کو حیات دنیاوی کیساتھ تعبیر کرتے تھے۔ دوسری طرف حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری و دیگر افراد جمعیتہ اشاعۃ التوحید والسنّہ کے یہ کہتے تھے کہ بوقتِ موت اخراج رُوح عن الجسد العنصری ہوتا ہے۔ لیکن پھر اس کا تعلق جسد عنصری سے قائم کیاجاتا ہے اور حیات جسمانی ہے اور درُود وسلام بھی اپنی قبروں کے قریب سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اور یہ حیات برزخی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب کی تحریر مذکورہ بالا میں یہ الفاظ واقع ہوئے ہیں۔ کہ ہم بزرگان دیوبندی کی

عبارتوں سے ثابت کریں گے۔ کہ ان میں کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب اس وقت دیوبندی تھے۔ اس لئے وہ بزرگان دیوبندی کی عبارتیں پیش کرتے تھے۔ اور موضوع مناظرہ کا دارو مدار علماء دیوبندی کی عبارتیں تھیں۔ مگر آج عقیدہ بدل چکا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تقریر میں علی الاعلان فرمادیتے ہیں۔ کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں۔ ہم تو حنفی ہیں۔ لیکن شاہ صاحب کی حالت یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے جنازہ کے موقع پر اعلان فرمایا۔ کہ میں سُنّت کے مطابق نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ پھر سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی۔ معلوم ہوا۔ شاہ صاحب کے نزدیک حنفی بدعتی ہیں۔ کیونکہ بقول شاہ صاحب کے سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی جائے۔ تو وُہ جنازہ سُنّت کے مطابق ہوتا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

بابُ الکذبات

(یعنی نیلوی صاحب کے جھوٹ)

جھوٹ نمبرا۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ صـ۳۱۸ بحوالہ حم (مسند احمد) ود (ابوداؤد) وہ (ابن ماجہ) ون (نسائی) وحب (ابن حبان فی صحیحہ) وک (مستدرک حاکم) روایت کیا ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان اللہ حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء (نداء حق جزء ثانی از جلد اوّل صـ۲۰۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ سے ان کتابوں میں مروی ہے۔ ان کتابوں میں حضرت عائشہ رضؓ سے یہ حدیث ہرگز مروی نہیں ہے۔ اور نہ منتخب کنز العمال والے نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ بلکہ اس نے اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے (حم د ن ہ حب ک) عن اوس بن اوس۔ دیکھئے منتخب کنز العمال برحامش مسند احمد صـ۳۱۸ ج۴۔ کسی نے ایسے موقع پہ بالکل سچ کہا ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

جھوٹ نمبر۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں" عہد نبوی میں ایک کم سن بچہ ایک قوم کی امامت کیا کرتا تھا۔ (الیٰ ان قال) اور اس بچہ کا سجدہ میں جاتے ہوئے ننگ کھل جاتا تھا۔ اس لئے پھٹے پرانے کرُتے میں کتنی نمازیں الخ نداء حق جزء ثانی از جلد اوّل صـ۲۱۱) نیلوی صاحب نے پھٹے پرانے کرُتے کا جو ذکر کیا ہے بالکل جھوٹ ہے، اور حدیث پاک کی کتابوں سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کہا ہے۔ ورنہ حدیث پاک کی کتابوں میں بُردۃ (چادر) کا لفظ ہے دیکھئے صحیح بخاری صـ۶۱۶ ج ۲ سنن ابوداؤد صـ۹۳

ج ا ص ۹۴ ج ا (باب من احق بالامامتہ) وسنن دار قطنی ص ۴۲ ج ۲۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ (جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

جھوٹ نمبر ۳

" نیلوی صاحب لکھتے ہیں " سیدانورشاہ صاحب نے عرف شذی ص ۳۴۲ میں کہا ہے کہ امام اعظم مرنے کے بعد تلقین کے قائل نہیں (نداءحق جلد ثانی ص ۲۲۲) نیلوی صاحب نے بالکل یہ جھوٹ بولا ہے

حضرت علامہ محمد انورشاہ صاحب نے عرف شذی ص ۳۴۲ میں ایسا ہرگز نہیں کہا۔ بلکہ شاہ صاحب کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تلقین بعد دفن کے کرنی چاہیئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وتلقین آخر بعد الدفن ذکرہ صاحب الدرالمختار بکلماتہ وقال صاحب الدر لایومر بہ ولاینہی عنہ ولہ حدیث اخرجہ الطبرانی فی معجمہ وابن قیم فی کتاب الروح (عن ابی امامتہ الباہلی) لکن سندہ ضعیف ولکنہ یصلح للعمل (عرف شذی ص ۳۴۲ باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء لہ)

ترجمہ درمختار والے نے کہا ہے کہ دوسری تلقین دفن کے بعد ہے ان چند کلمات کے ساتھ تلقین کرنے کا نہ تو حکم کیا جائے اور نہ تلقین سے روکا جائے۔

اور اس کے لئے ایک حدیث بھی ہے جس کو امام طبرانی نے اپنے معجم میں اور ابن قیم نے کتاب الروح میں حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند تو ضعیف ہے مگر عمل کے قابل ہے۔ قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کی صداقت دیانت امانت (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) ع۔ تمہیں کہو یہ ماجرا کیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۴

" نیلوی صاحب لکھتے ہیں (سوال) طحطاوی حنفی نے بھی ابن قیم کی بات کی طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں اور امام سیوطی نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع کلامہ۔ یعنی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کی زیارت کرنے والا جب زیارت کرنے آتا ہے۔ تو مزور اس کو پہچان جاتا ہے۔ اور اس کی بات بھی سنتا ہے الجواب۔ جواب یہ روایت

يبيت ليلتين الخ ومعنى الحديث انه مجاز فى ان يكون غير مكتوبة الوصية عنده الى يومين لا بعد هما . وقيل ان خبر ما الا ووصية مكتوبة الخ واما ما قبله فصفات لرجل فعلى هذا معنى الكلام ان المرء مامور بكون الوصية عنده ولا مدار على ليلتين وبين التركيبين فرق ظاهر وللحافظين ههنا كلام فى شرحى البخارى وللطيبى شارح المشكوة كلام آخر لطيف مما قال الحافظان .

باب ما جاء فى الوصية بالثلث والربع اتفقوا على عدم جواز الوصية ازيد من ثلث المال قوله سعد بن مالك الخ اى سعد بن ابى وقاص والروايات مختلفة فى بعضها انه مرض فتح مكة وفى بعضها انه مرض فى حجة الوداع قوله انا ناقصه الخ فى شرحه احتمالان اما ان يقال انه يقول كنت اعد ما يقول النبى صلى الله عليه وسلم ناقصا واما ان يقال انى اوصيت بكل المال فنهانى النبى صلى الله عليه وسلم عنه وانقصت انقصه شيئا فشيئا باب ما جاء فى تلقين المريض عند الموت والدعاء له التلقين مستحب للمحتضر يقرء عنده ولا يؤمر فانه حال السكرات يحتمل ان يتكلم بكلام خلاف الشريعة وقال الفقهاء ان المحتضر لو تكلم بكلمة الكفر حالة السكرات لا يعبأ بها ولا يحكم عليه بالكفر وتلقين آخر بعد الدفن ذكر صاحب الدر المختار كلماته وقال صاحب الدر لا يؤمر به ولا ينهى عنه وله حديث اخرجه الطبرانى فى معجمه وابن قيم فى كتاب الروح لكن سنده ضعيف ولكنه يصلح للعمل قوله موتاكم الخ اتفقوا على ان المراد من الموتى المحتضرون فلا يكون حديث الباب حجة للتلقين بعد الدفن باب فى التشديد عند الموت الغرة فى اللغة عمق الماء والمراد الشدة والسكرات والمراد بها المصائب والتشديد عند الموت قال العلماء ان الشدة عند الموت ليس علامة سوء حالة الميت ولا التخفيف علامة صلاحية حاله بل يكون الشدة للصالح لرفعة درجاته ويكون السهولة لغيره ليجزى خيره فى الدنيا ولا يبقى له حظ فى الآخرة .

باب حدثنا ابن بشار الخ قوله المؤمن يموت بعرق الجبين الخ فى شرح حديث الباب اقوال قيل ان عرق الجبين حسا عند الموت من علامات الخير وقيل ليس العرق حسا بل المراد انه يكون فى الشدة قبل النزع وتكون الشدة كفارة للسيئات وان قيل ان هذا يخالف ما فى المشكوة يدل على خروج روح المؤمن بالسهولة فقال العلماء القائلون بالشرح الثانى ان المؤمن تحمل الغمرات قبل النزع واما حالة النزع فيخرج روحه سهلا والطالح لا يخرج روحه الا بالتشديد حكى فى تذكرة عبد المطلب جد رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يقول ان الظالم لا بد له من ان يصاب . وكان القريش يسافرون الى الشام وكان ثمه ظالم فقالوا سمعنا انه مات بلا شدة قال عبد المطلب اظن ان وراء هذا العالم عالما يجزى فيها ينتقم الله فان الله لم لا يتجاوز عن جزاء ظلمه اقول ولينظر الى قول عبد المطلب انه فى زمان الفترة وقول من يدعى بانه من العقلاء وقيل فى شرح حديث

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں تو موجود نہیں ہے الخ (نداء حق جلد ثانی ص ۳۶۶)
نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے۔ کہ یہ روایت (عبارت) طحطاوی حاشیہ
مراقی الفلاح میں موجود نہیں ہے۔ قارئین کرام! یہی عبارت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح
ص ۳۴۲ میں د باب زیارۃ القبور کی ابتداء میں موجود ہے۔ (دروغ گو را حافظہ نباشد)

جھوٹ نمبر ۵ نیلوی صاحب لکھتے ہیں "صحیح بخاری کتاب المغازی باب
فضل من شہد بدراً ص ۵۶۷ ج ۲ میں ہے حدثنی عثمان حدثنا
عبدۃ الخ (نداء حق جلد ثانی ص ۱۵۶) نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے
بخاری شریف کتاب المغازی باب فضل من شہد بدراً میں یہ حدیث ہرگز مذکور نہیں ہوئی بلکہ
اس روایت کے بعد باب فضل من شہد بدراً شروع ہوتا ہے اگر دروغ گو را حافظ نباشد

جھوٹ نمبر ۶ نیلوی صاحب نے حدیث من صلیٰ علی عند قبری سمعتہ کا ایک
نقشہ تیار کیا ہے۔ ابو الشیخ کی سند میں ان کے استاد
عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مجہول العدالۃ قالہ البیہقی
(ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۵۸) نیلوی صاحب نے جو یہ نقل کیا ہے۔ کہ امام بیہقی
نے عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کو مجہول العدالۃ کہا ہے۔ یہ نیلوی کا خالص جھوٹ ہے
اگر کوئی ایک صریح حوالہ موجود ہو تو (نیلوی صاحب) پیش کریں۔ مگر وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے
ہے جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۷ نیلوی صاحب لکھتے ہیں" ابو الشیخ کے شاگرد بیہقی نواسی
حدیث کو معلول کہتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو خود ابو الشیخ کا
شاگرد علامہ بیہقی رح (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۲۰) قارئین کرام! امام بیہقی رح ابو الشیخ
کے شاگرد نہیں ہیں۔ یہ نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ کہ بیہقی ابو الشیخ کا شاگرد
ہے۔ کیونکہ ابو الشیخ رح کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی ہے (تذکرۃ الحفاظ مترجم اردو ص ۶۴۴ ج ۳)
اور بیہقی رح کی ولادت ۳۸۴ھ میں ہوئی ہے (تذکرۃ الحفاظ ص ۷۵۵ ج ۳ واکمال لصاحب
المشکوۃ) یعنی امام بیہقی رح۔ ابو الشیخ کی وفات کے تقریباً پندرہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں

لیکن نیلوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بیہقیؒ ابوالشیخؒ کے شاگرد ہیں۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

؎ علم دین مفقود بے گم ہے صراط مستقیم   خضر راہ بنتا ہے ہر غول بیاباں ان دنوں

جھوٹ نمبر ۸ "نیلوی صاحب" امام ترمذیؒ پر نقد و جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۔ ابوالتیاح مجہول ہے۔ اس کی حدیث کو ص ۲۲۱ سطر ایں حسنٌ صحیحٌ کہہ یا (ندائے حق طبع اول ص ۲۰۴ و ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۳۱۵)

الجواب ۔ نیلوی صاحب۔ ابوالتیاح متوفی ۱۲۸ھ مجہول نہیں۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کا ثقہ راوی ہے بلکہ صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

ع ۔ یزید بن حمید الضبعی بضم المعجمۃ وفتح الموحدۃ ابوالتیاح بمثناۃ ثم تحتانیۃ ثقیلۃ وآخرہ مھملۃ بصری مشہورٌ بکنیتہ ثقۃ ثبت من الخامسۃ مات سنۃ ثمان وعشرین (تقریب التہذیب ص ۳۸۱)

اسی طرح مبارکپوریؒ غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی ص ۱۴۱ جلد ۳ میں لکھا ہے۔ خود امام ترمذی رح فرماتے ہیں۔ حدیث عمران خدیث حسنٌ صحیحٌ وابوالتیاح اسمہٗ یزید بن حمید (ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ خاتم الذھب ص ۳۰۴ ج ۱) نیز فرماتے ہیں۔ حدثنا ھناد ثنا وکیع عن شعبۃ عن ابی التیاح الضبعی قال سمعت انس بن مالک (الی ان قال) حدیث انس حدیث حسنٌ صحیح ترمذی باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی البسط ص ۷۵ ج ۱ مع عرف شذی) اور ص ۷۶ میں فرماتے ہیں۔ واسم ابی التیاح یزید بن حمید۔ "نیز فرماتے ہیں" حدثنا ھناد ثنا وکیع عن شعبۃ عن ابی التیاح عن انس نحوہٗ ھذا حدیث حسنٌ صحیحٌ وابوالتیاح اسمہ یزید بن حمید الضبعی۔ ترمذی باب ما جاء فی المزاح ص ۱۹ ج ۲ مع عرف شذی) بخاری شریف ص ۲۵ ج ۱ میں ہے عن ابی التیاح عن انس الخ امام مسلم فرماتے ہیں وابوالتیاح اسمہٗ یزید بن حمید (صحیح مسلم ص ۳۱۲ ج ۱)

قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کا علمی مقام جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بے چارے نے حدیث کی کتابوں کو بغور دیکھا ہی نہیں۔ چہ جائیکہ پڑھا یا ہو۔

ے ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی — جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

جھوٹ نمبر ۹ "نیلوی صاحب زاذان کے متعلق لکھتے ہیں" تقریب میں لکھا ہے لین الحدیث (حدیث میں نرم ہے) وفیہ تشیع" (نداء حق طبع اول ص۲۰۹ وجزء ثانی از جلد اول ص۱۷۳) نیز نیلوی صاحب "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں" پھر اتنی بڑی کتاب تہذیب التہذیب جو بارہ جلدوں میں ہے اس کا مطالعہ کر لیا۔ مگر مختصر سی کتاب تقریب نہ دیکھ سکے۔ یا دیکھی مگر مخالف پا کر بند کر کے رکھ دی کیونکہ اس میں لکھا تھا۔ زاذان لین الحدیث فیہ تشیع" (نداء حق طبع اول ص۲۹۰)۔

الجواب = نیلوی صاحب! جھوٹ نہ بولا کرو۔ تقریب التہذیب ص۱۰۵ میں زاذان ابو عمر الکندی کا ترجمہ موجود ہے۔ مگر لین الحدیث کے الفاظ ان کے ترجمہ میں ہرگز موجود نہیں ہیں۔ ع ۔ یہی الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

"نیلوی صاحب کو دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کا بہت شوق ہے"

ے کرنے لگی زمین ستاروں پر تبصرہ — ہونے لگا خزاں کا بہاروں پر تبصرہ

جھوٹ نمبر ۱۰ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ قال شعبۃ سألت سلمۃ بن کہیل عنہ فقال ابو البختری اعجب الی (میزان الاعتدال ج۲ ص) اب ابو البختری کون تھا۔ اس کا حال بھی سن لیجئے۔ ابو البختری (وہب بن وہب بن کثیر بن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود) کان جواداً ممدحاً متہماً فی الحدیث قال یحیی بن معین کان یکذب عدو اللہ وقال عثمان بن ابی شیبۃ ارجو انہ یبعث یوم القیامۃ دجالاً . . . . وقال احمد کان یضع الحدیث وضعاً فیما نری وقال البخاری سکتوا عنہ (میزان الاعتدال ج۴ ص۳۵۳) جب ابو البختری کا یہ حال ہے تو زاذان تو اس سے بھی برا ہوا۔ جب ابو البختری واضع الحدیث اللہ کا دشمن تو زاذان کے متعلق سلمۃ بن کہیل کیا کہیں گے۔ جو کہتے ہیں۔ ابو البختری بہ نسبت زاذان کے مجھے اچھا لگتا ہے (نداء حق طبع اول ص۲۰۹ وجزء ثانی از جلد اول ص۱۷۳)

الجواب ۔ زاذان ثقہ اور صدوق راوی کو ابوالبختری وہب بن وہب سے بُرا سمجھنا نیلوی صاحب کی بدحواسی کا نتیجہ ہے ۔ اور ابوالبختری جس کا نام سلمۃ بن کہیل نے ذکر کیا ہے ۔ اس سے مُراد ابوالبختری وہب بن وہب مراد لینا نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے ۔ سب سے پہلے یہ بے عقلی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ہوئی تھی کہ اس نے اپنے پمفلٹ یہ قبریں یہ آستانے کے صٓ ۱۶ میں فرشتوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے کی وہ روایت جس میں زاذان ہے کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا تھا ۔ اور ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب مراد لیا تھا ۔ مگر بعد کے ایڈیشنوں میں اس نے ابوالبختری وہب بن وہب کا ترجمہ ساقط کر دیا ہے ۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس کو اپنے پلے میں باندھ لیا ہے اور اس پر ابھی تک قائم ہیں ؎ تیری مجلس میں اور بھی گل کھلینگے اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

امام شعبہ رح کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی (تقریب التہذیب صٓ ۱۴۵) اور سلمۃ بن کہیل رح کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی (التاریخ الصغیر للامام البخاری صٓ ۱۴۰) اور امام بخاری رح کی تحقیق کے مطابق ابوالبختری وہب بن وہب ۲۰۰ھ کے بعد اور ۲۱۰ھ سے پہلے فوت ہوا ہے یعنی ابوالبختری وہب بن وہب سلمۃ بن کہیل کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے فلہذا امام شعبہ رح کا اس ابوالبختری کے بارے میں سلمۃ بن کہیل رح سے پوچھنا اور پھر سلمۃ بن کہیل کا اس ابوالبختری کو زاذان سے اچھا کہنا ناممکنات میں سے ہے ۔ بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ حضرت شعبہ رح کی وفات کے بعد یہ ابوالبختری وہب بن وہب پیدا ہوا ہو ۔ حالانکہ امام شعبہ رح نے سلمۃ بن کہیل رح سے اس ابوالبختری کے بارے میں سوال کیا تھا ۔ جس کا نام سعید بن فیروز الطائی ہے جس کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی ہے ۔ چنانچہ امام بخاری رح نقل کرتے ہیں ۔ عن سلمۃ بن کہیل قال رأیت ابا البختری الطائی زمن الجماجم ضربہ رجل فقصعہ (التاریخ الصغیر صٓ ۹) اور زاذان رح کی وفات بھی ۸۲ھ میں ہوئی ہے (تقریب صٓ ۱۰۵) قارئین کرام ! یہ ہے نیلوی صاحب کی تحقیق و تدقیق

؎ گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا ــــــ کار طفلاں تمام خواہد شد

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کا تبصرہ

مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے اپنے پرانے دوست ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے خلاف تبصرہ کرتے ہوئے اس تحریر پر گرفت کی ہے۔ کہ اس نے ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب لیا ہے۔ شاہ صاحب کا تبصرہ ادخال الیابغین کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اگلے صفحات میں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔ شاہ صاحب کا تبصرہ پڑھ کر راقم الحروف کو نہایت حیرت ہوئی۔ کہ نیلوی صاحب یہی بات ندائے حق طبع اوّل و طبع ثانی میں بار بار لکھ رہے ہیں۔ مگر شاہ صاحب اس پر گرفت نہیں کرتے بلکہ نیلوی صاحب کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں

"جاء المصنف بفضل اللہ وبرحمته فی مسئلة عدم السماع بالدلائل من الکتاب والسنة الصحیحة واقوال الائمة المجتهدین بالتحقیق والانصاف (ترجمہ۔ مصنف نیلوی عدم سماع کے مسئلہ میں دلائل کتاب و سنت و اقوال آئمہ مجتہدین کے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے عدل و انصاف و تحقیق کے ساتھ لایا ہے) دیکھئے تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل۔" نیز لکھتے ہیں" وللہ در المصنف العلام المحدث الکبیر والادیب الفقهام الشیخ الشاہ محمد حسین الخ (شفاء الصدور طبع دوم ص ۲۲۶ نیز لکھتے ہیں۔ مصنف علّام نے تحقیق مسائل میں دیانت و امانت کا دامن نہیں چھوڑا (ردّ منکرات ص ۶)

چونکہ نیلوی صاحب شاہ صاحب کی موافقت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے سب جرم معاف ہیں (من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو) لیکن ڈاکٹر عثمانی نے شاہ صاحب کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ اس لئے وہ شاہ صاحب کے نزدیک بڑا مجرم شمار ہونے لگا۔ حالانکہ اس نے بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو کاٹ دیا ہے۔

~ کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو ~ دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

سورۃ المائدہ

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ

ترجمہ

عبارات کو اپنی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ انھیں یاد
دہانی کرائی گئی تھی اس کا ایک حصہ بھلا دیا اور ان کی کسی نہ کسی خیانت کی ہمیشہ
آپ کو خبر آتی رہے گی (ترجمہ)

ادخال السنان

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے بارے میں

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ

کا انٹرویو

ترتیب : ابن الہند

"ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق"

شاہ جی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کے لٹریچر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا

"ڈاکٹر صاحب نے "یہ قبریں یہ آستانے" (پرانا ایڈیشن) میں صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ امام شعبہؒ نے سلمہ بن کہیلؒ سے سوال کیا کہ [1] زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ سلمہ بن کہیلؒ نے جواب دیا میرے نزدیک زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے۔ ڈاکٹر موصوف اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زاذان ابوالبختری وہب بن وہب سے بھی گیا گزرا ہے۔ واضح رہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابوالبختری کے نام سے مشہور ہوئے:

۱۔ ابوالبختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ ہجری۔ یہ حدیث کے امام تھے اور سلمہ بن کہیل کے اساتذہ میں شامل تھے۔

۲۔ ابوالبختری [2] وہب بن وہب القاضی (کذاب) المتوفی ۲۰۰ ہجری ائمہ جرح و تعدیل نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ عَدُوُّ اللّٰہِ یَکْذِبُ ۔ اللہ کا دشمن ہے جھوٹ بولتا ہے۔

۳۔ ابوالبختری شیخ کذاب (مجہول)۔ جس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی کہ کس دور میں ہوا اور کون ہے۔

شاہ جی نے فرمایا: زاذان امیرالمومنین فی الحدیث امام شعبہؒ سلمہ بن کہیلؒ اور ابوالبختری سعید بن فیروز ایک زمانہ میں ہوئے سلمہ بن کہیلؒ نے جو فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے اس سے اُن کی مُراد سعید بن فیروز ہے جو اُس وقت موجود تھے ــــ نہ کہ ابوالبختری وہب بن وہب جو کافی عرصہ بعد میں ہوا۔"

---

[1] زاذان اس روایت کا راوی ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ اَوْ کَمَا قَالَ۔ بے شک اللہ کے حکم سے فرشتے زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور میرے اُمتی کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں ــــ ڈاکٹر صاحب نے اسے رد کرنے کے لئے یہ الفاظ نقل کئے ہیں [2] مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ جو میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں۔ کے پانچ سندوں میں محمد بن مروان سُدی صغیر اور ایک سند میں ابوالبختری وہب بن وہب القاضی راوی ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا:

یہ ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق کی صرف ایک مثال ہے جس کی بنا پر وُہ ائمہ دین اور بزرگانِ اُمّت کو مُشرک اور بدعقیدہ لکھ رہے ہیں۔ اب عوام خود فیصلہ فرمائیں کہ ایسے "محققِ بے نظیر" کی تحقیق اُنہیں کس منزل پر لا کھڑا کرے گی۔

حضرت خبیب سلام نے زور دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ان محققین محدثین اور ائمہ پر لاکھوں رحمتیں برسائے جنہوں نے بخاری و مسلم جیسی اصح الکتب (بعد کتاب اللہ) میں بھی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد ان ضعیف شیعہ اور معتزلہ رواۃ کی نشاندہی کر دی ہے۔"

شاہ جی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ڈاکٹر صاحب قرآن حکیم کا مطالعہ نہیں کرتے؛ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ۸۰)

ترجمہ: اور ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی زبانوں کو اللہ کی کتاب میں موڑتے ہیں تاکہ تم ان کی بات کو اللہ کی کتاب سے سمجھو حالانکہ وُہ اللہ کی کتاب سے نہیں ہوتا اور وُہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وُہ جانتے بُوجھتے اللہ کے متعلق جھوٹ بولتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۶۲) ان پانچ سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان سدی صغیر کی بجائے ابو معاویہ عن الاعمش کا جو نام آیا ہے محدثین نے لکھا ہے ھٰذا غلطٌ فاحشٌ (یہ فحش غلطی ہے) اصل میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو کذاب ہے۔

شاہ صاحب کے کلام پر نقد و جرح

شاہ صاحب گجراتی نے جو ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی پر گرفت کی ہے۔ راقم الحروف نے جب اس کو پڑھا۔ تو بے ساختہ زبان پر یہ شعر آیا۔

ے شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی — جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ ابو البختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ھ (ادخال الباغین صد ۲۵ - حالانکہ سعید بن فیروز المتوفی ۸۳ھ ہے دیکھئے (تقریب التہذیب صد ۱۲۵) "نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں" واضح رہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابو البختری کے نام سے مشہور ہوئے (ادخال الباغین) حالانکہ درست بات یوں تھی کہ، جو ابو البختری کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ کیونکہ نام اور کنیت میں فرق ہے جس کو اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں، زاذان، امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ، سلمہ بن کہیلؒ، اور ابو البختری سعید بن فیروز ایک زمانہ میں ہوئے سلمہ بن کہیل نے جو فرمایا۔ کہ زاذان سے ابو البختری بہتر ہے۔ اس سے ان کی مراد سعید بن فیروز ہے جو اس وقت موجود تھے۔ (ادخال الباغین) سلمہ بن کہیلؒ نے جو امام شعبہؒ کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ زاذان سے ابو البختری بہتر ہے تو اس وقت نہ تو زاذان موجود تھے۔ نہ ہی ابو البختری سعید بن فیروز موجود تھے۔ شاہ صاحب بے چارہ کو اسماء الرجال کی تاریخ سے کیا خبر وہ بیچارہ تو صرف واعظ ہے۔ "سُنیئے" سعید بن فیروزؒ کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی (کما مر)، زاذانؒ کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی (تقریب صد ۱۰۵) جبکہ امام شعبہؒ کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صد ۲۲۳) جب امام شعبہؒ، سلمہ بن کہیل المتوفی ۱۲۱ھ سے سوال کر رہے تھے۔ تو اس وقت سعید بن فیروز موجود نہ تھے۔ شاہ صاحب گجراتی کی تحقیق پر قربان جائیے ان جیسے محقق بے نظیر دنیا میں ناپید ہیں۔ ع یہ بلند مقام جس کو ملنا مل گیا

شاہ صاحب نے اپنی علمی حالت کو محسوس کرتے ہوئے اور عیش و عشرت کا خیال کرتے ہوئے کسی علمی کتاب لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ چنانچہ ادخال الباغین صد ۱ میں ہے۔ شاہ جی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ مومن کی جان جنّت میں اڑتی پھرتی رہتی ہے۔ جنت کے درختوں کے ساتھ لٹکتی پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ جس دن اللہ تعالیٰ بعث فرمائینگے۔ اس دن اس کے پہلے جسد عنصری کی طرف لوٹائیں گے۔ یہ حدیث امام احمدؒ نے امام مالکؒ سے بواسطہ شافعیؒ اور نسائی اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو۔ کہ کعبؓ اور ہذیل وغیرہ تو تابعی ہیں۔ الخ۔ (ندائے حق جزء اول از جلد اوّل ص ۹۸)

قارئین کرام! اندازہ کریں۔ کہ بیچارے نیلوی صاحب کو اتنا بھی علم نہیں۔ کہ کعبؓ بن مالک صحابی ہیں یا تابعی (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کعبؓ بن مالک صحابی ہیں۔ اور ان تین صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جن کی توبہ قبول کی گئی تھی قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر ہے وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا الآیۃ پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۸۔ شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔ یہ تین شخص کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بنا پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے الخ! تفسیر عثمانی ص ۲۶۶) امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ ان کعب بن مالک الانصاری وھو احد الثلاثۃ الذین تیب علیھم کان یحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال انما نسمۃ المؤمن طائر الخ (مسند احمد ص ۴۵۶ ج ۳) مگر نیلوی صاحب اتنے مشہور صحابی کو تابعی مان کر اس کی مرسل روایت کو حجۃ قرار دے رہے ہیں۔

بھیدا پنا واعظ کھلوایا عبث ﴿ دل جلوں کو تو نے گرمایا عبث

جھوٹ نمبر ۱۳

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بحث ۲۔ حدیث کے رواۃ پر بحث پھر اس کی سند پر غور کرتے ہیں۔ تو اس کے رواۃ میں کلام ہے چنانچہ مسند احمد میں اس کی سند اس طرح ہے اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحیٰی بن

گویا ہوئے ڈاکٹر صاحب کی طرف سے بھی کئی بار یہ پیغام ملا کہ اگر شاہ صاحب کو میری تحریروں سے اختلاف ہے۔ تو ملاقات کرنے کی بجائے کتاب کی شکل میں میرے اعتراضات کا جواب پیش کریں! لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحریروں کی کشمکش شیطان کی آنت کی طرح طول پکڑتی جاتی ہے بحثوں کا ایسا طویل سلسلہ چھڑ جاتا ہے۔ کہ ختم ہونے میں نہیں آتا الخ

جھوٹ نمبر ۱۱ حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً۔ ما من رجل یمرّ بقبر اخیہ المومن الخ

کے جواب میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن رجبؒ نے اس کو منکر کہا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم ہے۔ جو مسلم و ابوداؤد ونسائی وترمذی کا راوی ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں شیخ خزرجی نے اسے ضعیف کہا ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۵ وبمثلہ ص ۲۵۶ اور شفاء الصدور طبع اول ص ۶۷ کے حاشیہ میں ہے۔ اذ فیہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم روی عنہ مسلم بن الحجاج وابوداؤد والنسائی والترمذی وضعفہ الخزرجی فی خلاصۃ التہذیب ۱۲۔ نیز دیکھئے شفاء الصدور طبع دوم عربی ص ۱۲۹ وص ۱۴۰

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ یہ راوی حمید بن زیاد اس حدیث کی سند میں ہرگز نہیں ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی کا نتیجہ ہے۔ خود نیلوی صاحب نے اس حدیث کی سند۔ ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۷ تا ص ۲۵۸ میں ذکر کی ہے۔ مگر حمید بن زیاد کا نام موجود نہیں ہے (دروغ گورا حافظہ نباشد)

؎ ان کو سعی بے کار کا مزہ آیا — کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

جھوٹ نمبر ۱۲ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کان یحدّث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

انما نسمۃ المومن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ الی جسدہ یوم یبعثہ ھذا حدیث صحیح اخرجہ الامام احمد فی مسندہ عن الشافعی عن مالک والنسائی وغیرہ!

(الحاوی للفتاوی ص ۳۶۱ ج ۲)

عبد الجبار سکری حدثنا ابو عبد الرحمٰن المقری حدثنا حیوۃ بن شریح
عن ابی صخر عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ
الیّ روحی حتی ارد علیہ السلام (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۱۳۱)

قارئین کرام۔ مسند احمد ص ۵۲۷ ج ۲ میں سند کا خط کشیدہ حصہ بالکل نہیں ہے۔
نیلوی صاحب مخبوط الحواس ہیں۔ ان کو ہوش ہی نہیں۔ کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔

ناصح ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں — کیا سمجھتا عالم دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

جھوٹ نمبر ۱۴ حدیث اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ
کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس طرح مسند احمد جلد ۴ ص ۹
و ۱۰۴ میں بھی ہے (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۲۰۱)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ کہا ہے۔ مسند احمد کے مذکورہ
صفحات میں یہ حدیث نہیں ہے (دروغ گو را حافظہ نباشد)

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر — چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

جھوٹ نمبر ۱۵ نیلوی صاحب۔ حدیث مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ
کی توجیہ قتادہؒ سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔ اسی طرح
مسلم ص ۳۸۷ ج ۲ و مسند احمد ص ۱۰۴ ج ۳ و ص ۱۴۵ ج ۳ میں ہے (نداء حق جلد ثانی ص ۲۰۱)

قارئین کرام! قتادہؓ کی مذکورہ توجیہ جو نیلوی نے نقل فرمائی ہے۔ نہ تو صحیح مسلم ص ۳۸۷ ج ۲
میں ہے اور نہ مسند احمد ص ۱۰۴ ج ۳ میں ہے (دروغ گو را حافظہ نباشد)

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی — تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

جھوٹ نمبر ۱۶ نیلوی صاحب نے نداء حق جزء ثانی از جلد اول ص ۵۸ میں نقشہ بنا
کر امام عقیلیؒ کے واسطہ سے جو روایت آئی ہے اس کو یوں بیان کیا
ہے العقیلی۔ شیخ العقیلی احمد بن ابراہیم بن ملحان۔ العلاء بن عمرو الحنفی الخ

قارئین کرام! امام عقیلیؒ نے اس روایت کی سند میں احمد بن ابراہیم بن ملحان کا ذکر

تک نہیں کیا مگر نیلوی صاحب اس کا اضافہ کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بے چارہ سویا رہتا ہے۔ عقیلی کی سند کا بیان یوں ہے (ومن حدیثه ما حدثناه اسمٰعیل بن نبیل الخلال البغدادی حدثنا العلا ابن عمرو الخ الضعفاء الکبیر للعقیلی ط ۱۳۶ ج ۴۲)

؎ جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد صحرا ہماری آنکھ میں ایک مشتِ خاک ہے

جھوٹ نمبر ۱۷ نیلوی صاحب فرماتے ہیں مستدرک حاکم کی روایت ص سے حضرت عائشہ ؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات نقل کرنا کہ!

کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا واضع (نداء حق جلد ثانی ص ۱۷۱)

قارئین کرام۔ ہمارے استاذ مکرم، محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم نے یہ روایت نہ تو مستدرک حاکم سے نقل کی ہے اور نہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔ استاذ مکرم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۶ ص ۲۰۲ و مشکوٰۃ ص ۱۵۴ ج ۱ و قال الہیثمی رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ص ۳۷ ج ۹) سماع الموتیٰ ص ۳) مگر نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات مستدرک حاکم میں ہے (دروغ گو را حافظہ نباشد) نیلوی صاحب کی بات پر ایک شعر فٹ ہوتا ہے

؎ چہ خوش گفت سعدی در زر ا دی کنی مانند طفلاں خاک بازی

جھوٹ نمبر ۱۸ نیلوی صاحب! مذکورہ بالا روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جیسا ہی تو ہم پہلے سے کہہ رہے ہیں۔ کہ رافضی نے یہ روایت محض اس لئے وضع کی ہے تاکہ سُنیوں کو ہم طعن دے سکیں (نداء حق جلد ثانی ص ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ بولا ہے۔ یہ روایت کسی رافضی کی وضع کردہ نہیں ہے۔ بلکہ اہلسنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل ؒ نے اس کو مسند احمد ص ۲۰۲ ج ۶ میں روایت کیا ہے۔ جس کے تمام راوی ثقہ اور سُنی ہیں۔ مگر نیلوی صاحب صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ اور امام احمد ؒ کو رافضی بنا رہے ہیں (معاذاللہ) ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

جھوٹ نمبر ۱۹ نیلوی صاحب مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اور جو اس حدیث کی صحت پر زور دیتا ہے وہ سُنّی نما شیعہ ہے یا کم از کم شیعوں کا دست راست اور معاون ضرور ہے (ندائے حق جلد ثانی صـ ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب جوش جنوں میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس حدیث کی صحت پر امام اہلسنت امام احمد بن حنبلؒ نے اعتماد کیا ہے۔ اس لئے وہ اپنے مسند میں اس کو لائے ہیں خود نیلوی صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام احمدؒ جس حدیث کو مسند احمد میں لاتے ہیں وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ ندائے حق جزء ثانی از جلد اوّل صـ ۷۷ میں لکھتے ہیں مزید برآں یہ بات ہے۔ کہ امام احمد بن حنبلؒ کے براہ راست استاذ ہیں ابو معاویہ باوجود اس کے امام احمدؒ نے ابو معاویہ کی یہ روایت ذکر نہیں کی۔ اگر صحیح ہوتی۔ تو اس کی حدیث ذکر کرتے الخ

؎

جب خدا کے خوف سے آزاد ہو جاتی ہے قوم ۔۔۔ آپ اپنے ہاتھ سے برباد ہو جاتی ہے قوم

جھوٹ نمبر ۲۰ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور حقیقت دیکھو تو یہ روایت حاکم کی ہے اور اس کی روایت کو اس کے سوا کسی دوسرے محدث نے تصحیح نہیں کی (ندائے حق جلد ثانی صـ ۱۷۱)

قارئین کرام! نہ تو یہ روایت حاکم کی ہے اور نہ حاکمؒ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حاکمؒ نے جب یہ روایت ذکر ہی نہیں کی تو تصحیح کیسے۔ اگر نیلوی صاحب ہیں کہ جھوٹ بول کر لذّت محسوس کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ روایت مسند احمد صـ ۲۰۲ ج ۶ کی ہے جس پر امام احمدؒ نے اعتماد کیا ہے اور محدّث علامہ ھیثمیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں مگر پتہ نہیں نیلوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے

؎

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے ۔۔۔ اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

جھوٹ نمبر ۲۱ نیلوی صاحب: امام حاکمؒ پر جرح میزان الاعتدال سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔ اور میزان صـ ۲۰۲ ج ۲ میں ہے حاکم خبیث تھا اور اس روایت میں حضرت عائشہ رضؓ کے بارے میں یہ عمل بیان کیا۔ اور ساتھ ہی بخاری و مسلم

کی شرط پر کہہ کر تصحیح بھی کر دی (الیٰ ان قال) پس یہ روایت نہایت جھوٹی ہے اور کسی رافضی کی بنائی ہوئی ہے۔ جو کہ درپردہ اہلسنت ام المؤمنین عاصمہ رضی اللہ عنہا کی توہین جاری کرنا چاہتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک (نداء حق جلد ثانی ص ۱۷۲)

قارئین کرام! اولاً یہ کہ نیلوی صاحب نے میزان الاعتدال سے حاکمؒ کا رافضی خبیث ہونا تو نقل کیا ہے۔ مگر علامہ ذہبیؒ نے جو اس قول کی تردید کی ہے۔ اس کو چھوڑ دیا ہے میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھوُ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ نیلوی صاحب کی خیانت عظیمہ ہے وثانیاً اس حدیث کو نہ تو امام حاکمؒ نے روایت کیا ہے اور نہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہ نیلوی صاحب مخبوط الحواس کا جھوٹ محض ہے۔ وثالثاً یہ حدیث نہ تو جھوٹی ہے اور نہ کسی رافضی کی گھڑی ہوئی ہے (کمامر)

دل کو نہ بھائے تو پیغمبر کا ارشاد بھی غلط　　　دل کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا

جھوٹ نمبر ۲۲

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ (حدیث) کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن حجرؒ کے نزدیک یہ حدیث منکر ہے۔ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ص ۱۷۵ ج ۲ میں فرمایا حجاج بن اسود عن ثابت البنانی نکرة الخ۔ ندائے حق جزء ثانی از حاراوّل ص ۳۲ و نداء حق طبع اوّل ص ۲۵۶

قارئین کرام۔ نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ پر بہتان لگایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارت کو میزان الاعتدال سے نقل کر کے اس کی تردید کی ہے اور حدیث کی تصحیح کی ہے دیکھئے تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۱۳ و ص ۲۱۷ و ص ۲۱۸

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا　　　ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

جھوٹ نمبر ۲۳

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حالانکہ امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) میں بھی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اونٹنی بکری بھیڑ گائے بھینس کے تھنوں میں کئی روز دودھ بند رکھا گیا ہو سو جو ان کو خرید کر

لے۔ اس کے بعد خریدار کو بیچنے والے کے اس دھوکہ کا علم ہوا۔ تو وہ دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں مختار ہے الخ (نداء حق جلد ثانی ص ۲۹۹)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بہتان وافتراء باندھ دیا ہے۔ کہ کئی روز دودھ بند رکھا کرو (معاذ اللہ) یعنی دھوکہ دیا کرو۔ نیلوی صاحب سنئے! ؎

دنیا میں ڈھیٹ اور بے حیا اور بھی ہیں ۔۔۔ مگر سب پر سبقت لے گئی بیحیائی آپکی

جھوٹ نمبر ۲۴

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور جو لوگ اس حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کا راوی ابو معاویہ ہے وہ صرف ابو یعلی کا حوالہ دیتے ہیں۔ ابو یعلی کے سوا کسی محدّث کا نام نہیں لیتے (نداء حق جزء ثانی از جلد اوّل ص ۔)

قارئین کرام! یہ نیلوی صاحب کا خالص جھوٹ ہے کوئی محدّث بھی اس حدیث کا حوالہ ابو یعلی سے نہیں دیتا اور نہ ابو یعلی میں یہ حدیث موجود ہے۔ (دروغ گو را حافظہ نباشد) ؎

نحو غلط، املا غلط، انشاء غلط ۔۔۔ دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

جھوٹ نمبر ۲۵

نیلوی صاحب لکھتے ہیں "ابو مخنف لوط بن یحیی بن مخنف بن سلیمان ازدی مورّخ بھی اسی دور کا ہے جس نے بڑی بڑی کتابیں اپنے رفض کی اشاعت میں لکھ ماریں جن میں سے اس کی یہ مشہور کتابیں ہیں۔ کتاب الردہ، فتوح الشام، فتوح العراق، کتاب الجمل۔ کتاب الصفین کتاب النہروان، کتاب الغارات، مقتل علی، مقتل عثمان، مقتل حسین۔ مختار بن عبید، کتاب الشوریٰ، وقعتہ الحرہ وغیرہ! اس کا دادا مخنف حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھا الخ (نداء حق جزء اوّل از جلد اول ص ۳۴۳)

قارئین کرام! نیلوی صاحب بے چارہ مخبوط الحواس ہے۔ اوّلاً تو نیلوی نے ابو مخنف لوط بن یحیی کا نسب نامہ صحیح بیان نہیں کیا۔ صحیح یوں ہے۔ ابو مخنف

لوطؒ بن یحیٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الذی یروی الاخبار (تہذیب التہذیب ص۲۸ ج ۱۰)
یہ مشہور اخباری ہے وثانیاً فتوح الشام عربی میں ہے یہ واقدی کی تصنیف ہے اور
اس کا ترجمہ اردو۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اور

مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے

جھوٹ نمبر ۲۶

نیلوی صاحب۔ امام ترمذیؒ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں
عتاب بن اسید ۱۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن مسیب ۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تو سعید کی روایت عتاب سے منقطع ہوگی۔ مگر امام ترمذی نے حسنؒ غریبؒ کہا۔ ص۱۴۲ (نداء حق طبع اول ص۲۰۰ تا ص۲۰۵ و نداء حق جزء ثانی از جلد اول ص۳۱۵

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہاں بھی جھوٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ عتاب بن اسیدؓ ۱۲ھ میں ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ ہاں واقدی کذاب کی ایک روایت ہے۔ کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ اسی دن یہ صحابی حضرت عتابؓ بن اسید بھی فوت ہوئے تھے۔ لیکن امام طبرانیؒ فرماتے ہیں۔

کہ عتابؓ بن اسید ۲۱ھ میں مکہ مکرمہ پر عامل تھا حضرت عمرؓ کی طرف سے (تقریب ص۲۳۳) اور حضرت صدیق اکبرؓ ۱۳ھ میں فوت ہوئے ہیں نہ کہ ۱۲ھ میں سعید بن مسیب عن عتابؓ کی روایت کو صرف امام ترمذی حسنؒ غریب نہیں فرماتے بلکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ وحدیث سعید بن المسیب عن عتاب بن اسید اصح (ترمذی باب ماجاء فی الخرص ابواب الزکوٰۃ) ص۵

گھائل تیری نظر کا نہ ہو ع دگر ہر ایک ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ نہیں ہے

جھوٹ نمبر ۲۷

نیلوی صاحب۔ سعد بن ابراہیمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں
۱۶۶ھ میں فوت ہوئے (نداء حق جزء ثانی از اول ص۱۰۷

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ مات سنۃ خمس وعشرین وقیل بعدھا ‌‌ تقریب ص۱۱۷ کہ یہ

راوی سنہ ۱۲۵ھ یا اس کے بعد فوت ہوا ہے

ان کنت تدری فتلک مصیبۃ   وان کنت لاتدری فالمصیبۃ اعظم

جھوٹ نمبر ۲۸ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ۱ اوس بن اوس ۲ ابوالدرداء ۳ عائشہ صدیقہ ۴ جابر بن عبداللہ ۵ ابوہریرہ ۶ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو مٹی نہیں کھاتی (ندائے حق جزء ثانی از جلد اوّل ص ۲۰۸)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کا نام اس سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت عائشہ رضہ سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت حضرت جابر رضہ، حضرت ابوہریرہ رضہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے بھی صراحۃً کوئی ایسی روایت مروی نہیں ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہو ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے   آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

جھوٹ نمبر ۲۹ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بیہقی رح ایک مقام پر لکھتے ہیں فی ہذا الاسناد قوم مجہولون ولم یکلفنا اللہ تعالیٰ ان نأخذ دیننا عمن لانعرفہ، (کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷ (ندائے حق ص ۲۳۱ ج ۲)

جواب۔ یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ محض ہے۔ امام بیہقی رح نے کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷ میں یہ بات ہرگز نہیں لکھی۔ اگر نیلوی صاحب کے پاس کتاب المعرفۃ موجود ہے تو اس صفحہ کی فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس بھی بھیج دیں شکریہ کے ساتھ وصول کی جائے گی۔ نیز امام بیہقی رح نے جس کتاب میں یہ بات لکھی ہے۔ اس میں وہ امام شافعی رح سے ناقل ہیں۔ یہ کلام امام بیہقی کا اپنا نہیں ہے۔ واہ نیلوی صاحب واہ! ؎

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے   فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

جھوٹ نمبر ۳۰ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حافظ ابن اثیر نے الاصابہ ج ۲ ص ۶۹ میں یہ بیان فرمایا ہے (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷)

جواب۔ اب تک تو ہم نے یہی سنا تھا۔ کہ الاصابہ حافظ ابن حجر رح کی تصنیف ہے

خدا معلوم! نیلوی صاحب نے الاصابہ کو ابن اثیرؒ کی طرف منسوب کیوں کر دیا ہے۔ شاید جھوٹ بولنا ان کی قسمت میں درج ہو چکا ہے۔ جس سے بچنا اس کے بس میں نہیں ہے

قسمت کیا ہر ایک کو قسّام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

جھوٹ نمبر ۳۱

نیلوی صاحب حضرت عبد الرحمٰن رحؒ بن ابی لیلیٰ کے قول کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے

قلنا لا یصح فان من الاحادیث الموضوعۃ باسناد واحد احادیث الشیخ المعروف بابن ابی الدنیا (الموضوعات الکبیر ملا علی القاری ص ۸ شفاء الصدور طبع اول ص ۷۶ وطبع ثانی عربی ص ۱۳۴) ترجمہ ہم کہتے ہیں۔ کہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابن ابی الدنیا کی احادیث جو ایک سند سے مروی ہوتی ہیں من گھڑت ہیں۔

جواب! یہ ابن ابی الدنیا جس کو ابو الدنیا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اور ہے جس کے متعلق لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت علیؓ کا زمانہ پایا ہے۔ اور آپ کی سواری کی رکاب پکڑی تو رکاب نے اس کو زخمی کر دیا۔ جیسا کہ ملّا علی قاریؒ نے ذکر فرمایا ہے علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۳ ج ۳ میں فرماتے ہیں۔ (۵۵۰۰) عثمان بن خطاب ابو عمرو البلوی المغربی ابو الدنیا الاشج ویقال ابن ابی الدنیا (پھر علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ شخص اہل بغداد کے پاس آیا اور حیاء کی کمی کی باعث تین سو سال کے بعد حضرت علیؓ سے روایت بیان کرنا شروع کر دیا۔ محدثین کرامؒ نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ جس کی وجہ سے شرمندہ و رسوا ہوا۔ اس راوی سے روایت کرنے والا المفید (راوی) وغیرہ ہیں خطیب بغدادیؒ نے فرمایا۔ کہ علمائے حدیث اس کی بات کو ثابت نہیں مانتے۔ یہ ابو الدنیا ۳۲۷ھ میں فوت ہوا۔ المفید راوی نے کہا۔ کہ میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ میں صدیق اکبرؓ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا ہوں اور حضرت علیؓ کی مادہ خچر کی رکاب جنگ صفین میں پکڑی ہے اور لمبا قصہ بیان کیا (پورا قصہ لسان المیزان ص ۱۳۵ ج ۴ میں ہے) نیز علامہ ذہبیؒ میزان ص ۱۴۵ ج ۳ میں فرماتے ہیں۔

(۵۸۹۰) علی بن عثمان الاشیجؒ ابو الدنیا وقیل حطان وقیل غیر ذالک کذاب یأتی فی الکنی ۔ کہ یہ شخص بہت بڑا جھوٹا ہے ۔ اس کا مزید ذکر کنی میں آئے گا ۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس ابو الدنیا کا ذکر سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۱۷۵ ج ۱ میں کیا ہے ۔ نیز دیکھئے الاعلان بالتوبیخ للسخاویؒ ص ۱۵۹ ۔ لیکن نیلوی صاحب نے کمال ہی کر دیا ۔ کہ ایک ثقہ اور صدوق محدث عالم کو اور اس کذاب کو ایک ہی بنا دیا ہے حالانکہ جس روایت کا نیلوی صاحب جواب دے رہے ہیں ۔ اس کی سند میں ابن ابی الدنیا محدث اور ثقہ راوی ہیں جس کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں ۔ ابن ابی الدنیا محدث العالم الصدوق (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۲۴ ج ۲) اس محدث نے کئی کتابیں حدیث و تاریخ میں تصنیف فرمائی ہیں ۔ جن میں کتاب القبور بھی ہے ۔ اور ابن ابی الدنیا سے جو حوالے اہل قبور کے بارے میں نقل کئے جاتے ہیں ۔ اس سے مراد یہی محدث ہوتا ہے ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ص ۴۳۸ ج ۳ تا ص ۴۳۹ میں اور ابن قیمؒ نے زاد المعاد ص ۱۱۳ ج ۱ اور کتاب الروح میں اسی محدث کی روایتیں بیان فرمائی ہیں ۔ علامہ زبیدی ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔ قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جید (اتحاف السادۃ المتقین ص ۳۶۲ ج ۱۰) کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ یہ محدث ابن ابی الدنیا ، امام ابن ماجہؒ کا استاد بھی ہے دیکھئے (تہذیب التہذیب ص ۹ ج ۱۲) (لطیفہ) خود نیلوی صاحب نے اس محدث ابن ابی الدنیا کی روایتیں ندائے حق جزء اول ص ۷۵ و ص ۷۶ میں نقل فرمائی ہیں ۔ اور ندائے حق جلد ثانی کے ص ۲۶۲ میں فرماتے ہیں اور ابن ابی الدنیا کی کتب کا شمار طبقہ رابعہ میں ہے ۔ بہر حال راقم الحروف نے نیلوی صاحب کو وہاں تک پہنچا دیا ہے ۔ جہاں یہ مصرعہ صادق آتا ہے ۔

ع ۔۔۔۔۔ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید

جھوٹ نمبر ۳۲

حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران کا نیلوی صاحب یہ جواب دیتے ہیں ۔ وان کان ضعیفاً ولان حسین بن نجیح الجعفی الکوفی ذکرہ الطوسی من رجال الشیعۃ من الرواۃ عن

جعفر الصادق کما فی لسان المیزان صـ ۳۰۲ ج ۲) ضیائے حق صـ ۱۸

جواب - اس حدیث کی سند میں حسین بن نجیح واقع ہی نہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی ہے۔ ترمذی صـ ۲۰۷ ج ۲ و مشکوٰۃ صـ ۴۷۵ میں یہ حدیث موجود ہے۔ لیکن سند میں یہ راوی نہیں ہے۔ خود نیلوی صاحب کی کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسین بن نجیح اس حدیث کی سند میں نہیں ہے۔ دیکھئے ندائے حق طبع اوّل صـ ۳۲۶

جھوٹ نمبر ۳۳ حسین بن علی بن نجیح الجعفی الکوفی کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ شیعہ ہے ندائے حق طبع اوّل صـ ۳۲۶ و ندائے حق جزء اوّل صـ ۲۸۸)

جواب - یہ راوی شیعہ نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ کا دشمن ہے دیکھئے میزان الاعتدال صـ ۱۱ ج ۲ ترجمہ سالم بن ابی حفصہ۔ یہ راوی صحاح ستّہ کا مرکزی راوی ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حسین بن علی جعفی اگرچہ فی حدّ ذاتہٖ ثقہ۔ صالح۔ صدوق اور صحاح ستّہ کا راوی ہے (ندائے حق جزء اوّل صـ ۳۰۰) نیز نیلوی صاحب نے ندائے حق جزء ثانی صـ ۲۰۱ تا صـ ۲۰۸ میں بہت سے محدثین کرام ؒ سے اس راوی کی حدیث کے صحیح ہونے کے حوالے نقل کئے ہیں۔ اگر طوسی نے اس کو شیعہ راویوں میں شمار کر دیا ہے جو امام جعفر صادق ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ راوی شیعہ ہے۔ کیونکہ شیعہ کتابوں میں تو حضرت جعفر صادق ؒ، حضرت محمد باقر ؒ، حضرت زین العابدین ؒ، حضرت حسن رضؓ، حضرت حسین رضؓ، حضرت علی رضؓ کا ذکر بھی ہے۔ تو کیا یہ حضرات نیلوی صاحب کے نزدیک شیعہ ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) علامہ سیوطی ؒ فرماتے ہیں۔ کہ سنن بیہقی میں ہے۔ کہ عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی ؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے میرے ماموں حسین جعفی ؒ نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کا نام ذوالنورین کیوں رکھا گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں تو حسین جعفی ؒ نے فرمایا۔ کہ جب سے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے کسی شخص نے بھی نبی (علیہ السلام) کی دو بیٹیوں کو اپنے نکاح میں جمع نہیں کیا!

سوائے حضرت عثمان رضؓ کے۔ اس لئے انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ دیکھئے! تاریخ الخلفاء عربی صـ ۱۴۹۔ نیلوی صاحب توبہ کر لو الٹے کام چھوڑ دو۔ انشاء اللہ آخرت سنور جائے گی۔ ورنہ تو پھر یاد رکھنا ؎

ہم الٹے بات الٹی یار الٹا ۔۔۔ بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا

جھوٹ نمبر ۳۴ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں (فتح الرحمن ۳۶ ور دِ منکرات صـ ۳۵)

جواب۔ حضرت ابن المبارکؒ ۱۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ جبکہ امام بخاریؒ تقریباً ۱۳ سال کے بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ نیلوی صاحب امام عبداللہ بن المبارکؒ کو امام بخاریؒ کا استاد بنا رہے ہیں۔ نیلوی صاحب پر بہت افسوس ہے ؎

طوق زریں ہمہ در گردن خرمے بینم ۔۔۔ اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان

جھوٹ نمبر ۳۵ امام صاحبؒ کے شاگرد بشر مریسی نے کہا گدھا حلال ہے (فتح الرحمن صـ ۶۶)

جواب۔ بشر مریسی نے جو گدھا کے حلال ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نیلوی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ (۲) بشر مریسی امام ابوحنیفہؒ کا شاگرد بھی نہیں ہے۔ بلکہ امام ابو یوسفؒ کا شاگرد ہے (۳) نیز امام ابو یوسفؒ اس کو سزا دیتے تھے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اس کو کافر قرار دیتے تھے۔ دیکھئے (کتاب السنۃ لعبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ) نیلوی صاحب نے امام اعظم کی توہین کرنے کے لئے بشر مریسی کو ان کا شاگرد بنا دیا۔ لیکن پھر بھی دعویٰ حنفی ہونے کا قائم ہے ؎

لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا ۔۔۔ شیشۂ مے بغل میں پنہاں ہے

جھوٹ نمبر ۳۶ سعید بن مسیب ۸۳ھ میں فوت ہوئے (انوار الحق جزء ثانی صـ ۱۴۲)

جواب۔ ۹۵ھ میں فوت ہوئے ہیں (ترمذی ابواب العلم صـ ۹۶ ج ۲)

ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

جھوٹ نمبر ۳۷ ابن عباس ۶۳ھ میں طائف میں فوت ہوئے (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۴۲)

جواب ۔ ۶۸ھ یا ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۷۸ ج ۵)، نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔

ع : قبیح رونے سے چپ رہنا ہی اچھا ہے (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۵۵)

جھوٹ نمبر ۳۸ حدیث اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں چلتے رہتے ہیں۔ میری امت کے جانب سے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دمن گھڑت حدیث ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۸۳)

جواب ۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام احمدؒ نے مسند ص ۳۸۷ ج ۱ وص ۴۴۱ ج ۱ میں امام نسائیؒ نے سنن نسائی ص ۱۴۳ ج ۱ میں امام حاکمؒ مستدرک ص ۴۲۱ ج ۲ میں (امام حاکمؒ وعلامہ ذہبیؒ دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے) امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ، مصنف ص ۵۱۷ ج ۲ (طبع دکن ہند) امام عبداللہ سنن دارمی ص ۲۲۵ ج ۲ میں علامہ الہیثمیؒ موارد الظمآن ص ۵۹۴ میں، صاحب مشکوٰۃ۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۶ میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے الرد علی الاخنائی ص ۲۵۱ میں فرمایا۔ وہ احادیث صحیح ہیں۔ جن میں مروی ہے۔ کہ آپؐ پر صلوٰۃ وسلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۸۶) نیلوی صاحب اسی حدیث کے بارے میں ناصر الدین البانی غیر مقلد سے اس کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص ۵۹) علامہ ابن الہادیؒ فرماتے ہیں۔

من طرق مختلفۃ باسانید صحیحۃ لاریب فیھا (الصارم المنکی ص ۲۶۵ مطبوعہ لاہور)

یہ حدیث مختلف واسطوں سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ جس کی صحت میں شک نہیں۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں۔ رواہ احمد والنسائی والدارمی وابونعیم والبیہقی والخلعی وابن حبان والحاکم فی صحیحھا وقال صحیح الاسناد۔

القول البدیع صہ ۱۵۳) علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں۔ کہ سند صحیح ہے (وفاء الوفاء صہ ۴۰۴ ج ۲) علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح (السراج المنیر صہ ۵۱۸ ج ۱) علامہ ھیثمیؒ فرماتے ہیں رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد صہ ۲۴ ج ۹) علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں وہذا اسنادٌ صحیحٌ (جلاء الافہام صہ ۲۳) نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں۔ اخرجہ النسائی وابن حبان والحاکم فی المستدرک وقال صحیحٌ واقرہ الذھبی وصححہ ابن حبان وقال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح واخرجہ ایضاً احمد فی المسند (نزل الابرار صہ ۱۶۲)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ کہ ان تمام حضرات کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر نیلوی صاحب اس کو من گھڑت لکھتے ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) یہی وجہ ہے کہ ہمارے استاذ محترم نے نیلوی صاحب کو تسکین الصدور طبع دوم صہ ۵۶ میں " مؤلف مذکور کا پرویزی ذہن کے الفاظ سے تعبیر کیا تھا۔ (فقد اصاب فیما قال) ؎

آج اس بزم میں ہم آگ لگا کر اُٹھے — یاں تک روئے کہ ان کو بھی رُلا کر اُٹھے

جھوٹ نمبر ۳۹

ہمارا ذہن بفضل اللہ تعالیٰ اہل سُنۃ والجماعۃ کا ہی ذہن ہے اور والعیاذ باللہ پرویزی ذہن نہیں۔ جیسے آپ نے ناحق کا طعن مجھ کو دیا ہے۔ خدا کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ آپ اس جرم کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب کی خلاف ورزی کی ہے۔ میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں نے تو آپ کے الفاظ معاف ہی کر دیئے (ندائے حق صہ ۳۵۸ ج ۲)

جواب ۔ نیلوی صاحب جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ۔ آپ نے یہ الفاظ معاف نہیں کئے۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں۔ ہاں اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں (ندائے حق جزء اوّل صہ ۱۵) ؎

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں — ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۴۴ نیلوی صاحب لکھتے ہیں یعنی میں نے امام صاحب (احمد) سے یزید اور ابن حرملہ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں تو ان کے پاس بھی جانا نہیں چاہتا (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۲)

جواب ۔ نیلوی صاحب! آپ قابل رحم ہیں۔ جناب کو ما اقربھما کا معنی بھی معلوم نہ ہو سکا۔ بہت افسوس ہے۔ امام احمدؒ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ جبکہ یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ کی وفات ۱۲۲ھ میں (تقریب ص ۳۸۱) اور ابن حرملہؒ کی وفات ۱۴۵ھ میں (تہذیب ص ۱۶۱ ج ۶)

اب اگر آپ والا معنی ما اقربھما (میں تو ان کے پاس بھی جانا نہیں چاہتا) لیا جائے تو کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ ان دونوں حضرات کے زمانہ کو امام احمدؒ نے نہیں پایا۔ اگر نیلوی صاحب آپ یہ تاویل کریں۔ کہ پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے۔ کہ ان حضرات سے روایت نہیں لی تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ مامن احد یسلم علیّ (الحدیث) مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷ میں یزید بن عبداللہ بن قسیط کی سند سے مروی ہے۔ فلہذا آپ اپنی جہالت پر ماتم کریں۔ محترم نیلوی ما اقربھما صیغہ تعجب کا ہے۔ متکلم کا نہیں ہے (معنی یوں بنیگا (کیا ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ دیکھئے ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱ باب ماذکر فی الشرب بنفسین و تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۱۴ و ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳ سورۃ الطور و تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۸۸ و ترمذی کتاب العلل ج ۲ ص ۲۳۷ و تحفۃ الاحوذی ص ۳۹۸ ج ۴ و تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۔ نیلوی صاحب جو معنی آپ نے ما اقربھما کا کیا ہے۔ وہی معنی آپ کے لائق شاگرد نے آئینہ تسکین الصدور ص ۵۷ میں کیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوب ؎

قیامت خیز افسانہ ہے پُر درد غم میرا
نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے بقایا جھوٹ حصہ دوم میں ملاحظہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب آخر میں ایک بہت بڑا جھوٹ پیش کیا جاتا ہے جو کئی جھوٹ کا مجموعہ ہے (مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا (حدیث شریف)

ایک زبردست جھوٹ

موجودہ جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام افراد یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے قلیب بدر (سماع موتیٰ) والی روایت پیش کی۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ نے قرآن مجید کی آیت انک لا تسمع الموتیٰ پڑھ کر ابن عمر کی روایت کو رد کر دیا۔ سب صحابہ کرامؓ نے حضرت عائشہ کی بات کو سنا۔ لیکن خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی خاموش رہے۔ فلہذا عدم سماع موتیٰ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا۔ اور اس کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (۵) اور یہ جو کہا ما انتم باسمع منھم۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ واقعہ کسی وقت حضرت عائشہؓ کو سنایا۔ تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رد کر دیا۔ اور فرمایا کہ یا تم نے سنا نہیں یا سمجھا نہیں جیسا تم کو بکاء علی المیت کے مسئلہ میں غلطی لگی ہے۔ ایسی ہی آج بھی اس مسئلہ میں تمہیں غلطی لگی ہے۔ کیونکہ جب قرآن شریف میں آتا ہے مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن مجید کے خلاف کیسے فرما سکتے ہیں الخ (ندائے حق ص ۱۳۵/۲۶)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت میں کئی جھوٹ بولنے کا ارتکاب کیا ہے

جھوٹ نمبر ۱ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا براہ راست یہ حدیث سنانا حضرت عائشہؓ کو اس کا ذکر بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے

جھوٹ نمبر ۲ حضرت عائشہؓ کا حضرت ابن عمرؓ کو خطاب کر کے جواب دینا کہ تم کو غلطی لگی ہے۔ یہ بھی نہ تو بخاری میں ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ہے

سوال ۔ نیلوی صاحب نے یہ جھوٹ خود نہیں بولے۔ بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی صحیح بخاری کی تقریر والی کاپی سے نقل کئے ہیں۔ جو مولانا عطاء محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ

تعلیم القرآن میانوالی کے پاس تھی ۔

جواب ۔ مولانا عطاء محمد صاحب علّامہ عثمانی کے شاگرد نہیں ہیں ۔ فلہٰذا ایسی کاپی کا کیا اعتبار ہے ۔ جبکہ نیلوی صاحب کے ہاں مطبوعہ کتابوں میں بھی تحریف واقع ہو چکی ہے اور باغی اس میں گھس کر اپنی کاروائی کر چکے ہیں ۔ نیلوی صاحب بزرگوں کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرتے رہتے ہیں ۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے ۔ مثلاً حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رح کی طرف سے نیلوی صاحب ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں ۔ کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کر مُردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں سے اور انہیں کانوں کے ساتھ سُنتا اور دیکھتا ہے اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے ۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ ۔ یہ فتوےٰ بھی بالکل جھوٹا ہے ۔ نیلوی صاحب نے خود بنا کر حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے ۔ اس کی مکمل تردید تو بعد میں آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ مگر چند چیزیں یہاں بھی ذہن نشین کرلیں ۱ ۔ فتویٰ پوچھنے والا کون تھا ۔ اس کا نام درج نہیں ہے ۔ کہ کون تھا ۔ نتھو تھا یا پھتو تھا

۲ ۔ کفایت المفتی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رح کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے ۔ اس میں بھی یہ فتویٰ درج نہیں ہے ۔ اسی طرح حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے متعلق نیلوی صاحب نے ایک عبارت منسوب کی ہے ۔ جو ان کی وفات کے بعد میدان تحریر میں لائی گئی ہے ۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ آیت انک لاتسمع الموتیٰ کی تشریح بطرز دیگر از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں رحمہ اللہ الرحمٰن وجعل مثواہ الجنان (نداء حق جلد ثانی ص۱۴۲) پھر نیلوی صاحب شیخ القرآن سے نقل کرتے ہیں ۔ پس حق یہی ہے ۔ کہ سماع موتیٰ بالکل نہیں اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتیٰ پر دال نہیں ہے ۔ بلکہ سماع موتیٰ لوگوں کے لئے منجرّ الی الشرک ہے ۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۱۴۳) قارئین کرام ! یہ شیخ القرآن کی عبارت نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ یہ تفسیر جواہر القرآن جلد دوم ص۹۰۲ کی تحقیق کے بالکل مخالف ہے ۔ نیلوی صاحب کو تفسیر جواہر القرآن کی اس تحقیق سے بہت پرانا دکھ ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔ باوجود ان قطعی

دلائل کے ہمارے بعض معاصرین کا مطلقاً یہ لکھ دینا کہ اس مسئلہ میں عہد صحابہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ تحقیق کے خلاف بھی ہے اور اجلہ اکابر کے خلاف بھی ہے اور زمانۂ حال کے نامناسب بھی ہے (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۸)، اس لئے نیلوی صاحب نے ایک جھوٹی عبارت اپنی طرف سے بنا کر شیخ القرآن کے ذمہ لگا دی ہے تاکہ شیخ القرآن کے فرزند حضرت مولانا قاضی احسان الحق مدظلہ کو گمراہ کیا جا سکے۔ اور اس جھوٹی عبارت کی مدد سے تفسیر جواہر القرآن کی عبارت و تحقیق کو تبدیل کیا جا سکے۔ جیسا کہ سجاد بخاری صاحب اس کے مریض ہیں۔ چنانچہ سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک ضروری توضیح" بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دورِ صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ لیکن احقر راقم کو تفسیر جواہر القرآن (سورہ روم) اور پھر اقامۃ البرہان (ص ۶۷) میں خود بھی لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تأمل رہا ہے۔ زمانِ صحابہؓ میں اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا۔ اسی وقت ہی اس پر دورِ صحابہ میں بھی اختلافی ہونے کا حکم لگایا گیا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲۷) پھر سجاد صاحب ص ۲۸ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے قلیب بدر والی حدیث کی توجیہ فرمائی۔ اور اس سے سماع موتی ثابت کرنے کا راستہ بند کر دیا۔ اگر یہ مسئلہ اس دور میں اختلافی صورت اختیار کر چکا تھا۔ تو قائلین سماع نے حضرت عائشہ کی توجیہ و تاویل کا کیوں جواب نہ دیا۔ بعد والوں نے تو اتنے ڈھیر سارے جواب سوچ لئے۔ مگر حضرات صحابہؓ کو اس کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ صحابہ کرامؓ کا سکوت ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ان کے یہاں اس مسئلہ میں اختلاف موجود نہیں تھا۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتمّ و احکم احقر الوری سجاد بخاری ۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ قارئین کرام! مماتی حضرات کی کتابوں کی صرف عبارتیں ہی نہیں بدلتیں بلکہ ان بیچاروں کے عقائد بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اس کا آگے بیان آرہا ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

ابھی کیا ہے ابھی تو ابتدا ہے دیکھتے جاؤ ہمارے حال پر یاروں کے احسان اور بھی ہونگے

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن پر ایک اور بہتان
نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ اور امام مسلمؒ نے خطبہ میں لکھا ہے کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۱۴۲)

نیلوی صاحب نے یہ بھی شیخ القرآن پر جھوٹ وبہتان باندھا ہے۔ یہ عبارت بھی شیخ القرآن کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ شیخ القرآن نہ تو مقدمہ مسلم سے ناواقف تھے اور نہ صحیح مسلم سے ناواقف وہ ایسی جھوٹی بات کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ محض نیلوی صاحب کی کاردائی ہے اور شیخ القرآن کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ صحیح مسلم ص۱۷۴ میں ہے کہ امام مسلم کے شاگرد ابوبکر بن اخت ابی النضر نے امام مسلم سے پوچھا۔ فحدیث ابی هریرة قال هو صحیح یعنی واذا قرأ فانصتوا فقال هو عندی صحیح فقال لم لم تضعه هاهنا قال لیس کل شئ عندی صحیح وضعته هاهنا انما وضعت هاهنا ——— ما اجمعوا علیه

ترجمہ۔ پس حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ امام مسلم نے جواباً فرمایا۔ ہاں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ شاگرد نے پھر عرض کیا۔ کہ آپ نے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو روایت کیوں نہ کیا۔ امام مسلم نے فرمایا۔ کہ میرے نزدیک جو حدیثیں صحیح ہیں۔ وہ سب میں نے صحیح مسلم میں درج نہیں کیں۔ میں نے صرف وہ حدیثیں روایت کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! امام مسلمؒ کی اس عبارت سے صاف واضح ہے۔ کہ امام مسلمؒ نے بہت سی صحیح حدیثیں صحیح مسلم میں ذکر نہیں فرمائیں۔

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن کی طرف منسوب کرکے یہ کہنا۔ کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ کتنا بڑا دجل اور فریب ہے۔ مقدمہ مسلم ص۵ میں امام مسلمؒ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کذاب وضاع اور ضعیف قسم کے راویوں کی روایتیں میں نے صحیح مسلم میں روایت نہیں کیں۔ اس عبارت اور نیلوی صاحب کی منسوب کردہ عبارت میں زمین وآسمان کا فرق ہے

ع ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

بہر حال نیلوی صاحب جو

سازش ومنصوبہ تیار کریں۔ اس کا ہمیں علم ہو جاتا ہے

بہر رنگیکہ خواہی جامہ مے پوش   من انداز قدت را مے شناسم

قارئین کرام! اصل مسئلہ چل رہا تھا۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سماع موتی والی کا جواب حضرت عائشہ نے دیا تو ابن عمرؓ بھی خاموش رہے اور باقی صحابہ کرامؓ بھی خاموش رہے۔ یہ مماتی حضرات کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ اب ان حضرات کو اس کی دلیل دینی پڑے گی۔ کہ مجمع صحابہ میں ابن عمرؓ کو حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ تو سب صحابہ خاموش رہے۔ نیلوی صاحب نے یہ جھوٹا دعویٰ کئی مقامات پر کیا ہے۔ دیکھئے ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۲ و ص ۱۶۴ و ص ۱۸۶ و ص ۱۸۷ و ص ۳۱۶ و ص ۳۳۲ و ص ۳۴۸ مگر نیلوی صاحب نے ایک عجیب بات لکھ دی ہے۔ جس سے اس دعویٰ کی ساری جھوٹی عمارت ہی گر جاتی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی پوچھتا ہے کہ یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ اگر ام المومنین کو حدیث کی نص نہیں پہنچی۔ تو آیات قرانی کس غرض کے لئے پڑھ رہی ہیں۔ اور صحیح بخاری کی اس عبارت کے کیا معنی ہوں گے ذکر عند عائشہ ان ابن عمرؓ رفع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو اس کے معنی یہی سمجھتے ہیں کہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آگے کسی نے ذکر کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت بیان فرمائی ہے۔

اب اس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت ام المومنینؓ کے پاس یہ حدیث کسی واسطہ سے ملی ہے اور واسطہ صحابیؓ ہو گا یا تابعی اگر صحابیؓ تھا۔ تو الصحابۃ کلھم عدول کے قاعدہ کے مطابق ان کو صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچی ہے۔ جن کی صحت میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تابعی کے ذریعے پہنچی۔ تب بھی وہ ثقہ اور معتمد علیہ تھا جس پر اعتماد کر کے حضرت ابن عمرؓ جیسی ہستی کی طرف وہل کی نسبت فرما رہی ہیں۔ دیکھو مسلم ص ۳۰۳ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۲) قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ نہ تو صحابہ کرامؓ کا مجمع دجم غفیر جمع تھا۔ اور نہ ابن عمرؓ موجود تھے۔ اور نہ حضرت عائشہؓ نے صحابہ کے مجمع میں ابن عمرؓ کی تردید کی ہے مگر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ

کے واعظین خانہ خدا (مسجد) ہیں اور کلام اللہ (قرآن مجید) کے سامنے یہ جھوٹ بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام رضؓ کے مجمع میں ابن عمرؓ کی حضرت عائشہؓ نے تردید کی تو ابن عمرؓ سمیت سب صحابہؓ خاموش رہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) ان لوگوں کو نہ تو خوف خدا ہے نہ فکر آخرت ہے ؎

افسانوں کو دیتے ہیں حقیقت کے مراتب — اور جو ہے حقیقت اُسے کہتے ہیں فسانہ
چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری ہیں یہ ظالم — باپ ان کا زمانہ ہے یہ ہیں ابن زمانہ

سوال ۔ نیلوی صاحب نے ایک مقام پر ایسی عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے ان کے سامنے ابن عمرؓ کی روایت سماع موتیٰ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اب ہدایہ کی شروح اٹھا کر دیکھیں عنایہ وکفایہ۔ عنایہ شرح ہدایہ اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے **لما بلغ ھذا الحدیث** عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کذبتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور۔ یعنی جب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو بدر کے مردوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کلام ہونے کی حدیث پہنچی تو صاف فرمایا کہ لوگو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے اور آپ پر اتہام لگاتے ہو۔ الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۹ و شفاء الصدور طبع اول ص ۴۵)

جواب ۔ نیلوی صاحب نے یہ جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ روافض کو خوش کرنے کے لئے تاکہ روافض یہ کہہ سکیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام (معاذ اللہ) جھوٹے تھے۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کو جھوٹا کہہ رہی ہے۔

نیلوی صاحب نے جان بوجھ کر ایسی جھوٹی و من گھڑت روایت نقل کر دی ہے تاکہ روافض کو صحابہ کرامؓ پر حملہ کرنے کی مزید جرأت پیدا ہو جائے۔ ورنہ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ ذیل کی کتب میں احادیث موضوعہ کی بھرمار ہے (الیٰ ان قال) ۵۔ احادیث صاحب نہایہ و سائر شراح ہدایہ (رق منشور ص ۱۰۸) نیلوی صاحب جو جی میں آئے کہتے جاؤ۔ ع ۔ بے حیاء باش و ہرچہ خواہی کن۔ پھر کفایہ شرح

ہدایہ کے مصنف کے بارے کہ کون ہے۔ اس میں اختلاف ہے (ندائے حق جزاول ص۴۸)

پھر نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے

کہ عنایہ شرح ہدایہ میں یہ روایت ہے۔ حالانکہ یہ جھوٹی ومن گھڑت روایت عنایہ کے حاشیہ میں ہے۔ نہ کہ عنایہ میں (دیکھئے حاشیہ عنایہ مع فتح القدیر ص۱۰۱ ج۴)

دید لیلیٰ کے لئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

سوال ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ محترم مولانا صاحب نے سماع الموتی ص۲۹۴ میں لکھا ہے۔ وہ حضرات صحابہ کرامؓ بدستور زور وشور کے ساتھ سماع موتی کی حدیثیں بیان کرتے رہے۔ کیا آپ اس کا تاریخی ثبوت دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ابن عمرؓ کی حدیث کس سنہ میں پہنچی۔ جس کے بعد ابن عمرؓ نے بدستور قرآنی استدلال سن کر بھی حدیثیں بیان کرتے رہے (الیٰ ان قال) اس کے برعکس فتح الباری ص۲۸ ج۳ میں ہے اقول...... ما قال ابن عمرؓ شیئاً قال الطیبی وغیرہ ظہرت لابن عمر الحجۃ فسکت مُذ عنا یعنی ام المؤمنینؓ کا قرآنی استدلال سنکر حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں کچھ بات نہیں کہی۔ طیبی وغیرہ شُرّاح حدیث نے فرمایا۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے قطعی دلیل ظاہر اور واضح ہوگئی تھی۔ اس لئے سچے دل سے تصدیق کر کے اور یقین کر کے خاموش ہوگئے۔ مگر میرے محترم نے اسے گپ سمجھ رکھا ہے۔ مخدوما اگر یہ گپ ہے تو یہ گپ سب سے پہلے حافظ ابن حجرؒ نے ماری ہے۔ والعیاذ باللہ۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۱۸۷)

جواب ۔ قارئین کرام! جب راقم الحروف نے نیلوی صاحب کی یہ عبارت پڑھی۔ تو ششدر رہ گیا۔ فتح الباری جلد سوم کھولی۔ تو اس کے ص۲۰۲ ط مصر البابی الحلبی کے اندر اس عبارت کا بغور مطالعہ کیا۔ تو نیلوی صاحب کے متعدد جھوٹ اور دھوکہ بازیوں پر مطلع ہوا ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۱ لفظ اقول کے بجائے وہاں قولہ لکھا ہوا ہے

جھوٹ نمبر ۲ سب سے پہلے یہ گپ ابن حجرؒ نے ماری ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔ بلکہ ابن حجرؒ نے یہ حوالہ طیبیؒ کا دیا ہے جس کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳ نیلوی صاحب نے اس کو سماع موتیٰ کے جواب میں درج کر دیا ہے۔ یہ بھی خالص جھوٹ ہے کیونکہ یہ بحث ببکاء علی المیت کی وجہ سے جو عذاب ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ہے۔ نہ سماع و عدم سماع کے بارے میں۔ صحیح بخاری ص ۱۷۱ تا ص ۱۷۲ میں اصل حدیث موجود ہے ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۴ یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کی زندگی کے دور کا ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کی وفات کے بعد کا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ والقصۃ کانت بعد موت عائشہ لقولہ فیہا فجاء ابن عباس یقودہ قائدہ (فتح الباری ص ۲۰۲ ج ۳) یہ قصہ (حضرت ابن عمرؓ و ابن عباسؓ کے درمیان مکالمہ کا) حضرت عائشہؓ کی وفات کے بعد کا ہے۔ کیونکہ اس روایت میں ہے۔ کہ ابن عباسؓ کو قائد کھینچ کر لا رہا تھا کما فی صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ۱ (کیونکہ ابن عباسؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے)

جھوٹ نمبر ۵ کہ ابن حجرؒ نے گپ ماری ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ ہے) ابن حجرؒ نے طیبی کا حوالہ نقل کر کے خاموش بھی نہیں ہوئے۔ بلکہ خوب تردید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

ان ابن عمر کان حدث بہ مرارًا وسیأتی فی الحدیث الذی بعدہ انہ حدث بذالک ایضًا لما مات رافع بن خدیج (فتح الباری ص ۲۰۲ ج ۳)

کہ حضرت ابن عمرؓ اس حدیث کو کہ میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے بار بار بیان کرتے رہے۔ اور عنقریب اس حدیث کا ذکر بعد والی حدیث میں بھی آرہا ہے

کہ ابن عمرؓ نے یہ حدیث حضرت رافعؓ بن خدیج کی موت کے وقت بھی ذکر فرمائی تھی۔ قارئین کرام! رافعؓ بن خدیج ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے ہیں (تقریب لابن حجرؒ ص۹۹ اور قریباً ابن عمرؓ کی وفات کا سن بھی یہی ہے۔ (تقریب ص۱۸۲) اور حضرت عائشہؓ ۵۷ھ میں وفات پا چکی تھیں۔ تقریب ص۴۷۰ ۔ معلوم ہوا۔ ابن حجرؒ نے نہ تو سبّ سے پہلے گپ ماری ہے اور نہ بعد میں گپ ماری ہے۔ بلکہ اس گپ کی تردید فرمائی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ نیلوی صاحب ابن حجرؒ کی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے

ہم دُعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے ایک نقطہ نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا!

جھوٹ نمبر ۶

پھر نیلوی صاحب نے جس روایت کو صحیح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ اس کی سند میں ابن جریج ہے۔ جس کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۶ طبع لکھنؤ میں تزوج نحواً من تسعین امرأۃ نکاح المتعۃ وکان یری الرخصۃ فی ذالک، ! یہ حضرت عورتوں سے متعہ کرنا جائز سمجھتے تھے اور بذات خود نوّے عورتوں سے متعہ کر چکے تھے۔ پس ایسے متعہ باز راویوں کی حدیث سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگایا ہے (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۹)

قارئین کرام! پس نیلوی صاحب کا اس روایت کو صحیح سمجھنا اور ہمارے سامنے حجۃ بنانا دھوکا اور خالص جھوٹ ہے۔ اگر ہماری طرف سے شواہد میں بھی ایسی روایت پیش ہو جائے۔ تو نیلوی صاحب کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور عجیب قسم کا حاشیہ چڑھا دیتے ہیں ؎

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

نیز ابن جریج کی روایت ابن ابی ملیکہ سے ہے (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۱۷) اور نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی ابن جریج جو ابن ابی ملیکہ وعکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ اس میں اپنے استاذ کا نام نہیں لیتا لہٰذا اس کی روایت ابن ابی ملیکہ وعکرمہ سے منقطع ہوتی ہے۔ صحیح نہیں ہوتی۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۶ میں ہے۔ قال عبداللہ

بن احمد بن حنبل قال ابی بعض ھذہ الاحادیث التی کان یرسلھا ابن جریج احادیث موضوعۃ کان ابن جریج لا یبالی من این یأخذ ھا۔

یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے۔ وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں۔ اور ابن جریج لاابالی شخص تھا ایسے بے تمیز نہ تھی۔ کہ وہ کہاں سے حدیث لیتا ہے (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۹) نیز ابن جریج نے اس روایت میں اذ کا لفظ داخل کر دیا ہے جو تشکیک کے لئے آتا ہے وانی لجالس بینھما او قال جلست الی احد ھما (بخاری ص ۱۷۱) ابن حجر رح فرماتے ہیں۔ ھذا شک من ابن جریج (فتح الباری ص ۴۰۱/۳) قارئین کرام! نیلوی صاحب کے کس کس جھوٹ پر ہم آپ کو مطلع کریں۔ نیلوی صاحب کی کتابیں کذب بیانی۔ دھوکہ سے بھری ہوئی ہیں۔ میزان الاعتدال کے حوالہ سے نیلوی نے جو امام احمد بن حنبل سے ابن جریج کے بارے میں جرح نقل کر کے ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمہ میں بھی **جھوٹ** بولا ہے۔ عربی عبارت میں بعض ھذہ الاحادیث کا لفظ ہے۔ ترجمہ میں جو حدیثیں ابن جریج الخ بطور ضابطہ کلیہ کے بیان کر دیا ہے

قارئین کرام! اب تک نیلوی صاحب کے بہت سے جھوٹ ذکر ہو چکے ہیں۔ اور بقایا جھوٹ، قہر حق بر صاحب ندائے حق حصہ دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کر دیئے جائیں گے ؎ خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

تنبیہ نیلوی صاحب نے جو بعض ھذہ الاحادیث کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے۔ وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ حالانکہ بعض ھذہ الاحادیث الخ سے امام احمد بن حنبل رح کی مراد یہ ہے کہ اُخبرتُ و حُدِّثتُ عن فلان کے صیغے سے جو ابن جریج روایت کرے۔ ان میں سے بعض حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہوتی ہیں۔ چنانچہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص ۱۹۱/ج ۱ میں میزان الاعتدال کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے۔

بابُ التحریفات

نیلوی صاحب کا قرآنی آیات میں ہیر پھیر کرنا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ قرآن پاک کا حافظ ہوں (ندائے حق حصّہ ثانی از جلد اوّل صـ۲۳)

قارئین کرام! کی خدمت میں جناب نیلوی حافظ صاحب کی تحریفات کی وہ فہرست لکھی جاتی ہے۔ جو جناب حافظ صاحب نے قرآن مجید کی آیات کے سلسلہ میں کی ہیں

تحریف نمبر ۱ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ (الآیۃ) ندائے حق جلد ثانی صـ۱۱) حالانکہ قرآن مجید پ۱۴ سورۃ النحل آیت ۲۰ دیکھئے وہاں آیت یوں لکھی ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ

تحریف نمبر ۲ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دیل ۶ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ من دون اللہ (ندائے حق ۱۸/۲۷)

قارئین کرام پارہ ۲۶ کی ابتداء میں دیکھیں وہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ایک مرتبہ ہے تکرار کے ساتھ نہیں ہے

تحریف نمبر ۳ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ارشاد رب تعالیٰ ہے اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّ لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ (الآیۃ) ندائے حق صـ۳۸۴ ج ۲) ناظرین کرام! پ۲۵ سورہ الزخرف آیت ۸۰ کھول کر دیکھ لیں۔ وہاں اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ ہے صرف اَنَّ نہیں جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے تحریف کرتے ہوئے آیت کو پیش کیا ہے۔

تحریف نمبر ۴

حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سورہ حدید (پارہ ع۲۷) کے شروع میں بطور دعویٰ و دلائل عقلیہ کے خدائے تعالیٰ کی مخصوص صفات کا ذکر ہے مثلاً وَ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ندائے حق جزء ثانی ص۷)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے سَبَّحَ کے ساتھ واؤ کا اضافہ اپنی طرف سے قرآن مجید کی اس آیت میں کر دیا ہے۔ صحیح یوں ہے (سَبَّحَ لِلّٰہِ)

تحریف نمبر ۵

حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایسے قرآن پاک سورۃ اعراف ۱۵ صالح و شعیب علیٰ نبینا و علیہما السلام کے واقعہ میں ہے۔ کہ ان دونوں پیغمبروں نے اپنی قوم کی تباہی کے بعد قوم ہلاک شدہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا قال یاقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی و نصحت لکم ولکن لا تحبون الصالحین (ندائے حق ص۱۳۹ ج۲)

قارئین کرام! سورہ اعراف کھول کر دیکھیں وہاں الصالحین کی بجائے الناصحین ہے نیز حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ کے یہ الفاظ ہیں۔ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ (سورۃ اعراف پ۹)

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں۔ کہ حضرت صالح علیہ السلام و حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ میں الفاظ کا کتنا اختلاف ہے مگر نیلوی صاحب ان کو متحد سمجھ کر قرآن مجید پر افتراء کرتے

تحریف نمبر ۶

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً (ندائے حق جزء اول ص۳۶)۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس مقام پر اَمْوَاتٌ کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے پ۲۔

تحریف نمبر ۷

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آیت لا تنکحوا ان واجہ من بعدہ (ندائے حق جزء اول ص۳۳۹، ص۳۶۲، ص۵۹۴ و عقائد علمائے دیوبند (نور اللہ مراقدہم) اور مسئلہ حیات الانبیاء (علیہم السلام) گلستان پریس سرگودھا) ص۷ از نیلوی صاحب:

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے ان چار مقامات میں قرآن مجید کی آیت غلط لکھی ہے،

اور اس میں تحریف کردی ہے صحیح آیت یوں ہے۔ وَلَا اَنْ تنکحوا ازواجہٗ من بعدہٖ ابدًا۔ نیلوی صاحب نے اَنْ کے لفظ کو قرآن مجید کی آیت سے کاٹ دیا ہے۔ نیلوی صاحب نے جب قرآن مجید کو معاف نہیں کیا۔ تو دوسری کتابوں میں تحریف و خیانت سے کیسے باز آسکتے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں — کس درجہ ہوئے فقیہانِ حرم بے توفیق

نیلوی صاحب کی خیانتیں

باب الخیانات

حضرت نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ منصف اور عقل سلیم والے تو نہ خائن کی شہادت قبول کرتے ہیں۔ اور نہ خود غرض مطلبی آدمی کی (ندائے حق ص ۲۷۹/۲۶) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں حتیٰ کہ یہ سلسلہ عہد حاضر کے علماء میں دیکھا ہے۔ کہ دین حق میں ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق جزء اول ص ۳۰) نیلوی صاحب گستاخی معاف ہیں تو اس کا مصداق جناب کی ذات نظر آئی ؎

شیشہ مے بغل میں پنہاں ہے — لب پہ دعوائے ہے پارسائی کا

خیانت نمبر ۱ مولانا سجاد بخاری صاحب نے اقامۃ البرہان ص ۸۹ و ص ۲۱۳ میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے "انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں الخ۔ پھر سجاد بخاری صاحب نے اس فتویٰ کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ء میں اپنے مضمون ارشاد الاعاغرالی مسلک الاکابر فی سماع المقابر میں درج کیا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ء کو مجلس شوریٰ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کل پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس مضمون کو الگ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنیکا پروگرام طے ہوا جس کا نام عقائد علمائے دیوبند (نور اللہ مراقدھم) اور مسئلہ سماع الموتیٰ) تجویز ہوا۔ نیلوی صاحب نے اس مضمون کیساتھ اپنا مضمون (البیان الاوفیٰ فی رد سماع الموتیٰ) ملحق کر کے گلستان پریس جناح مارکیٹ سرگودھا سے شائع کیا۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۰ میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا مذکورہ بالا فتویٰ موجود ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس رسالہ کو جب دوبارہ شائع کیا۔ تو حضرت مفتی صاحبؒ کے اس فتویٰ کو کاٹ کر اس کی جگہ تعلیم الاسلام کی ایک عبارت لکھ دی۔ حالانکہ مضمون سجاد بخاری صاحب کا تھا۔ ان کو حق تھا۔ تبدیلی کرنے کا اور رجوع کرنے کا نیلوی صاحب کو کوئی

حق نہیں تھا۔

سوال نمبر ۱ نیلوی صاحب نے اس خیانت کا ارتکاب کیوں کیا۔

الجواب ۔ چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السّلام کا استثناء کیا گیا ہے (یعنی انبیاء علیہم السّلام سُنتے ہیں ۔ اور حضرت مفتی صاحبؒ نیلوی صاحب کے استاذ ہیں ۔ اور نیلوی صاحب ہمیشہ یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں ۔ کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو میرے اُستاذ مفتی اعظم ہند کا ہے (دیکھئے ندائے حق جزء اوّل ص ۳۰۸ و جزء ثانی ص ۱۲۶) اس لئے حضرت نیلوی صاحب نے اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کیلئے مجبوراً اس جرم وخیانت کا ارتکاب کیا ہے ۔

سوال نمبر ۲ ۔ ہو سکتا ہے دوبارہ جب رسالہ طبع ہوا ۔ تو کسی اور نے اس خیانت کا ارتکاب کیا ہو ۔ اور فرشتہ سیرت وصورۃ انسان حضرت نیلوی کو اس کا علم ہی نہ ہو۔

الجواب ۔ ہرگز نہیں خود حضرت نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۶۸ تا ص ۷۸ ج ۲ میں سجاد صاحب بخاری کا یہ مضمون درج کیا ہے اور ص ۶۹ اور ص ۷۰ میں سجاد بخاری کا ذکر موجود ہے لیکن نیلوی صاحب نے ص ۷۳ میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے مسلک کے نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے ۔ جس سے واضح ہوتا ہے ۔ کہ اس خیانت کے موجد حضرت نیلوی ہیں اور بس ! ؎

گرچہ میں سب سے آخر ہوا   لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

سوال نمبر ۳ نیلوی صاحب نے جو تعلیم الاسلام کی عبارت نقل کی ہے تو اس کا کیا جواب ہے ۔

الجواب ۔ اس عبارت کا سماع عند القبور سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے ، کیونکہ اس عبارت میں یہ لکھا ہوا موجود ہے " یعنی خدا کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دُور ونزدیک سے سُن لیتے ہیں ۔ یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں ۔ سب شرک ہے (تعلیم الاسلام ص ۲۱ ج ۴)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ نزدیک و دُور سے برابر سُننا، بندہ کی یہ صفت نہیں ہوسکتی۔ بندہ صرف نزدیک سے سُنتا ہے۔ دُور سے نہیں سُن سکتا۔ کیونکہ بندہ عالم الغیب نہیں ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ہر جگہ سے دیکھنا چاہے قریب ہو یا بعید۔ بندہ کی یہ صفت نہیں ہوسکتی۔ بندہ صرف قریب سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ نزدیک سے سُننا و نزدیک سے دیکھنا یہ شرک نہیں۔ خود نیلوی صاحب کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ بندے نزدیک سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو نیلوی صاحب مشرک اعظم شمار کئے جاتے۔ یا تو نیلوی صاحب بے چارہ کو اردو کے رسالہ تعلیم الاسلام کی اردو عبارت ہی سمجھ نہیں آئی۔ اس لئے اپنی جہالت کی بناء پر اس عبارت کو پیش کیا ہے۔ یا دجل وفریب سے حق میں ملاوٹ کرنے کا ارتکاب کیا۔ جو شخص اردو عبارت (جو اپنے مطلب میں واضح ہے) سے دھوکہ دینے کی جرأت کرتا ہے۔ وُہ قرآن مجید و حدیث شریف و دیگر عربی عبارات کے مطالب بیان کرنے میں کس طرح دیانت و امانت کا مظاہرہ کرسکتا ہے ع چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد!

سوال نمبر ۴ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ جو کفایت المفتی ص ۱۶۰ ج ۱ باب العقائد میں موجود ہے۔ جس میں صراحتاً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر و حیات فی القبر کا ذکر کیا گیا ہے نیلوی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے

الجواب اگر نیلوی صاحب کے اندر ذرہ بھر دیانت و امانت ہوتی۔ تو وُہ اپنے جھوٹ سے رجوع کر لیتے۔ اور صاف اعلان کر دیتے (اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ) اب حق ظاہر ہوگیا ہے۔ حق کا بول بالا، جھوٹ کا مُنہ کالا۔ میں نے اپنے استاذ مفتی اعظم ہند پر بہتان باندھا تھا اور جھوٹ بولا تھا۔ میرا عقیدہ وُہ نہیں جو میرے استاذ مفتی اعظم کا ہے۔ اب میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرتا ہوں۔ اور وہی عقیدہ اختیار کرتا ہوں جو میرے استاذ مفتیٔ اعظم کا کفایت المفتی ص ۱۶۰ میں درج ہے۔ مگر نیلوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لہٗ دعوۃ الحق

عقائد علمائے دیوبند

نور اللہ مراقدھم

اور

مسئلہ سماعِ موتیٰ

اولئک اسلافی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا عبید المجامع

محمد امان اللہ عفی عنہ
گکھڑی

جمعیت اشاعت التوحید والسنت پاکستان

(گلستان پریس جناح مارکیٹ سرگودھا)

۵۔ حافظ الحدیث حضرت علاّمہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطۂ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سُننا ثابت ہے۔

۱۔ اِنَّ الضَّابِطَۃَ اِنَّمَا ھُوَ عَدَمُ السِّمَاعِ لٰکِنَّ الْمُسْتَثْنَیَاتِ فِی ھٰذَا الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ

(فتح الملھم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الامت (مولانا مفتی) کفایت اللہؒ کا مسلک

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں

الیٰ ابنیاء علیہم السلام لما سمعنا فی ... (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماعِ موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مُردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدمِ سماعِ اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سُنے یا نہ سُنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے"

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایۃ المفتی ج ۴ ص ۶۴)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولٰنا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد الدفن کو اہلِ سُنّت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا۔ یہ فتویٰ کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولٰنا عبد الکریم صاحب گمتھلویؒ نے مفتی کفایت اللہؒ کی خدمت میں

۱۰۴
محرف شدہ

۵۔ حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطۂ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سُننا ثابت ہے۔

۱۔ اِنَّ الضَّابِطَۃَ اِنَّمَا ھُوَ عَدَمُ السِّمَاعِ لٰکِنَّ الْمُسْتَثْنَیَاتِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہ ؒ کا مسلک

۱۔ شرک فی السمع والبصر: یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں۔ یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔ (تعلیم الاسلام ج ۴ ص ۲۱)

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مُردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سُنے یا نہ سُنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایۃ المفتی ج ۴ ص ۶۳)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد الدفن کو اہل سُنّت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا۔ یہ فتویٰ کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولانا عبد الکریم صاحب گمتھلوی نے مفتی کفایت اللہ ؒ کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

جلد : ۱۹

عدد : ۱۱

محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق نومبر ۱۹۸۱ء

مدیر سے خط وکتابت :

سید ابو احمد سجاد بخاری ——— محلہ سراج گنج حافظ آباد (گوجرانوالہ)

زر سالانہ : ۱۵ روپے — — — — — — فی شمارہ : ۵۰/۱ روپے

ملک محمد آزاد پبلشر نے سرفراز طاہر پریس راولپنڈی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع کیا

قریب ہو۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۵۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

۲۔ فالقول الثابت ان اجزاء البدن من المیت لا سماع لھا ولا شعور ولا فرح ولا سرور فی البرزخ (تجریدات حدیث ص ۲۱۰)

(ترجمہ) پختہ بات یہ ہے کہ بدنِ میت کے اجزا میں سننے کی صلاحیت نہیں اور نہ برزخ میں ان کو شعور اور فرح اور سرور حاصل ہے۔

۵۔ حافظ الحدیث حضرۃ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک :

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سننا ثابت ہے۔

۱۔ ان الضابطۃ انما ھو عدم السماع لکن المستثنیات فی ھذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۹)

(ترجمہ) بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے، لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الاُمّت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک :

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

۱۔ "انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔"

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

المسمّٰی بہ

مسالک العلماء
فی
حیاۃ الانبیاء

(مصنفہ و مؤلفہ)

حضرت محقق العلماء علامہ قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ العالی

ناشر
قاری بشیر احمد و مولوی عبدالمجید کوثر

(ملنے کا پتہ)

مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہدرہ متصل اسٹیشن باہند لاہور

(قیمت ۳ روپے)

سے اہم اور اجلٰی ہے۔ المورد الفرخی صد۳۶ مولانا تھانوی مرحوم کہ مسلمان کو موت کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ اس حیات سے بدرجہا افضل و اکمل و اقویٰ و ادوم ہے۔ اور جس کو تم موت کہتے ہو وہ بھی ایک قسم کی ولادت ہے جو اس ولادت ناسوتیہ (دنیویہ عنصریہ) سے بہتر ہے المورد الفرخی صد۱۰۸

حضرت تھانوی مرحوم کی عبارات اظہر من الشمس ہیں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب احقر اکابر و اکابر اکابر دیوبند کی تصریحات دیکھتا ہے اور ان کے برعکس اپنے معاصرین کی ہٹ دھرمی اور مزید برآں یہ دیکھتا ہے کہ معتزلہ اور روافض کا قول اختیار کیا اور اس کو اکابر دیوبند کی طرف صرف منسوب ہی نہیں کیا بلکہ شب و روز اس تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں کہ عوام کے ذہن میں یہ نشین کریں کہ اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے (معتزلہ اور روافض والا) جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح طیبہ بعد از موت ان کے ابدان مبارکہ میں دوبارہ داخل ہو چکے ہیں اور یوم الحشر والا احیاء پہلے سے ہو چکا ہے صرف خروج من القبور قیامت تک ملتوی ہے۔ تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا قہر نہ نازل ہو اور سب کچھ نہ جاویں واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ حضرات دیوبند نور اللہ مراقدہم کی ان تحقیقات تدقیقات اور تنویرات کو یہ لوگ زیر زمین بلا کفن دفن کر رہے ہیں۔ اعاذنا للہ من ھذا التعصب والعدوان ۵

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم کا مسلک

ایک شخص حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم سے استفسار کرتا ہے جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب سلام مسنون گذارش ہے تحریر فرمادیں مردہ دلی ہو یا نبی سنتا ہے یا نہیں۔ میت کو متصرف سمجھنا شرک یا گناہ کبیرہ ہے میت سے حاجتیں طلب کرنی کیسی ہیں جو لوگ کہتے ہیں اے بزرگ میری تمہارے پاس اور تمہاری اللہ تعالیٰ کے یہاں اور یہ بھی لوگ کہتے ہیں بزرگ بغیر دیے سے نہیں مل سکتا تو اللہ تعالیٰ بغیر وسیلے کہاں مل سکتا ہے یہ عقیدہ ٹھیک ہے وسیلے سے کیا مراد ہے اگر کوئی آدمی قبر پر جا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ

کے طفیل میری فلاں حاجت پوری کر تو کیا جائز ہے یا نہیں قبر پر جا کر ایسے دعا کر سکتا ہے یا نہیں
اور امام فرض نماز کے بعد دعا پکار کر کریں یا آہستہ پکار کر دعا کرنی بدعت ہے یا نہیں غایۃ
الاوطار اور فتح وغیرہ میں جو لکھا ہے مردے نہیں سن سکتے ٹھیک ہے یا نہیں۔ گیارہویں وغیرہ
کیسی ہے کس طرح تقسیم کرنی چاہئے کوئی خاص دن مقرر ہے یا نہیں نہ دینے سے کوئی گناہ تو
نہیں اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے لوگوں نے اپنی طرف سے بنالی ہے یا کوئی ثبوت اور کون
اس کے مستحق ہیں قبروں پر چراغ جلانا اور چڑھاوا وغیرہ لے جانا اور اس کا کھانا کیسا ہے قبروں پر
بکرا یا کوئی اور چیز تقسیم کرنا کیسا ہے قبروں پر سجدہ کرنا جمعرات کے دن ختم پڑھ کر مردے کو بخشنے
یا ہر روز جمعرات کا دن مقرر کر لینا کیسا ہے مہربانی کر کے تحریر کر دو تاکہ ایمان تازہ ہو جاوے ۔۔۔ الخ

اس کے جواب میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب

انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر
کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی
قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں کسی قبر پرست کو اس خیال سے پکارنا
کہ یہ متصرف ہے جائز نہیں ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ یہ سمجھنا کہ جیسے دنیا کے
افسر بغیر وسیلے کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا جہالت ہے۔ وہ
حی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے قبر پہ جا کر
اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا
کر دے یہ مباح ہے۔

امام فرض کے بعد دعا آہستہ مانگے یا زور سے مباح ہے بہتر یہ ہے کہ آہستہ دعا
مانگے گیارہویں کرنا بدعت ہے۔ قبروں پر چراغ جلانا اور چڑھاوا چڑھانا ناجائز اور بدعت
ہے۔ ہاں قبرستان میں لوگ آتے جاتے ہوں تو ان کے لئے راستہ میں چراغ جلانا مباح

ہے۔ قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ مردوں کو ثواب بخشنے کے لئے جمعرات کا دن مخصوص نہیں ہے
جس دن چاہے بخشدے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔

مدرسہ امینیہ
دارالافتاء ۱۹۱۷ء
اسلامیہ دہلی

یہ فتوےٰ مولوی عبدالمجید صاحب حال نوشہرہ دوکان کے پاس موجود ہے اور ہم نے اسی اصل سے نقل کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کا دوسرا فتویٰ۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارہ میں کہ مثلاً زید کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بحیثیت دنیوی اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب

آنحضرت کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔

اس فتوےٰ کی نقل ہمیں مولوی محمد امیر صاحب بندیالوی سے پہنچی ہے اصل ہمارے پاس نہیں اصل ان سے دریافت کر لیا جاوے۔

دوسرا طبقہ

اس طبقے میں ہم صرف المہند کا ذکر کرتے ہیں جس کا بہت کچھ چرچا ہمارے معاصرین نے کر رکھا ہے اور چونکہ ہم نے اپنی اس کتاب میں ادوار اور طبقات بلحاظ تقدم و تاخر زمانی علماء کرام کے نہیں بنائے بلکہ بلحاظ ان کے عندیات نظریات اور ان کے مسئلہ حیات الانبیاء کے تعبیرات کے بنائے ہیں، اور پہلے طبقے میں ہم نے جن اکابر کی عبارات پیش کی ہیں ان میں حیات کے ساتھ دنیویہ

سے حق قبول کرنے کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔

ہزاروں وعدوں میں اگر ایک ہی وفا کرتے　　　قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

نوٹ! مولانا سجاد بخاری صاحب مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی ادھورا نقل کیا ہے اس فتوے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ "قبر پر جاکر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کردے یہ مباح ہے دیکھئے مسالک العلماء طبع اول ص۱۴۷) اس لئے راقم الحروف۔ ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء ورسالہ عقائد علماء دیوبند (نور اللہ مراقدھم) اور سماع موتی طبع اوّل اور طبع دوم محرّف شدہ اور مسالک العلماء کے صفحات کا عکس) قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی ادنیٰ کوشش کردی ہے　　　ع　　گر قبول افتد زہے عز و شرف

امید ہے کہ قارئین کرام ان صفحات کے ملاحظہ کرنے سے نیلوی صاحب کی دیانت اور امانت سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔ اور اس جھوٹے فتوے کی حقیقت بھی ان پر ظاہر ہو جائے گی۔ جو نیلوی صاحب نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے متعلق منسوب کر رکھا ہے۔ کہ "اس شخص کا یہ اعتقاد (کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے) صحیح نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔" محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ " اس جھوٹے فتوے کی مفصل تردید اپنے مقام میں ملاحظہ کریں۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ　　　دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

خیانت نمبر ۲ نیلوی صاحب ندائے حق ص۸۰ ج ۲ میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ امام الاولیاء حمید الدین ناگوریؒ (پھر نیلوی صاحب غائبانہ پکار وغیرہ کے بارے میں حوالہ نقل کرتے ہیں جس کا سماع عند القبور سے کوئی تعلق نہیں اور عبارت میں حاضرۃ کا لفظ تھا۔ نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے اس کو کاٹ دیا ہے۔ جواھر التوحید ص۲۷۰ میں اصل عبارت موجود ہے (ان ارواحھم حاضرۃ) (اور عبارت کا ترجمہ یوں ہے) اور ان، مشرکین میں سے

کچھ ایسے لوگ ہیں۔ جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں۔ کہ ان کی روحیں حاضر ہیں پکار سن رہی ہیں۔ اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے (جواہر التوحید صفحہ ۲۷) ۔ اس لئے راقم الحروف جواہر التوحید کے ٹائیٹل اور اس صفحہ کا عکس آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ نیلوی صاحب کیسی کیسی خیانتیں کرتے ہیں ؎

شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے ناداں نہ بھول — خانہ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

خیانت نمبر ۳

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (۳) قول ابن زاغونی و ابن جریر و طائفہ سوال صرف بدن سے ہوتا ہے۔ بلا اعادہ روح (شرح الصدور صفحہ ۵۵) ندائے حق طبع اول صفحہ ۱۶۰ ۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت کے نقل کرنے میں کئی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے (آ) مثلاً ابن زاغونی بدعتی اور معتزلی ہے (لسان المیزان صفحہ ۲۴۲ ج ۴) نیلوی صاحب نے اس بات کو چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے (ب) اصل عبارت یوں تھی "قول طائفہ منہم ابن الزاغونی وحکی عن ابن جریر" ابن زاغونی اس گروہ سے ہے اور ابن جریر سے حکایت کیا گیا ہے۔ حُکِیَ مجہول کا صیغہ ہے جو ضعف و تمریض پر دلالت کرتا ہے مگر نیلوی نے ابن جریر کا مذہب بنا دیا ہے۔ (ج) پھر عبارت کے آخر میں تھا وھو غلطٌ یہ مذہب غلط ہے۔ نیلوی صاحب نے اس کو بھی ہضم کر لیا۔ اور ڈکار تک نہ لیا (اصل حوالہ دیکھنے کے لئے تسکین الصدور طبع دوم صفحہ ۱۳۲ تا صفحہ ۱۳۳ ملاحظہ کریں) ؎

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں — اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

خیانت نمبر ۴

"ندائے حق جز ثانی صفحہ ۱۴۹ میں امام بخاری رح کے قول "و یقال" جو مجہول کے صیغہ سے ہے کا ترجمہ نیلوی صاحب نے "کہتے ہیں" کر دیا ہے۔ حالانکہ کہتے ہیں۔ ترجمہ یقولون کا ہے۔ جو مضارع معلوم جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ چونکہ مجہول کا صیغہ ضعف و تمریض پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ خود نیلوی صاحب نے اس کا اقرار کیا ہے (ندائے حق طبع اول صفحہ ۱۰۶ و جزء اول صفحہ ۴۳۹ و جز ثانی

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ
(قرآن حکیم)

جواہرُ التّوحید

افادات

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں مدظلہ العالی

ترتیب و تالیف

سیّد ابو احمد سجاد بخاری

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ ○ راولپنڈی
پاکستان

۳۰۔ امام محمد بن شہاب بزازی، علامہ ابن نجیم، علامہ عبدالرحمٰن آفندی، اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر (فتاوی بزازیہ ص۳۲۶ البحر الرائق ج ۵ ص۱۲۴ مجمع الانہر ج ۲ ص۶۹۹ مجموعہ فتاوی ج ۳ ص۵)

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی رُوحیں حاضر و ناظر ہوتی ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۳۱۔ حضرت مولانا قاضی حمید الدین ناگوری استاذ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں۔

ومنهم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبیح وجهل صریح (تفہیم المسائل ص۔ بحوالہ توشیح)

اور ان (مشرکین) میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی رُوحیں حاضر ہیں پکار سُن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔

۳۲۔ ملا حسین خباز فرماتے ہیں۔

واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبان را بگمان آنکہ حاضر اند۔ مثل یا رسول اللہ

اور فوت شدہ بزرگوں کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ حاضر ہیں (اور پکار سن رہے ہیں) مثلاً (یوں کہنا)

اس لئے نیلوی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو جمع مذکر معلوم کے صیغہ کے ساتھ بدل دیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) ؎

خامہ انگشت بدنداں اسے کیا لکھیئے ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

خیانت نمبر ۵

نیلوی صاحب ، حضرت استاذ مکرم شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں " آپ تو دیوبند کے مُدعی ہیں۔ بریلویہ کے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے ہمارا استدلال ہی بیان کیا (جب دنیا میں سمیع بعیدی ثابت نہیں۔ تو حیات برزخی میں کیونکر ہو سکتا ہے) (مکتوبات طیبہ ص۱۲۰) ندائے حق طبع اول ص۹۳ و ص۹۴ ۔ نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو دوبارہ ندائے حق جزء ثانی از جلد اوّل ص۲۵۴ میں بڑی مدّوشدّ کے ساتھ لکھا ہے۔

قارئین کرام ! نیلوی صاحب نے بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ عبارت حضرت شاہ صاحب گولڑوی کی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سائل کا سوال ہے۔ اتنی بڑی خیانت تو شاید شیطان بھی نہ کرے ؎

شیخ و شیطان خصلت میں ایک ہیں گرچہ شیطان شیخ سے کچھ نیک ہیں!

خیانت نمبر ۶

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علماء علم عقائد کا موقف۔ مُلا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر ص۱۵۹ میں کہا ان المیّت لا یسمع بنفسہ ۔ مُردہ اپنے آپ کچھ نہیں سُنتا (ندائے حق ص۶۲ ج ۲ و شفاء الصدور طبع اوّل ص۶۵)

قارئین کرام ! نیلوی صاحب کا حضرت مُلّا علی قاریؒ کو منکرین سماع موتیٰ میں شمار کرنا اور اس عبارت سے دھوکہ دینا نہایت بد دیانتی و خیانت ہے۔ کیونکہ مُلّا علی قاریؒ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ اور خود نیلوی صاحب نے بھی کئی مقامات پر اس کا اقرار کیا ہے۔ اس کی تفصیل باب التعارضات میں مذکور ہے۔ شرح فقہ اکبر ص۱۵۹ کی اصل عبارت یوں تھی۔ والموصل للثواب الی المیّت ھو اللہ سبحانہ لان المیّت لا یسمع بنفسہ ! میّت کی طرف ثواب پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ میّت بالذات

(خود بخود) نہیں سنتا۔ اصل عبارت میں سے کچھ کاٹ کر خیانت کر کے نیلوی صاحب نے دھوکا فریب سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین

خیانت نمبر ۷ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (صاحبِ تسکین کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں) حاصل یہ ہے۔ کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح۔ روح آگ کی مثل ہے اور نفس کی مثل ...... اور حق بات یہی ہے (بلغۃ الحیران صـ۶۶) (ندائے حق طبع اول صـ۲۲۴)

نیلوی صاحب نے یہاں ایک بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب کی پہلی عبارت جو نیلوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف تھی۔ اس کو نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ اصل عبارت یوں تھی۔ تو اسی میں نزاع ہے۔ آیا حیوٰۃ فقط روح کے واسطے ہے یا روح مع الجسد۔ پہلے معنیٰ کی تائید میں ہے (قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ارواح الشہداء فی حواصل طیر خضر اور لفظ یرزقون کا دوسرے معنیٰ کو تائید دیتا ہے الخ! یہ ساری عبارت نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ قرآن پاک کا لفظ یُرْزَقُوْن حیات روح مع الجسد پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ نیلوی صاحب حضرت عائشہ رضؓ کے واقعہ سماع موتی میں کہتے ہیں۔ کہ آیت کو اپنی حالت پر برقرار رکھا جائے اور حدیث میں تاویل کی جائے۔ (دیکھئے ندائے حق صـ۱۸۵ ج ۲) اور یہاں نیلوی صاحب قرآن چھوڑ کر تاویل کر کے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس عبارت کو نقل نہیں فرمایا۔

ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیانت نمبر ۸ نیلوی صاحب محدث محمد بن جریر طبریؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ کان سُنیًّا من ائمۃ الاسلام...... فیہ تشیع وموالاۃ لاتضر (میزان الاعتدال صـ۳۵ ج ۳) ندائے حق طبع اول صـ۲۱۷۔

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ کان سنیا من ائمۃ الاسلام۔ یہ میزان الاعتدال میں بالکل نہیں ہیں۔ نیلوی صاحب زبردست خائن ہیں جس طرح الفاظ کو عبارتوں میں کاٹ دیتے ہیں۔ اسی طرح عبارتوں میں بڑھا دینا الفاظ کا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے یا نیلوی صاحب کو یہ اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ لکھنے کے وقت مجھے ہوش نہیں ہوتا ۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کچھ　　　خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی خیانتیں اور بھی ہیں۔ مگر اسی پر اکتفا کرتا ہوں! ۔

طالب دنیا کو اکبر کس طرح سمجھوں میں خضر　　　خود جو گم ہے فکر میں وُہ راہنما کیونکر ہوا

بابُ الهفوات

نیلوی صاحب کی یاوہ گوئیاں

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ مرزائیوں کا ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں حیات النبی کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ!

ایک مرزائی نے اپنی تصنیف "احمد صادق" ص۴۹ میں مرزا قادیانی کا کلام نقل کیا ہے جس میں سے ایک یہ مصرعہ بھی ہے (ہے کاملاں حیّ اندو زیر زمین) یعنی جتنی کامل ہستیاں ہیں اولیاء، صلحاء، شہداء، صدیقین، اور انبیاء یہ سب کے سب زمین کے نیچے (قبر عرفی میں) زندہ جاوید ہوتی ہیں۔ (ندائے حق جزء اوّل ص۴۲۳) نیلوی صاحب اس عبارت سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ رکھنے والے مرزائیوں کے ہم نوا ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حالانکہ مرزا قادیانی کا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صراحۃً ازالۃ الاوہام تختی کلاں ص۱۳۰ میں موجود ہے (اور یہ خیال کہ انبیاء زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں صحیح نہیں ہے ہاں قبر سے ایک قسم کا ان کا تعلق باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ وہ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ ملائک کی طرح آسمانوں میں جو بہشت کی زمین ہے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق مقام رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقیدہ مرزا قادیانی سے بعض شقوں میں موافقت رکھتا ہے۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔

۲۔ اس زمین عرفی میں زندہ نہیں۔ بہشت کی زمین میں زندہ ہیں۔

۳۔ جس طرح مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہو کر اپنے

جسد عنصری سے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح نیلوی صاحب کا عقیدہ بھی نیلوی صاحب کی اپنی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ ص۱۹۷ میں فرمایا ہے۔ کل موضع فیہ مقرہٗ فہو قبرہ۔ یعنی ہر ایسی جگہ جس میں میّت قرار پکڑتا ہے (علیین یا سجین) وہی اس کی قبر ہے (القول المرعی فی القبر الشرعی ص۲۷) نیلوی صاحب لکھتے (البتہ رُوح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میّت ہے فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے (ندائے حق جزء اول ص۲۷۵) نیلوی صاحب نے ملا علی قاریؒ کے حوالہ میں بین القوسین (علیین یا سجین) کا اضافہ کرکے اپنا پوشیدہ عقیدہ ظاہر کر دیا ہے کہ میّت کا جسد عنصری علیین یا سجین میں جاتا ہے اور اس قبر عرفی میں نہیں ہوتا اور یہی کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ معلوم ہوا دونوں کا پروگرام ایک ہے ؎ یہ برزخ کا حالِ موسیٰؑ آپ پر اس وقت منکشف ہوا۔ جب آپؑ

؎ بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں — کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

یاوہ گوئی ۲ حضرت نانوتویؒ کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں (پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ آیا اسی متعارف معنی کی رُو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کرکے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ (ندائے حق طبع اوّل ص۶۲)

اگر موت کے یہ معنی اختراع کرنے جائز ہیں تو مرزائیوں کو جواب کیا دو گے جنہوں نے خاتم النبیین کے معنی اختراع کیئے ہیں۔ نیز آپ ہی لکھتے ہیں کہ منکر اجماع کے جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں وہ سب بلاشبہ اس شخص (عنایت اللہ شاہ گجراتی) پر چسپاں ہیں۔ اب فرمائیے حضرت نانوتویؒ پر کیا فتویٰ ہے۔ اگر ان پر فتویٰ نہیں تو عنایت اللہ شاہ بخاری پر فتویٰ کیوں؟ بینوا توجروا (ندائے حق طبع اوّل ص۶۹

اور حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتویؒ کے بسوا سب علماء اس بات

پر متفق ہیں کہ حضرت نبی صلعم بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سب انبیاء پر یہ گھڑی آ کر رہی (ندائے حق طبع اوّل ص۲۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ حضرت نانوتویؒ موت کے منکر ہیں یہ نص قطعی کا انکار ہے جو کفر ہے۔ جس طرح ختم نبوت کا انکار نص قطعی کا انکار ہے جو کفر ہے جس طرح ختم نبوت کے معنی میں قادیانی تفسیر قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی۔ اسی طرح موت کے معنی میں نانوتوی تفسیر بھی قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی۔ تعجب اور حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ ادھر نیلوی صاحب۔ حضرت نانوتویؒ کو موت کا منکر قرار دیتے ہیں۔ جو نص قطعی کا انکار ہے۔ پھر حضرت نانوتوی رح کو حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتویؒ کے القاب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں (حضرت قاسم العلوم والخیراتؒ کا فرمان واجب الاذعان۔ حضرت شیخ مشائخنا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ (ندائے حق جزء ثانی ص۱۷) حجۃ الاسلام محقق اعظم حضرت شیخ شیخی مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وافرۃً کا ملۃ سابغۃ بانی دارالعلوم دیوبند (ندائے حق جزء اوّل ص۲۷۲) پھر نیلوی صاحب حضرت نانوتوی رح کا مسلک بیان کرتے ہیں مگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں (محال ہے) کہ ان کی حیات زائل ہو جائے (گویا آپ حیّ لایموت ہیں) (ندائے حق جزء ثانی ص۵) نیلوی صاحب کبھی حضرت نانوتویؒ پر فتویٰ لگا دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رح بھی کہتے جاتے ہیں معلوم ہوا نیلوی صاحب لوگوں کے خوف سے دورنگی چال چلتے ہیں۔ ورنہ قرآن مجید پر ان کا ایمان نہیں ہے ؎

خدا سے ڈرو اور مکر و فریب سے کام نہ لو — یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

نبی کی موت اور کافر کی موت میں کوئی فرق نہیں (معاذ اللہ)

ورنہ فی نفسہ موت میں فرق کرنا اعلان قرآنی کے خلاف ہے چنانچہ ارشاد ہوا انک میّت وانھم میتون

اے نبی تجھے مرنا ہے تو انہی بھی مرنا ہے۔ یعنی نفس موت میں سب شریک ہیں (ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۸)

قارئین کرام! جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے عقائد و خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ حضرات شان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کس نظریہ کے حامل ہیں۔ حالانکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کافروں کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے

حوالہ نمبر ۱ نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ (اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ انبیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار۔ یعنی خدا تعالےٰ کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں (ندائے حق جز اول ص ۲۱۹)

حوالہ نمبر ۲ موت کے کئی معانی ہیں۔ عدم محض جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا (پ سورۃ البقرہ) کس طرح کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے حالانکہ تم مردہ تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ فرماتے ہیں (اے اللہ صاحب ہم کو تو نے دو دفعہ فوت کیا ہے ایک تو عدم جیسا کہ کنتم امواتا فاحیاکم سے معلوم ہوتا ہے (بلغۃ الحیران ص ۲۹۳) نیند کو بھی موت کہا گیا ہے چنانچہ سونے سے بیدار ہو کر اٹھنے کی دعا میں آتا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا (حمد تعریف سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں موت سے زندہ کیا) اس لئے علامہ ابن الہادیؒ فرماتے ہیں (والحیاۃ جنس تحتہا انواع وکذلک الموت فاثبات لبعض انواع الحیاۃ لا یزیل اسم الموت کالحیاۃ البرزخیۃ واثبات لبعض انواع الموت لا ینافی الحیاۃ کما فی الحدیث الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا استیقظ من النوم قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور (الصارم المنکی مطبوعہ لاہور ص ۲۹۴) موت اور حیاۃ جنس ہیں ان کے تحت کئی انواع (قسمیں) ہیں پس بعض اقسام حیات کا ثابت کرنا موت کے نام کو زائل نہیں کرتا مثل حیات برزخیہ کے اور اسی طرح موت

کے بعض انواع (قسموں) کو ثابت کرنا حیات کے منافی نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے ۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تھے تو فرماتے تھے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا مارنے کے بعد اور اسی کی طرف متفرق ہو کر جانا ہے اس عبارت سے ثابت ہوا کہ موت و حیات کا جمع ہونا منع نہیں ہے

فلہٰذا حضرت نانوتوی رحمہ کو موت کا منکر قرار دینا اور فتویٰ لگانا بہت بڑی گستاخی اور بد دیانتی ہے ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کی جمعیت اشاعت التوحید والسنّت نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا ۔ جس کے صـ۲ میں لکھا ہے (انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ مبارکہ جب ابدانِ مبارکہ سے جُدا ہوتے ہیں تو اپنے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں ۔ موت کا منکر کافر ہے ۔

منافقانہ انداز میں یہ اشارہ وفتوی حضرت نانوتوی رحمہ پر لگو گیا ہے (اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے) حالانکہ جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب حضرت نانوتوی رحمہ کے بارے میں لکھتے ہیں ہم آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں نہ (خاکم بدہنم) آپ کے خلاف یاوہ گوئی کرتے ہیں ۔ نہ گستاخی نہ آپ کے ادب و احترام کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں اور نہ ہی آپ کے زہد و تقویٰ للہیت ۔ خلوص نیت ۔ جلالت شان فضیلت علم میں بحمد اللہ ہمیں شک وشبہ ہے ۔ آپ کی ذات گرامی تو برتر اور بالاتر ہے (القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صـ۵۲) مولانا سجاد بخاری صاحب تحفہ ابراہیمیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یہ الزامات سراسر غلط اور بے اصل ہیں شاہ صاحب دگجراتی) زندہ موجود ہیں ۔ اب بھی ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے ۔ کہ واقعی وہ سماع موتیٰ کے قائلین کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک سمجھتے ہیں ۔ راقم الحروف نے بارہا تقریروں میں اور نجی مجلسوں میں شاہ صاحب کو یہ فرماتے سُنا ہے اور کئی دوسرے احباب بھی اس کے شاہد ہیں (میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر اکابر علماء حق کو اولیاءُ اللہ سمجھتا ہوں ۔ اور دل و جان سے ان کا احترام کرتا ہوں) آپ کے خیال میں یہ تمام علماء کرام سماع موتیٰ کے قائل ہیں ۔ مگر شاہ صاحب نہ صرف احترام کرتے بلکہ ان کو اولیاء اللہ

سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاہ صاحب سماع موتی کے ساتھ موتی کو حاجات میں پکارنے والوں کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک کہتے ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶) نیلوی صاحب! کیا فتوی ہے حضرت نانوتوی کے بارے میں کیا وہ موت کے منکر ہو کر نص قطعی کے منکر ہیں یا نہ اگر نہیں تو وجہ بتاؤ اگر نص قطعی کے منکر ہیں تو کیا وہ مسلمان ہیں یا نہ۔ جو شخص حضرت نانوتویؒ کو اولیاء اللہ میں سے مانے یا ان کی ذات گرامی کو برتر و بالاتر سمجھے اس شخص کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔ بینوا توجروا

حوالہ نمبر ۳

حضرت محدث بنوریؒ لکھتے ہیں (حضرت نانوتویؒ نے جس انداز سے آب حیات میں تقریر فرمائی ہے وہ بھی متفرد نہیں ہیں۔ بلکہ امام غزالی کے شیخ امام الحرمین قرن خامس میں کہہ چکے ہیں۔ اس کے بعد قرطبی محدث اور امام سبکی نے اس کی تصریح کی ہے اسوقت اتنا لکھ سکتا ہوں...... والسلام محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ ۱۳۷۹ھ ۲۹ جمادی الاولی (ماہنامہ حنفیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر بابت جنوری وفروری ۱۹۶۰ء مطابق رجب وشعبان ۱۳۷۹ھ شمارہ ۵ و ۶ ص ۳۳ ایڈیٹر مولانا محمد عبدالحلیم القاسمی مرحوم سابق امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ لاہور)

حوالہ نمبر ۴

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں (قلت وقد قدمنا ان الانبیاء لایموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء وقد ورد بہ الاحادیث والانباء وانہم احیاء فی قبورہم الخ مرقاۃ ص ۱۴۳ ج ۱۱) میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں۔ ہم نے پہلے یہ بات بیان کر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت عام لوگوں کی طرح واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ حضرت نانوتویؒ اس عقیدہ میں منفرد نہیں ہیں۔ حکیم الامت حضرت محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بھی اس عقیدہ کو

کو اپنی کتاب المصالح العقلیہ صفحہ ۲۲۵ میں اختیار کیا ہے۔ اور شیخ الادب مفتی اعظم حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب حاشیہ نور الایضاح (باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں وہی عقیدہ اختیار کرتے ہیں۔ جو حضرت نانوتوی کا ہے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو فہنا صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ کمثل شمع فی حجرۃ اغلق بابہا فھو مستور عمن ھو خارج الحجرۃ ولکن نورہ کما کان بل ازید ولھذا احرم نکاح ازواجہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجر احکام المیراث فیما ترکہ لانہما من احکام الموت۔ ۱۲ محمد اعزاز علی غفر لہ۔ نیلوی صاحب ان بزرگوں کے حق میں اپنی یاوہ گوئی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں بعض حضرت نانوتوی کے اندھے مقلد کہتے ہیں کہ آپ کی روح پر فتوح آپ کے جسم عنصری کے اندر ہی سمٹ گئی ہے باہر نکلی ہی نہیں (ندائے حق جزء اول ص ۵۶۸) حضرت تھانوی اور حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب کو حضرت نانوتوی کا اندھا مقلد کہنا نیلوی صاحب کی کمال درجہ کی حماقت ہے ۔

بلبل ہمہ تن خون شد و گل ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر ایں است بہار

یاوہ گوئی ۳ نیلوی صاحب نے عنوان جلی قلم سے یوں قائم کیا ہے ہندوؤں کا عقیدہ ان پیغمبروں کی حیات کے بارے میں (ندائے حق جزء اول ص ۴۲۴) نیلوی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ دراصل ہندوؤں کے عقیدہ سے ماخوذ ہے (معاذ اللہ) ۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یاوہ گوئی ۴ فرقہ معطلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے (دیکھئے ندائے حق جزء اول ص ۴۱۹) نیلوی صاحب اس حوالہ سے بھی یہی تاثر دینا چاہتے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم معتزلہ جہمیہ اور معطلہ کا ہے فلہذا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل معطلہ ہیں معاذ اللہ!

یاوہ گوئی ۵ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفضی الی الشرک ہے (معاذ اللہ) (دیکھئے ندائے حق جزء اول ص ۵۸۸)

یاوہ گوئی ۶ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم غالبول کا عقیدہ ہے (معاذ اللہ)
(ندائے حق جزء اول ص ۴۳۵، ص ۴۳۹)

یاوہ گوئی ۷ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدعت و روافض کا ہے تفصیل دیکھئے ندائے حق جزء اول ص ۲۵۰، ص ۴۱۸، ص ۵۰۰)

لیکن ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر رافضی فرقہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی کے لئے میراث (و باغ فدک) کا مسئلہ کیوں کھڑا کرتا نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں (مسلک اہل حق میراث کا مطالبہ کرنا خود دلیل ہے۔ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (ندائے حق جزء اول ص ۵۰۰) نیلوی صاحب آگے چل کر اس کا اقرار صریح الفاظ میں کرتے ہیں۔ کہ شیعہ سنی متفق ہیں اس مسئلہ میں (دیکھئے ندائے حق جزاول ص ۵۰۴) نیلوی صاحب کے مطابق نیلوی صاحب شیعہ کے اس مسئلہ میں موافق ہیں۔ فلہذا نیلوی صاحب شیعہ بن گئے ہیں (ع) کند جنس با ہم جنس پرواز

یاوہ گوئی ۸ حیات جسد عنصری ثابت کرنا خام لوگوں کا کام ہے (ندائے حق جزاول ص ۱۳۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح کی تفسیر معارف القرآن ص ۳۹۷ ج ۱ سے نیلوی صاحب یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام شہدا سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ نیلوی کا کہنا ہے کہ یہ آثار جو ظاہری احکام پر پڑتے ہیں۔ ان سے حیات جسد عنصری پر استدلال کرنا خام لوگوں کا کام ہے (ندائے حق جزء اول ص ۱۳۳) نیلوی صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب خام لوگوں میں سے ہیں۔

پھر تو یہ معاملہ صرف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تک محدود نہ رہیگا۔ بلکہ حضرت تھانوی حیات شہداء کی آیت کے تحت یہی بات لکھتے ہیں (بیان القرآن ص ۹۵ ج ۱) اور اسی طرح حضرت نانوتوی رح آب حیات میں یہی بات لکھتے ہیں اور حضرت مولانا مفتی

اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں (حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنّفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۹۷ ج ۵) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں (ولانّ النبیین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لما کانوا احیاءً فلا معنی لتوریث الاحیاء منہم (الکوکب الدری ص ۴۲۳ ج ۱) اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ زندہ ہیں تو زندوں کی وراثت تقسیم کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں۔ اور حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح تفسیر مظہری ص ۴۰۸ ج ۷ میں آیت وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (پ ۲۲) کے تحت یہی بات لکھتے ہیں اور تفسیر کشف الرحمٰن میں زیر آیت شہداء حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی یہی بات لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! مفسرین اہلسنت والجماعت کے حوالے اس سلسلہ میں بہت ہیں اس مقام میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اتمام حجت نیلوی صاحب کا عقیدہ

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن علی حکیم میں فرمایا ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً (عقائد علماء دیوبند (نور اللہ مراقدہم) اور مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام ص ۵)

پس معلوم ہوا۔ نیلوی خام لوگوں میں سے ہے اور نیلوی کے خام ہونے میں تو شک بھی نہیں ہے جو کبھی کچھ عقیدہ اختیار کرے کبھی کچھ کبھی کوئی بات کرے کبھی کچھ وہ کس طرح پختہ ہو سکتا ہے اسی طرح حیات جسمانی کے عقیدہ پر دستخط مولانا قاضی نور محمد صاحب رح اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور پیر طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے بھی کر دیئے تھے دیکھئے

١٢٧

اُولٰئِكَ اَسْلَافِی فَجِئْنِی بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا يَا مُسِيْدُ الْمَجَامِعُ

عقائد عُلمائے دیوبند

نور اللہ مراقدہم

اور

مسئلہ

حیاتُ الانبیاء

علیہم السلام

ناشر

جمعیت اشاعتُ التوحید والسنت

سرگودھا

اسی عبارت کا ترجمہ اپنے رسالہ الہدیۃ المکیہ میں لکھا۔ اور رجارت شیخ المشائخ مولانا قطب العالم رشید احمد گنگوہی نے بھی فتاوی رشیدیہ میں یہی عبارت نقل فرمائی اور اسی پر مہر تصدیق ثبت فرمائی

نیلوی کہتا ہے کہ المہند علی المفند میں جو لفظ "دنیاکی سی" لکھا ہوا ہے اس کی اگر تاویل نہ کی جائے تو اپنے اسلاف کے قول کے بھی مخالف ہے اور قرآن و حدیث کے بھی مخالف ہے بلکہ خود اس رسالہ پر دستخط کرنے والے اکابر کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ نے کفایۃ المفتی میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن (انکی مفتی) صاحب نے روحانی زندگی کی تصریح فرمائی ہے۔ پھر المہند کی عبارت کئی وجوہ سے منظور فیہ ہے چنانچہ ندائے حق میں اس کو کھول کر بتایا گیا ہے۔

دلیل

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید حکیم میں فرمایا ہے وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا

بخلاف شہداء کے کہ ان کی شہادت باسعادت کے بعد ان کی بیویاں عدۃ وفاۃ گزارنے کے بعد (اور حاملہ ہونے کی حالت میں وضع حمل کے بعد) دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہیں۔ یعنی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہیں

ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات طبعی کے بعد ان کے ترکہ کا وارث کوئی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ یعنی صرف ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے کہ ہمارے مال کا کوئی آدمی وارث نہیں ہو سکتا اور ہمارا جو ترکہ ہے وہ صدقہ ہے اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو بیان کرنے والے خلفاء اربعہ، عبادلہ ثلثہ، ازواج مطہرات، ابوہریرہ، عباس بن عبدالمطلب، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ اور خود فاطمۃ الزہرا اور باقی صحابہ کا سکوت اجماع پر مہر ہے

بخلاف شہداء کے کہ ان کی وفاۃ (شہادت باسعادت) کے بعد باقاعدہ دوسرے اموات کی طرح تقسیم

تفہیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء صہ ۱۹) فلہذا نیلوی صاحب کے نزدیک یہ لوگ بھی خام ہونگے
جھنجلا کے مجھ کو ذبح تو صیاد نے کیا   اب رو رہا ہے منہ کو قفس پر دھرے ہوئے

یاوہ گوئی ۹ سب سے پہلے حیات النبیؐ کا نعرہ بلند کرنے والے منافق تھے (معاذ اللہ)
دیکھئے ندائے حق جزء اول صہ ۴۱۳

یاوہ گوئی ۱۰ سماع موتیٰ کا عقیدہ نص قطعی کا انکار ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں
(مع ہذا جو سماع موتیٰ کا قائل ہے وہ صریح قطعی نصوص اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ اور وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ کا منکر ہے اور نص قطعی کا علم ہونے کے بعد اس کا انکار کیا حکم رکھتا ہے۔ جب سماع موتیٰ مشیت ایزدی پر موقوف ہوا اور مشیت ایزدی کا تحقق ہمیں معلوم نہیں کہ کب ہوتا ہے اور کب نہیں اور کوئی صحیح غیر مؤول حدیث اس باب میں ہمیں ملی نہیں ہے۔ لہذا سماع کی نفی قطعی ہوئی
(ندائے حق جز ثانی صہ ۲۵۵ و ندائے حق طبع اول صہ ۹۵)

نیلوی کہتا ہے اب ما نحن فیہ میں نقلی قطعی دلیل اور عقلی قطعی دلیل ہر دو متحد ہیں اس فیصلہ پر کہ مُردے نہیں سُنتے اور نقلی قطعی دلیل قرآنی آیت ہے اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ اگر تم ان مرے ہوئے بزرگوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے (ندائے حق جلد ثانی صہ ۶۵، صہ ۲۰۹

نیلوی صاحب کی معنوی تحریف

نیلوی صاحب نے جو آیت کے ترجمہ میں (مرے ہوئے بزرگوں) کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کر دیئے ہیں یہ زبردست معنوی تحریف ہے۔ یہودی محرفین بھی شاید ایسی مجرمانہ تحریف کا ارتکاب نہ کرتے۔

قارئین کرام! قرآن مجید کی اس آیت کے تراجم اٹھا کر پڑھ لیں کسی مترجم نے بھی یہ معنی نہیں کئے جو نیلوی صاحب نے اپنی طرف سے خواہش نفسانی کا اتباع کرتے ہوئے مجرمانہ تحریف وخیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ نیلوی صاحب کے دل سے خدا کا خوف اُٹھ چکا ہے۔

یہ بات تو اب کوئی راز نہیں سب اہل گلستان جان گئے ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

اس آیت کی تشریح وتوضیح یاوہ گوئی نمبر ۱۲ میں آرہی ہے (انشاء اللہ تعالیٰ)

یاوہ گوئی ۱۱ نص قطعی کا منکر کافر نہیں ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک وہم کا ازالہ اگر کسی کو وہم ہو کہ نص قطعی سے جب عدم سماع ہوگیا۔ تو اس شخص کو کافر کہنا چاہیئے جو سماع کا قائل ہو۔ کیونکہ نص قطعی کا منکر تو کافر ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم کفر کا فتویٰ اس لئے نہیں لگاتے۔ کہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہم حنفیہ کے نزدیک گو خاص کی طرح قطعی ہے مگر شافعیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو قطعی نہیں مانتے ہیں بلکہ کہتے ہیں۔ ان من عام الا وقد خص منہ البعض ہر عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے اور مخصوص منہ البعض ظنی ہوتا ہے۔ قطعی نہیں ہوتا اس لئے ان کے نزدیک قطعی نہ ہوا پس یہ اختلاف مجتہدین قول بالکفر سے مانع ہے۔ جیسے آج کل قائلین سماع موتیٰ کو کافر اور مشرک کہنے والا فرقہ بھی پیدا ہوگیا ہے۔ اور ہمارے محترم مولانا (صفدر) صاحب نے بھی نیلوی کو اس کا ایک فرد سمجھ رکھا ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۵۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (البتہ امام شافعیؒ کا اصول اور ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی عام قطعی نہیں۔ بلکہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہے اسی لئے وہ خبر واحد کے ذریعے بھی عام کتاب اللہ کی تخصیص کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس تخصیص سے حکم عام کتاب اللہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خبر واحد سے پہلے جس طرح عام کتاب اللہ ظنی تھا۔ اور اب خبر واحد کے ذریعے تخصیص کرنے سے بھی ظنی کا ظنی ہی رہا۔ اس اصول کے تحت امام شافعیؒ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرمارہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں۔ اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا۔ تو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ مگر حنفیہ کا اصول اس تخصیص کی اجازت نہیں دیتا (ندائے حق ص ۲۰۵ ج ۲ تا ص ۲۰۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (پھر ضدی مجھے کہتے ہیں میں نے تو کسی قائل سماع کو کافر

تو نہیں کہا (ندائے حق ص۱۱ ج ۲

خلاصہ ا۔نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کے قائل کافر نہیں ہیں (۲) عدم سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے (۳)، حنفیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو خاص کی طرح قطعی مانتے ہیں۔ ۴۔ امام شافعیؒ عام غیر مخصوص منہ البعض کو ظنی مانتے ہیں (۵) نیلوی صاحب کے نزدیک بھی امام شافعیؒ کا اصول قابل عمل ہے اور حنفیہ کو نیلوی صاحب نے پس پشت ڈال دیا ہے لیکن اس کے باوجود نیلوی صاحب پھر بھی پکے حنفی ہیں (ماشاء اللہ) نیلوی کے گویا ہر چیز یا تحت ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بگاڑ دیں تو ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حنفی اصول چھوڑ کر شافعی اصول اختیار کرلیں۔ تو ان کی حنفیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جھوٹ بولیں تو ان کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ خیانت کا ارتکاب کریں تو ان کی دیانت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ایک شخص بہت بڑا جھوٹا اور فاسق فاجر تھا۔ ہم نے اس کو اس جرم سے باز رہنے کی نصیحت کی اس نے جواب دیا کہ میرا ایمان رتی بھر یا تولہ بھر نہیں بلکہ کئی من ہے اگر جھوٹ بولنے سے یا فسق و فجور کرنے سے کئی رتیاں یا کئی تولے ایمان چلا جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نیلوی صاحب کا ایمان بھی شاید اسی شخص کی طرح ہو

۱۲ ؎ آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جا تو پی بی کا

یاوہ گوئی نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور دوسری آیۃ جو ہے ان تدعوهم لایسمعوا دعاکم (اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے) یہاں تو سماع ہے۔ اسماع نہیں اس کا کیا جواب دوگے۔ کیا وہی بریلویوں والا جواب دوگے۔ کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اگر یہی جاہلانہ جواب دوگے۔ تو کوئی تمہیں یہ قاعدہ بھی یاد دلا سکتا ہے۔ کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب (ردّ منکرات ص۴۶)۔ نیلوی صاحب نے اب اس آیت کا ترجمہ تو درست کیا ہے۔ مگر یہاں بھی انہوں نے ایک مجرمانہ حرکت کا ارتکاب ضرور کیا ہے کہ ان مفسرین حضرات کو نیلوی نے جاہل اور بریلوی کہہ دیا ہے۔ جنہوں نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ کہ وہ مفسرین حضرات کون ہیں۔

۱ ۔ امیر علی ملیح آبادی لکھتا ہے (اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے (ف) کیونکہ تم جس مورت کو بناتے ہو وہ تم سے زیادہ عاجز ہے ۔ کیونکہ نہ ان میں اللہ تعالے نے سننے کی روح رکھی ہے ۔ اور ان مورتوں میں کچھ بھی نہیں ہے ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن صـ۲۲ پ

۲ ۔ تفسیر مدارک صـ۱۴۰ ج ۳ میں آیت وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے تحت لکھا ہے کہ اس سے مراد اصنام (بت) ہیں پھر لکھا ہے ۔ و نحوہٗ قولہ تعالیٰ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ اور اسی طرح آیت ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم میں بھی "بت" مراد ہیں ۔

۳ ۔ مفسر مولانا عبدالحق فرماتے ہیں (تم ان "بتوں" سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو اوّل تو ان کو کچھ اختیار ہی نہیں دوم ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے کس لئے کہ جمادات بے حس و حرکت ہیں (تفسیر حقانی صـ۱۲۸ ج ۶)

۴ ۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ۔ لانہا جمادات لا ارواح فیہا تفسیر ابن کثیر صـ۵۵۱ ج ۳) اس لئے کہ یہ جمادات ہیں ۔ جن میں روح نہیں ۔ نیلوی صاحب نے بھی تفسیر ابن کثیر کا حوالہ ندائے حق صـ۴ ج ۲ میں دیا ہے ۔ مگر ترجمہ تحت اللفظ نہیں کیا ۔ بلکہ جناب نیلوی صاحب نے خلاصہ بیان کیا ہے تاکہ وہ اس میں اپنے مقصد کی بات گھسیڑ سکیں ۔

۵ ۔ تفسیر روح المعانی پ۲۲ صـ۱۲۸ کا حوالہ ندائے حق جلد ثانی صـ۴ میں موجود ہے مگر ترجمہ نیلوی صاحب نے نہیں کیا ۔ بلکہ خلاصہ بیان کیا ہے ۔ لیکن شفاء الصدور طبع اوّل صـ۱۵ میں روح المعانی پ۲۲ صـ۱۶۸ بنا کر حوالہ دیا ہے ۔ مترجم مولانا محمد امیر بند یالوی نے ترجمہ میں خیانت کی ہے ۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔ اگر دونہ سے مراد جماد ہوں ۔ تو پھر تو ان کا نہ سننا ظاہر ہے اور اگر من دونہ سے مراد ملائکہ ، انبیاء عیسیٰ وغیرہ یا دیگر اولیاء ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ بھی نہیں سنتے ۔ کیونکہ ان کا کام غیب سے سننا نہیں یا بوجہ دوری اور مشغولیت تمہاری پکاریں نہیں سنتے اور بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے

کیونکہ ان کو تکلم اور سُننے کی قدرت نہیں دی گئی۔ قارئین اصل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ کریں (جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو جماد محض ہیں۔ یہ تفسیر اس بنیاد پر ہے۔ کہ کلام بتوں کے پجاریوں سے ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام بتوں کے پجاریوں اور فرشتوں وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پجاریوں اور ان کے علاوہ مقربین کے پجاریوں کیساتھ ہو۔ اس وقت نہ سُننا یا اس لئے ہے۔ کہ ان کی شان سُننا ہی نہیں جیسے بُت یا اس لئے کہ وہ اپنے شغل میں مصروف ہیں۔ اور عبادت کرنے والوں سے دُور ہیں۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام الخ ـــــــ قارئین کرام اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ اصل تفسیر بتوں کے بارے میں ہے۔ فرشتے وحضرت عیسے السلام وغیرہم مراد لینا احتمال کے درجہ میں ہے اگر یہ مراد لیا بھی جائے تب مراد عدم سماع بوجہ دُور ہونے کے ہے کیونکہ وہ علم غیب نہیں رکھتے۔

۶۔ نیلوی صاحب نے امام رازی رح سے بھی اس کی تفسیر نقل کی ہے۔ ترجمہ مولانا محمد اکبر بند یالوی کا پیش کیا جاتا ہے (اس آیت میں ابطال ہے اس خیال کا جو کہتے تھے۔ کہ اصنام (بُت) کی عبادت سے محض تقریب الی اللہ اور شفقت اور طلب شفاعت اور حاجات کا پیش کرنا مقصود ہے چونکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوتی اور نہ وہ نظر آتا ہے تب فرمایا کہ یہ اصنام (بت) تمہاری پکاروں کو نہیں سُنتے بلکہ اللہ تعالیٰ سُنتا ہے اور قبول فرماتا ہے پھر علی سبیل التنزل فرمایا۔ کہ اگر بالفرض وُہ سن بھی لیں جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے لیکن ان کے جواب دینے کے تو تم بھی قائل نہیں ہو کیونکہ اس میں ایک محسوس چیز کی نفی لازم آتی ہے۔ اس میں ان کا نزاع نہیں ہو سکتا۔ محال عدم میں نزاع نزاع فی المعقول ہے جو ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرما دی کہ نہیں سُنتے (شفاء الصدور طبع اول مترجم اردو صلا بحوالہ تفسیر رازی ص ۳۵ پ ۲۲) نیلوی صاحب نے امام رازی رح سے بہ حوالہ ندائے حق ص ۵ ج ۲ میں نقل کیا ہے۔ اور اصنام (بُت) کا معنی (یہ بے روح کے دھڑ) کیا ہے دھوکہ دینے کے لئے۔

۷۔ قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر ص ۳۴۳ ج ۴ مطبوعہ مصر میں لکھا جمادات (کیونکہ

وہ جماد ہیں، سے تفسیر کی ہے اور پھر آگے یجوز سے دوسرے احتمال کا ذکر بھی کیا ہے
خلاصہ یہ ہوا کہ نیلوی صاحب کے ہاں ان مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بتوں کا جو ذکر
کیا ہے تو اس کی وجہ سے یہ سب حضرات جاہل و بریلوی ہیں (معاذ اللہ)۔

حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی تفسیر

ملائکہ کو تم پکارتے ہو اے کفار! وہ تو مالک قطمیر کے نہیں۔ اگر پکارو تو وہ سنتے نہیں اگر بالفرض سن بھی لیں۔ طاقت دعا قبول کرنے کی نہیں

و یوم القیامۃ یکفرون بشرککم

یعنی دعاء کم اے پکارنے تمہارے کی (تفسیر بے نظیر طبع اول راولپنڈی ص۴۹)
نیز فرماتے ہیں (کفار ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض محال سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے غائبانہ سمیع بصیر اللہ کے غیر کو جاننا یہ شرک ہے (تفسیر بے نظیر ص۵۱) نیز فرماتے ہیں۔ جو شخص غائبانہ ندا کرتا ہے۔ کسی چیز کو اس اعتقاد سے۔ کہ وہ حاجات روا کنندہ ہے یا خواہ مخواہ کروا دے گا۔ بایں اعتقاد کہ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ لیکن اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں ہر وقت سننے جاننے والا ہے یہ ندا شرک ہے اور عبادت ہے (الی ان قال) وقال تعالیٰ فی سورۃ فاطر ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم و لو سمعوا ما استجابوا لکم و یوم القیامۃ یکفرون بشرککم (بلغۃ الحیران ص۵۱ تا ص۵۲)

شیخ القرآن کی تفسیر

باقی رہے تمہارے خود ساختہ کارساز جن کو تم حاجات اور بلیات میں غائبانہ پکارتے ہو وہ تو ایک چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتے (الی ان قال) اور قیامت کے دن تمہارے خود ساختہ معبود جن کو تم دنیا میں پکارتے ہو تمہارے اس شرک (غائبانہ پکار) کا انکار کر دیں گے (تفسیر جواہر القرآن ص۹۷۲ ج۳)

قارئین کرام! ان دو حضرات کی تفسیر سے ثابت ہوا۔ کہ غائبانہ پکار، حاجت روا سمجھ کر ان کو پکارا جائے تو وہ نہیں سنتے کیونکہ وہ دور ہیں اور دور کی پکار صرف اللہ تعالیٰ

سنتا ہے - اور کوئی نہیں سن سکتا۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں مرے ہوئے بزرگ ، اور مردے کے الفاظ گھسیڑ کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ مفسرین حضرات کی اکثریت اس آیت کی تفسیر میں اصنام (بُت) مراد لیتے ہیں اور بعض مفسرین حضرات دوسرا احتمال یحتمل کے لفظ سے یا یجوز کے لفظ سے) یہ بیان کردیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا فرشتے یا جنات ہوں۔ لیکن مفسرین حضرات تیسرا احتمال یہ ہرگز بیان نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ آیت اہل قبور کے بارے میں نازل ہوئی ہو کہ وہ بھی عند القبور نہیں سنتے۔ ایسی تفسیر کرنے والا کوئی قابلِ اعتماد مفسر نہ تو نیلوی صاحب کو آج تک ملا ہے اور نہ قیامت تک مل سکیگا (نیلوی صاحب لکھتے ہیں علامہ قرطبیؒ نے لا یسمعوا دعاءکم مفہوم ص ۵۴۱۸ میں لکھا وہ تمہاری پکار اس لئے نہیں سنتے لانہا جمادات لا تبصر و لا تسمع وہ بے جان ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے - اس کا جواب دیا۔

ثم یجوز ان یرجع ھذا الی المعبودین مما یعقل کالملائکة والجن والانبیاء والشیطان ای یجحدون ان ما فعلتموہ حقا وانہم امروکم بعبادتہم کما اخبر عن عیسیٰ بقولہ مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق و یجوز ان یندرج فیہ الاصنام ایضا ای یحییہا اللہ حتی تخبر انہا لیست اھلاً للعبادة مطلب یہ ہے کہ الذین تدعون من دونہ سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں۔ جیسے فرشتے ، جن ، نبی ولی شیاطین الخ (ندائے حق ص ۵۵ ج۲)

نیلوی صاحب کا جھوٹ و دھوکہ

نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے (پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے اس کا جواب دیا ہے - یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے اس کا جواب نہیں دیا - بلکہ دوسری تفسیر کا ثم یجوز سے احتمال بیان کیا ہے۔

چنانچہ نیلوی صاحب کے خود اپنے الفاظ کہ (مطلب یہ ہے کہ ان الذین تدعون من دونہ سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں) اس پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ مگر اول درجہ کی تفسیر واصل تفسیر علامہ قرطبیؒ کے ہاں یہی ہے کہ اس سے مراد بت ہیں۔ نیلوی صاحب نے اپنی زندگی کو جھوٹ بولنے خیانت کرنے دھوکہ دینے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توہین کرنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ بے چارے طالب علموں کو ان لوگوں نے اس قدر دھوکہ دیا ہے کہ وہ بے چارے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

چمن کے رنگ و بو نے اسقدر دھوکہ دیا مجھکو کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھدی

سوال سماع عند القبور بھی غیب کی قسم ہے۔ کیونکہ مردہ نظر نہیں آتا چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ تمہاری پکار غیب سے ہے خواہ قبر کے اوپر کیوں نہ ہو۔ اور غیب سے پکار کا سننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یہ وصف کسی دوسرے میں نہیں ہے (شفاء الصدور طبع اول ص ۱۶)

الجواب اگر سماع موتی عند القبور غیب سے ہوتا تو شرک ہوتا۔ حالانکہ سماع موتی کے قائلین پر کسی مفسر و محدث نے آج تک مشرک ہونے کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ نیز اگر سماع موتی شرک ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار حدیثیں اس کے رد میں موجود ہوتیں۔ حالانکہ کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں سماع موتی کا انکار ہو۔

نیلوی صاحب کا اقرار نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (یا تی رہا ایک خدشہ کہ ان میں (یعنی جو روایات نیلوی صاحب نے عدم سماع موتی کے متعلق پیش کی ہیں۔) کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۵)

نیلوی صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ کبھی کچھ لکھ دیتے ہیں۔ کبھی کچھ۔ اسی شفاء الصدور

طبع اول صدا، میں لکھتے ہیں۔ (شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا ایک مسئلہ سماع موتی کا ہے۔ اگر پکارنے والے اور نذر و نیاز دینے والے کو یقین ہو جائے کہ یہ مری پکار کو نہیں سُنتا تو پکارے کیوں) نیلوی کی اس بات سے معلوم ہوا کہ لوگ شرک کرتے ہیں۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرک سے منع نہ فرماتے تھے (العیاذ باللہ) ایک حدیث میں بھی نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سنتے واہ رے نیلوی واہ تیری تحقیق انیق تجھے خود رسوا کر رہی ہے ؎

کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی　　جائے کیسی اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی

سماع موتی کے قائلین اولیاء اللہ ہیں

اگر سماع موتی شرک ہوتا تو سماع موتی کے قائلین مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ و مولانا احمد علی لاہوری کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اولیاء اللہ ہرگز نہ کہتے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶ ؎

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے　　لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

سماع موتی کے قائل صحابہ کرام رض تھے

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے تفسیر جواہر القرآن میں آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کے تحت لکھا ہے۔ کہ سماع موتی کا مسئلہ صدر اوّل یعنی زمانہ صحابہ کرام سے اختلافی چلا آرہا ہے (ملخصاً) تفصیل جواہر القرآن میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر سماع موتی شرک ہوتا۔ تو صحابہ کرام رض ہرگز قائل نہ ہوتے۔ اور صحابہ کرام رض کو مشرک کہنے والا رافضی مرتد ہوتا ہے۔ فلہذا نیلوی صاحب خود ہی بتائیں وہ کون ہیں ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے　　نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

سوال اگرچہ یہ آیت بتوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے یا ملائکہ و عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے۔ شان نزول پر بند نہیں ہوتا۔ فلہذا مردے بھی اس میں شامل ہیں کہ مردے نہیں سُنتے۔

الجواب بے شک حکم شان نزول پر پابند نہیں ہوتا۔ بلکہ عام ہوتا ہے۔ لیکن

جو حکم شانِ نزول کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا لحاظ عام میں بھی کیا جاتا ہے۔ یعنی
جس طرح مشرک بتوں کو غائبانہ طور پر حاجت روا اور مشکل کُشا سمجھ کر پکارتے تھے
کہ وہ غیب دان ہیں۔ ہماری حاجت روائی کرتے ہیں یہ شرک ہے۔ اب بھی کوئی آدمی
اگر مُردوں یا زندوں کو غائبانہ طور پر حاجت میں پُکارے تو مشرک ہے۔ یہ مسئلہ
الگ ہے اس میں کسی مسلم مؤحد کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن ما نحن فیہ میں عند القبو
جو مُردوں پر سلام کیا جاتا ہے۔ وہ سُن لیتے ہیں یا مُردہ کو بعد دفن کے تلقین کی جاتی ہے
اور وہ سُن لیتا ہے۔ یہ شرک نہیں ہے اس کو شرک کہنے والا خود مشرک ہے۔ کیونکہ
جو آدمی کسی آدمی پر مشرک ہونے کا فتویٰ صادر کرتا ہے۔ اگر وہ اس کا مستحق نہیں
ہوتا تو وُہ فتوی لوٹ کر اس مفتی کے گلے میں پڑھ جاتا ہے (مضمون حدیث) فلہٰذا
مفتی کو سوچ کر فتوے دینا چاہیے۔

تلقین سے نہ روکا جائے

مفتی محمد کفایت اللہ صاحب بریلوی صاحب لکھتے ہیں (جواب
از فقیہ النفس الاستاذ المکرم المفتی الاعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ رحمۃً واسعۃً و فرۃً
سابغۃً۔ تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے
اصول کے ساتھ بہی اوفق ہے۔ لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت نہیں ہے اس
لئے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا۔ اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنیوا
کو ملامت نہ کی جائے راجح ہے (کفایت المفتی ج۲ ص۶۶) نیز لکھتے ہیں۔۔۔
حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں
جو لوگ سماعِ موتٰی کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اگر کوئی کرے تو اُسے
روکنا بھی نہیں چاہیے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبروں میں زندہ ہونا ہی صحیح
نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماعِ اموات
کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سُنے یا نہ سُنے۔ یعنی
لُقّن کر کا فائدہ یہ ہے سنتے (کفایت المفتی ج۲ ص۶۳ بحوالہ ندائے حق ج۲ ص۲۲)

نیز دیکھئے ص ؟) بتائیے نیلوی صاحب اگر سماع موتی شرک ہے تو تلقین کرنے سے خاص کر جب عوام کے سامنے کیجئے شرک پھیلے گا یا نہ جبکہ جناب کے استاذ محترم مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ تلقین سے نہ روکنا چاہیئے۔ بتائیے استاذ مشرک ہے یا شاگرد مشرک ہے

کاش! کہ آپ جیسا آدمی پیدا نہ ہوتا۔ کہ یہ فتنہ ہی ختم ہو جاتا۔ پھر نیلوی صاحب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالی یہ سلام (یعنی جو مُردوں پر کیا جاتا ہے) یہ مُردوں کو سُنا دیتا ہو۔ باقی اور کلام مُردے نہیں سُنتے (محمد کفائت اللہ کان اللہ لہ دہلی کفایت المفتی ص ۱۸۲ ج ۴) ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۷) نیز مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی ص ۱۶ ج ۱ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات روح مع الجسد اور صلوۃ وسلام کا سماع عند القبر صراحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

قارئین کرام! وہاں دیکھ لیں تاکہ کوئی دغاباز، مکار، دشمن اسلام مفتی صاحب کے مسلک کے بارے دھوکہ نہ دے سکے۔

علامہ شامیؒ پر نیلوی صاحب کا غصہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور بڑا تعجب تو سید ابن عابدین شامی پر ہے۔ کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور و شور سے فتوے دیتے ہیں ... مگر سمجھ نہیں آئی کہ تلقین

بدعتی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے۔ وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ندائے حق ص ۲۴۲ ج ۲)
بتایئے نیلوی صاحب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے بدعت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے یا نہ ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں　　لو خود صیاد اپنے دام میں آ گیا

نیز نیلوی صاحب آپ فرماتے ہیں (میرا مسلک وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا ہے ندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۶) کیا نیلوی صاحب آپ کا مسلک بھی ہے کہ تلقین کرنے سے نہ روکا جائے۔ جیسا کہ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کیا آپ کا بھی مسلک ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک جسد اطہر سے الگ نہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام کا سماع عند القبر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کفایت المفتی ص ۱۶۰ ج ایں صراحۃً کیساتھ تحریر فرماتے ہیں ۔ امید ہے کہ جناب نیلوی صاحب آپ ہاں میں جواب دیں گے۔ اگر ہاں میں جواب دینے کی عادت نہیں تو دو دفعہ نہیں نہیں کہہ دو ہے

دو نفی کے ملنے سے مثبت ہی ہوتا ہے جواب　　تو بھی خدا کے واسطے کہہ دے نہیں نہیں

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

۱۔ ادراک وشعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے (فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ص ۱۲۳ ج ۱)

۲ ۔ حاصل کلام اگر ان کا ادراک وشعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں (فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۳)

۳ ۔ بعد موت کے ادراک وشعور بڑھ جاتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۳ ج ۱)

۴ ۔ سوال ۔ انبیاء اولیاء، سلحاء سے بعد وفات کے اس طور سے استمداد درست ہے، یا نہیں کہ اے فلاں بزرگ حق تعالیٰ سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں۔ اور میرے لئے دعا کریں۔ جواب (الی ان قال) اگر استمداد اس طریقہ

سے کیا جائے گا۔ جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا (فتاوی عزیزی مترجم اردو ص۱۵۰ ج ا سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

۵ ۔ اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے (فتاوی عزیزی ص۱۵۲ ج ا)

نیلوی صاحب صاف لفظوں میں شاہ صاحبؒ پر فتویٰ لگا بیٹھے ؎

مغرور نہ ہو فصل خزاں آکے چمن میں ایسے بھی ہیں کچھ پھول کہ مرجھا نہیں سکتے

اتمام حجت

نیلوی صاحب نے بہت سے ائمہ کرامؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ سماع موتیٰ کے قائل تھے۔ مثلاً امام شافعیؒ و امام احمدؒ (ندائے حق ص۲۶۰ ج ۲) مالکیہؒ، شوافعؒ، حنابلہؒ سماع موتیٰ کے قائل تھے (ندائے حق جزء ثانی ص۲۶۳) امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، علامہ ابن العبادیؒ حافظ ابن حجرؒ، امام سیوطیؒ، امام نوویؒ، قاضی عیاضؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاریؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سب سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص۱۷)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے روایت کی جب بشر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا۔ تو ان کی ماں ام بشرؓ کو سخت فراق کا غم ہوا۔ پھر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میرے کنبہ (بنی سلمہ) میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرتا رہتا ہے۔ تو کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں تاکہ میں بشرؓ کو سلام کہلا بھیجوں آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مردے بے شک ایک دوسرے کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ پھر جب بنی سلمہ میں سے کوئی مرتا۔ تو ام بشرؓ اس کے پاس آکر بعد سلام کے کہتی تھیں۔ کہ تو میرے بیٹے بشرؓ کو میرا سلام کہہ دیجئو (رواہ ابن ابی الدنیا) (ندائے حق جزء اول ص۵۰۷) نیلوی صاحب نے جو یہ حدیث پیش کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو مرنے والوں کو اپنا سلام و پیغام اپنے مردہ رشتہ دار کو

کی طرف بھیجتے ہیں ۔ یہ عین حدیث کے مطابق ہے ۔ ۲ ۔ مردے ایک دوسرے کو ایسے پہچانتے ہیں ۔ جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں ۔ یعنی جیسے چڑیاں ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھتی ہیں ۔ اسی طرح مُردے باوجود اپنی قبر دل میں ہوتے ہیں ۔ تب بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں ۔ یا یہ کہ مُردے چل کر ایک دوسرے کی قبروں میں جاکر سلام و کلام کرتے ہیں ۔ نیلوی صاحب ذرا یہ بھی بتا دیں تو نوازش ہوگی ۔ کہ مردے وہاں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں ۔ یا نہ ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انسؓ و دیگر صحابہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے ۔ کہ جب آدمی مرتا ہے ۔ تو اس کے عزیز اقارب جو پہلے مر چکے ہیں ۔ اس کو گھیر لیتے ہیں اور دونوں مل کر خوش ہوتے ہیں جس طرح سفر سے گھر آنے والے مسافر سے خوشی ہوتی ہے (ابن ابی الدنیا) (ندائے حق جزاوّل ص۶۰) زیارت کرنے والا مُردے کے پاؤں کی جانب سے آئے تاکہ مُردہ کو پہچاننے میں آسانی ہو ۔ سر کی جانب سے زیارت کرنے والا نہ آئے کیونکہ مُردہ کو نگاہ اُٹھانے میں دقّت وتھکان لاحق ہوگی (خلاصۃ الفتاوٰی وغیرہ ندائے حق ص۳۱۰ ج ۲) اسی طرح ملّا علی قاریؒ و علّامہ شامیؒ سے نیلوی صاحب نے نقل کیا ہے دیکھئے شفاء الصدور طبع اوّل ص۹۶)

نیلوی صاحب بتائیے اب بھی سماعِ موتٰی کے مسئلہ کو شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا گیٹ کہوگے یا نہ اور سماع موتی کے قائلین کو مشرک کہوگے یا نہ ۔ امام ابن تیمیہؒ جس کو آپ شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں ۔ (ندائے حق جزء ثانی ص۱۳۹) ان کو مشرک کہوگے یا نہ ۔ نیز نیلوی صاحب آپ کا مشترکہ فیصلہ کہ جو سماع موتی کا قائل ہے ۔ اس کا ہماری جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنّۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۸۴ء ص۱۷)

فلہذا رئیس الموحدین شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کا تمہاری جماعت سے کوئی تعلق نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا ۔ کہ سماعِ موتی کا قائل نیلوی صاحب کے نزدیک

شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ ایسا کام نیلوی صاحب ہی کر سکتا ہے۔ ع

لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

یاوہ گوئی ۱۳

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (فمن نسب القول بسمع الاموات و معرفتہم والبصار ہم الی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ فلیس فی شئی من الحق بل افتری علیہم کذبا وبہتانا وافکا عظیما (شفاء الصدور طبع اول ۹)

جو سماع اموات کی نسبت اہلسنت والجماعت کی طرف کرتے ہیں۔ یاوہ جاہل ہیں ورنہ تو اس افتراء عظیم کے مرتکب ضرور ہیں۔

محترم نیلوی صاحب دوسروں کی تو بات ہی چھوڑ دو۔ اپنا حال سناؤ جناب کون ہیں مفتری ہیں یا جاہل ہیں۔ کیونکہ جناب نے سماع موتی کی نسبت امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور شوافع، حنابلہ، مالکیہ و امام ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ و ابن عبدالہادیؒ و ملا علی قاریؒ وغیرہم کی طرف کی ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے ہاں اہل سنت والجماعۃ ہیں یا نہ اگر ہیں۔ تو ان کی طرف سماع موتی کی نسبت کر کے آپ جاہل بنے ہیں یا مفتری۔ فیصلہ ... کردیں۔ کیونکہ ے

آپ خود ہی ذرا اپنے جور و جفا کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

یاوہ گوئی ۱۴

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خصوصا اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قبر مبارک سے نکال لیتے تاکہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیت کا درجہ حاصل کر لیتے (ندائے حق طبع اول ص ۶۵)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

نوٹ :۔ ندائے حق طبع اول میں یہ لفظ لکھے گئے تھے " قبر مبارک سے نکال لیتے " لوگوں نے اودہم مچا دیا۔ کہ نیلوی نے توہین کر دی حضرتؐ کی کہ حضرتؐ کو قبر سے نکالنے کا منصوبہ ہود ... بتایا تھا۔ لہذا نیلوی " یہودی بنے " نیلوی کہتا ہے کہ آپ کے جسد اطہر کو قبر اطہر سے نکالنے کا۔ مبارک منصوبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی بناء پر تھا۔ اسی لئے مذموم تھا۔ لیکن یہاں حصول ... کے لئے ہے (ندائے حق جزء اول ص)

محترم نیلوی صاحب اگر یہ الفاظ توہین کے نہیں تھے۔ تو آپ نے عبارت میں تبدیلی کیوں کر دی ہے چنانچہ ندائے حق جزء اول صـ٦٦ میں اب الفاظ یوں ہیں۔ "خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے"

محترم نیلوی صاحب یہ تو آپ نے مودودی صاحب والا کام کیا ہے۔ جب اس ناعاقبت اندیش نے حضرت یونس علیہ السلام کی توہین میں چند الفاظ لکھ دیئے تھے۔ (دیکھئے تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ یونس طبع اول) جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو مودودی صاحب نے وہ الفاظ کاٹ دیئے اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ میرے الفاظ درست تھے نیلوی اور مودودی صاحب کا ذہن ایک جیسا ہے۔ مودودی صاحب راہنما ہیں نیلوی صاحب ان کے پیروکار ہیں ؎

کند جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

نیلوی صاحب نے جو یہ الفاظ " باہر بلا لیتے " اب لکھے ہیں یہ بھی بے ادبی سے خالی نہیں۔ کیونکہ باہر بلانے سے بھی سورۃ حجرات میں منع آئی ہے۔ گستاخ انسان کو بغیر گستاخی کے الفاظ کے کوئی صحیح لفظ نظر ہی نہیں آتے ان بیچاروں کی آنکھیں ہی بند ہوتی ہیں ؎

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے بھلا اس میں کیا قصور ہے آفتاب کا

بے ادبی کا اقرار

نیلوی صاحب نے حضرت استاذ مکرم صفدر صاحب دامت برکاتہم کی کتاب تسکین الصدور طبع اول صـ۱۳۸ کی عبارت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں " نیز یہ جو فرمایا۔" اگر کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے الخ ذرا یہ سمجھائیں وہ دیکھے گا کیسے قبر اطہر سے مٹی ہٹا کر یا بغیر مٹی ہٹانے کے۔ اگر مٹی ہٹا کر دیکھے گا تو توہین نہ ہوگی۔ (ندائے حق جزء اول صـ۴۶۶) نیلوی صاحب پہلے تو ندائے حق جزء اول کے صـ۴۶۸ میں لکھ آئے ہیں کہ حصول فیض کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے نکالنا

توہین نہیں ہے اور اب یہاں لکھ دیا ہے کہ توہین ہے۔ معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب دبی زبان میں اپنے آپ کو گستاخ مانتا ہے

حضرت صفدر صاحب دام مجدھم کی عبارت کی وضاحت

نیلوی صاحب آپنے خواہ مخواہ

حضرت استاذ مکرم دامت برکاتہم کی عبارت پر اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ کو یہ احتمالات نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت استاذ مکرم نے آگے صفحہ ۱۴۰ پر علامہ آلوسیؒ کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی قبر کھل گئی ہے تو لوگ ان کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح کہ عام مُردوں کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی۔ فضول باتیں کرنا نیلوی صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔

میت کو قبر سے نکالنا فیض حاصل کرنے کیلئے بھی جائز نہیں

قارئین کرام! ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بمقام صدرا کے ایک پیرزادے نے اپنے بزرگ کو جو پشاور میں مدفون تھے۔ وہاں سے نکال کر فیض حاصل کرنے کیلئے صدرا لائے تو لوگوں میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا اور مناظرہ تک نوبت پہنچ گئی۔ جمعیتہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مولویوں کے ساتھ نیلوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ علماء دیوبند کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقامی علماء کرام نے اس مناظرہ پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ بریلوی علماء مقام مناظرہ سے بھاگ کھڑے ہوئے بحمد اللہ یہ فتنہ فرو ہوا۔ نیلوی صاحب نے واپس آکر اپنے ماہنامہ میں سارا مضمون ہی اس کے خلاف لکھا۔ اور حوالہ جات سے ثابت کیا۔ کہ مُردہ کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ دیکھئے ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہلسنت نمبر ۹ شمارہ ½ فروری ۱۹۷۹ء / ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

اس ماہنامہ کا پہلا صفحہ قارئین کی خدمت میں عکس کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔
جب کسی بزرگ کو فیض حاصل کرنے کے لئے قبر سے نکالنا منع ہے۔ تو نیلوی

۱۴۶

ماہنامہ جشنِ بہار سرگودھا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۹ء نگران: غلام فرید اعوان

گلستانِ اہلسنت نمبر

مدیر
سید حسن واسطی

خاص شمارہ

جلد ۹ فروری ۱۹۹۶ء / ربیع الاول ۱۴۱۶ء شمارہ ۲/۱

از حضرت علامہ سیالوی مدظلہٗ

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور مزاراتِ مقدسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ تَتَوَالٰی

اَمَّا بَعْد: دوسرے ممالک کا تو ہمیں علم نہیں ہے۔ البتہ ہمارے ملک میں بعض ایسے ایسے عناصر ہیں جن کا یہ رویہ ہے کہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی بزرگ نیک ولی کی قبر کو اکھیڑ کر اس کے جسم کو نکال کر دور، دوراز مقام پر جہاں اپنی گدی ہے لے جاکر دفن کر دیتے ہیں۔ اور جب کوئی عاشق مطالبہ کرتا ہے کہ خدارا مجھ پر کرم فرمائیں۔ اور ولی اللہ کے چہرہ مبارک کی زیارت کرائیں۔ تاکہ ہمیں بھی سعادت نصیب ہو۔ تو سختی سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منہ دیکھنا دکھانا گناہ ہے۔ اگر منہ دیکھ لیا گیا تو یہ یہ خرابیاں ہوں گی۔ زیارت کر کے کیا کرو گے۔ آپ نے ہم نے آپ کی خاطر کس قدر سہولت کر دی ہے کہ آپ کو اس ولی کے پاس دور دراز کا سفر طے کر کے پہنچنا پڑتا تھا۔ اب جو مانگنا ہو ہمیں وقتاً فوقتاً حضرت پیر صاحب سے مانگ لیا کریں۔ آپ کی حاجت و مراد حضرت پیر صاحب پوری کر دیا کریں گے۔ جو نذرانہ حضرت پیر صاحب کو پیش کرنا ہو ہمیں پیش کر دیا کرو۔ جو چڑھاوا چڑھانا ہو ہمیں چڑھا دیا کرو۔ یہ کام اکثر و بیشتر کئی مقامات پر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اور ایک واقعہ اسی قسم کا تازہ بتازہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوا ہے کہ ایک نوجوان نے ضلع پشاور میں اپنے ہی ایک بزرگ کی قبر تقریباً چھ سال کے بعد اکھیڑ دی۔ پھر کسی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر صدرا (ڈیرہ اسمٰعیل خان سے تقریباً پچیس میل شمال مغرب کو) میں لاکر دفن کر دیا۔

ایک عالم دین نے (اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل مال و اولاد دین و دنیا میں برکات کثیرہ عطا فرمائے) اس کی اس نازیبا اور غیر مشروع اور قبیح حرکت پر متنبہ فرمایا۔ مگر وہ نوجوان بجائے اس کے کہ اپنی غلط کام پر نادم ہوتا (اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) اس عالم دین پر کیچڑ اچھالنے لگا اور کفر کی مشین گن کا دہانہ کھول کر اس عالم دین اور اس کے ہم مسلک تمام علمائے حق کی طرف منہ کر کے فیر شروع کر دیئے۔ اور ایک طوفان برپا کر دیا۔ اور برائے نام مولویوں کو مقابلے کے لئے بلا لیا اور مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔

پبلشر: غلام فرید اعوان، پرنٹر: عطاء اللہ [illegible] سرگودھا [illegible]

صاحب کا یہ کہنا کہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم کو فیض حاصل کرنے کیلئے نکالنا جائز ہے) سخت قسم کی بے ادبی وگستاخی ہے اس قسم کا گستاخ شفاعت نبویؐ سے محروم ہوگا اور زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کبھی حاصل نہیں ہوسکتی ؎

جس کو تو نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا
قیامت تک نہ اٹھ سکیگا خدا کی قسم

یاوہ گوئی ۱۵ نیلوی صاحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتے ہیں۔ خواہ آپ کتنے ہی پردوں میں پڑے ہیں (ندائے حق طبع اول ص ۲۸۳) **پڑے ہیں** یہ بے ادبی کا لفظ ہے۔ ادب کا تقاضا تھا کہ الفاظ یوں ہوتے (آپ خواہ کتنے ہی پردوں میں آرام فرما ہیں یا تشریف فرما ہیں) مگر نیلوی صاحب جیسے لوگوں سے ادب کے الفاظ منہ سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے ؎ بے ادب محروم ماند از فضل رب

یاوہ گوئی ۱۶ نیلوی صاحب۔ عام مردوں کے بارہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روح اور بدن عنصری میں ایک تعلق اور کنکشن ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ہے (ندائے حق ص ۱۴۴ ج ۲)

نیلوی صاحب نے عام مردوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا دیا ہے اور برابر کر دیا ہے۔ (معاذ اللہ)

تعلق کا منکر کافر ہے نیلوی صاحب لکھتے ہیں (فائدہ) جب اپنی قوم یا اقارب وغیرہ کے ساتھ روحانی تعلق قرآن پاک سے ثابت ہے۔ تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق یقیناً ثابت ہے جو اسی قرآنی آیت سے بطریق دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالۃ النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ اور یہ

تعلق ثابت ہے ۔ اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآن کریم کی آیت سے انکار لازم آتا ہے اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے جس طرح سارے قرآن کریم کا انکار کفر ہے ۔ مگر اس تعلق کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے روح جسد کی طرف واپس آکر اس میں کان آنکھ دل اور عقل اور زبان اپنے اپنے فرائض پر پھر اسی طرح تعینات ہو جائیں جس طرح دنیوی زندگی میں ان فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے ۔ یعنی کان اہل دنیا کا کلام سننے لگ جائیں ۔ آنکھیں اہل دنیا میں سے قبر پر کھڑا ہونے والوں کو دیکھنے لگیں اور زبان اہل دنیا میں سے قبر کے پاس آنے والوں کے کلام سلام کا جواب دینے لگ جائیں اور دل و عقل اہل دنیا میں سے قبر پر آنے جانے والوں کو جان پہچان کرنے لگ جائے ۔ ایسا تعلق قرآن پاک کی کسی آیت سے ثابت نہیں ۔ (ندائے حق جزء اول ص۶۳ تا ص۶۴)

قارئین کرام ! نیلوی صاحب نے قرآن مجید سے روح کا تعلق جسد عنصری سے ثابت کیا ہے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے ۔ البتہ نیلوی صاحب خاص قسم کے تعلق کا انکار بھی کرتے ہیں ۔ اور یہ ان کے تلون مزاجی کی بدترین مثال ہے ۔

جسم سنتا ہے روح نہیں سنتا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں یہ صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں ۔ کہ جسم کے لئے سماعت ہے نہ روح کے لئے مثلاً وہ روایت جو صحیحین میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولّٰی عنہ اصحابہٗ انہ لیسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان فیقعد انہٗ فی روایۃ ویجلسانہٖ الخ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے ساتھی دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں ۔ تو وہ دفن کیا ہوا بندہ میت

ان واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز ابھی سن ہی رہا ہوتا ہے۔ کہ اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے اٹھا بٹھاتے ہیں۔ اس حدیث صحیح کی ظاہر عبارت یہ بتاتی ہے۔ کہ میت کو دفن کرنے کے بعد منکرین کے اس کے پاس آنے اور اٹھا بٹھانے

———— سے پہلے وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ تو یہ صرف جسم ہی تو ہے جس میں روح نہیں ہے۔ اور اس جسم بے روح کیلئے سماعت ثابت ہو گئی کیونکہ ظاہر ہے کہ اس العبد سے مراد جسد بلا روح ہے جسے قبر میں رکھا جا رہا ہے ...... پھر وتولّیٰ عنہ میں ضمیر مجرور اور اصحابہٗ میں مضاف الیہ ضمیر ان ہر دو ضمیروں کا مرجع وہی العبد ہے۔ جو جسد بے روح سے عبارت ہے پھر انہ کی ضمیر بھی العبد کی طرف راجع ہے لیسمع کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے پھر اتاہ میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہے۔ پھر فیقعدانہ میں بھی ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہی ہے۔ جو عبارت ہے۔ جسد بے روح سے اور قلیب بدر والی حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف جسموں نے سنا تھا۔ جن میں روح نہ تھی (ندائے حق ص ۳۷۸ ج ۲ تا ص ۳۷۹)

پھر نیلوی صاحب نے آگے چل کر لکھا کہ (انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں گلتے سڑتے نہیں ہیں ان کے جسم مبارک کا کھانا زمین پر حرام کر دیا گیا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے ہیں پس اس حدیث سے پہلے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو زندہ لوگوں کے کلام سننے کیلئے جسد خاکی کا سالم ہونا ضروری ہوا ...... اور دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ جب جسد نہ رہے تو سماعت بھی نہیں رہتی۔ خلاصۃ الفتاوی وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے۔ کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں میت کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت

اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط روح سُنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سنتا تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سبب ناچار یہ سبب کچھ جسم کے خواص ہیں پس اس فقہی روایت کا مضمون بھی جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے (ندائے حق ص۳۸۰ ج ۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے تین صحیح حدیثیں جسد کے سماع کیلئے بیان کی ہیں جو بقول نیلوی صاحب صریح بھی ہیں اور ایک فقہاء کرامؒ کا فتویٰ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ جو جسد کے سماع میں صریح ہے۔ اور بقول نیلوی صاحب جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے ان صریح اور صحیح حدیثوں کے مضمون کو رد کرکے تاویلیں شروع کردیں۔ اور فقہاء کرامؒ کے فتویٰ کو بھی رد کردیا ہے۔ جو کہ بالکل صریح ہے۔ اب نیلوی صاحب کے شبہات کو ذکر کرکے ان کا جواب دیا جاتا ہے

سوال: نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کے حوالہ کا جواب یوں دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زیارت کیلئے سرہانے کیطرف سے جانا میت کیلئے اَنْعَشُ ہے۔ کہ میت کو نگاہ کرتے وقت ہوتی ہے۔ گردن پھیرنی پڑتی ہے، نہ قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ امام اعظمؒ سے نہ صاحبین سے یا جمہور فقہائے حنفیہ سے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وہ محض ایک خیال ہے بعض علماء کا جو دین میں کسی طرح حجت نہیں ہوسکتا (ندائے حق ص۳۸۰ ج ۲ تا ص۳۸۱)

الجواب جناب نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کے حوالہ سے جو جناب نے فقہاء کرامؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ یہ فتویٰ علامہ شامیؒ نے بھی ذکر کیا ہے (دیکھئے فتاویٰ شامی ص۶۶۵ ج ۱) مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ) اور ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارۃ میں اس مسئلہ وفتویٰ کو ذکر کیا ہے (دیکھئے شفاء الصدور مترجم اردو ص۹۶) حافظ ابن

الہمام رح بھی فقہاء احناف رح سے اس مسئلہ کا بیان کرتے ہیں دیکھئے (فتح القدیر ص۹۵ ج ۲-المکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ) اور سید احمد طحطاوی حنفی رح حاشیہ مراقی الفلاح ص۳۴۰ میں حافظ ابن القیم رح سے نقل کرتے ہیں۔ کہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنے والا جب بھی آئے تو قبر والا میت اس شخص کو جانتا ہے اور اس کا سلام بھی سنتا ہے اور اس سے مانوس بھی ہوتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور یہ عام ہے شہداء وغیر شہداء سب کو شامل ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مزید حوالے کسی اور مقام میں ذکر کر دیئے جائیں گے۔ محترم نیلوی صاحب کیا یہ سب فقہاء احناف رح اس قابل ہیں کہ ان کے اقوال و فتاوی کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ حالانکہ فقہاء احناف رح کی بات کو ٹھکرانا آپ کے نزدیک بھی زبردست گستاخی ہے۔

فقہاء احناف رح کی بات کو ٹھکرانا زبردست گستاخی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں مندرجہ بالا اجلہ فقہائے حنفیہ شکر اللہ سعیہم نے جو جواب دیے ہیں وہ کسی طرح بے دلیل نہیں ہو سکتے۔ ایسی ہستیوں کے بارے یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا تصور کرنا ان پر بے اعتمادی کا ثبوت ہے اور ایک غیر معمولی گستاخی ہے اور بغیر دلیل کے ان کی بات کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دینا ہے۔ حفظنا اللہ منہ (ندائے حق ص۱۵۶ ج۲)

نیلوی صاحب! ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سوال حدیث انہ لیسمع قرع نعالہم کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور جوتیوں کی آواز سننا جو ہے۔ اس سے نکیرین کا جلدی آنا (ندائے حق ص۳۸۱ ج ۲ و جزء اول ص۱۹۵)

جواب ملا علی قاری رح نے اس توجیہ کی خوب تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ میت کفن دینے والے اور چارپائی اٹھانے والے اور جنازہ پڑھنے والے اور دفن کرنے والے سب کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ جیسا کہ احادیث

سے ثابت ہے اور ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی دب دب کی آواز حقیقتاً سنتا ہے دیکھئے (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۹۶)

جواب ۲ نیلوی صاحب آپ نے خود اس حدیث کی تشریح میں تسلیم کیا ہے کہ العبد سے مراد جسد بے روح ہے اور اس کو قبر میں اُٹھانا اس سے منکر نکیر کا سوال کرنا پھر اس مردہ کا جواب دینا وغیرہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اب جان من انکار کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے (ع) تیرا جی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں

جواب ۳ اگر قرع نعال کا حقیقی معنی مراد نہ ہو تو فقہائے احناف رح کا اس حدیث کو جوتوں سمیت قبروں کے درمیان چلنے پر استدلال کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب آپ خود حوالہ نقل کرتے ہیں۔ یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے (ندائے حق جزء اوّل ص ۲۲) نیلوی صاحب حنفیت سے تم خارج ہو۔ تم نے حنفیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ راست پر چلائے (آمین)

محترم نیلوی صاحب بات بہت طول پکڑتی جا رہی ہے۔ اس کو یہاں ختم کر دیں لقیہ ادھار کر لیں انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی! جناب کی پوتھی ندائے حق خرافات سے بھری ہوئی ہے۔ کس کس خرافہ کا جواب دیا جائے ؎

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

یاوہ گوئی ۱۷ حضرت ابی ہریرہؓ کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابی ہریرہؓ ہی سے روایت ملی (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۳۵)

نیلوی صاحب کا رجوع

نیلوی صاحب نے اپنی غلطی سے رجوع کرلیا ہے دیکھئے (ندائے حق ص ۲۹۵ ج ۲) مگر کس کس گستاخی سے نیلوی صاحب رجوع کریں گے

اگر غفلت سے باز آیا جفاء کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

جمہور اہلسنّت زنبور ہیں

ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ ہم ایسے جمہور کے عاشق نہیں ہمیں تو قرآن وسُنّت و اجماع مجتہدین کافی ہیں۔ یہ جمہور زنبور کشف خوابیں جنگلیوں کا مذہب آپ ہی کو نصیب ہو (ندائے حق طبع اوّل ص ۳۰۳)

۱۸ یاوہ گوئی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ قبول کرنا ایمان فروشی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں اگر ایمان فروش یا اجیر خاص ہوتا۔ تو چوکیرہ مدرسہ دارالہدیٰ سے میں نہ نکلتا اور آپ لوگوں کا مسلک اختیار کرلیتا۔ ندائے حق ص ۲۹۵ ج ۲) نیلوی صاحب نے اس مدرسہ سے نکلنے کی تفصیل ندائے حق جزء اوّل ص ۳۰۸ تا ص ۳۰۹ میں کردی۔ نیلوی صاحب خود نہیں نکلے بلکہ نکالے گئے ہیں

کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

۱۹ یاوہ گوئی، انبیاء علیہم السلام کے اجسا کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا توہین ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے اجساد مطہرہ کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا بھی اُن کی توہین ہے (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۸)

گلابی رخسار والے

نیلوی صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کو جب گلاب کے پھول کیساتھ تشبیہ دینا توہین ہے۔ تو چہرہ مبارک جو جسد مبارک میں سے عضو شریف بلکہ اشرف ہے۔ اس کو گلاب کے پھول کے ساتھ تشبیہ دینا تو بطریق اولیٰ بے ادبی و گستاخی

دتوہین ہو گی۔ مگر نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور ادھر آپ کا معصوم جسم مطہر معطر بالکل بلا تغیر و تبدل اسی طرح موجود ہے جس طرح صحابہ کرام رضی نے اپنے محفوظ ہاتھوں سے ام المؤمنین رضی کے حجرہ شریفہ میں زمین کھود کر لحد میں رکھا تھا۔ جیسے کوئی نقاب اوڑھے گلابی رخسار والے گورے رنگ کے آرام فرما رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم (نداۓ حق جز ثانی ص ۱۴۰ و نداۓ حق طبع اول ص ۲۶۲) نیلوی صاحب نے اپنا گستاخ ہونا ثابت کر دیا ہے ؎

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

یا وہ گوئی ۲۰۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی نداۓ حق جزء اول ص ۳۹۵ میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ حیات برزخی ہوتی ہے اور نہ ان میں ادراک و شعور ہوتا ہے (معاذ اللہ) نقل کفر کفر نباشد۔ عام اموات کے بارے میں نیلوی صاحب اقرار کرتے ہیں۔ ان میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ وہ اپنی قبروں میں دکھ سکھ محسوس کر سکیں ضروریات دین میں سے ہے۔ دیکھئے نداۓ حق جزء اول ص ۶ و ص ۱۸ تا ص ۱۹ و نداۓ حق ص ۳۴۵ ج ۲) مگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق اتنا بغض کہ عام مومنوں والی حیات سے بھی وہ بہرہ ور نہیں ہیں (معاذ اللہ) بلکہ کفار کو بھی ایک قسم کی حیات حاصل ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو کسی قسم کی اپنی قبروں میں حیات حاصل نہیں (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

ع۔ ایمان کو آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جہالوی کی

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینے والا کافر ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاء کی شان میں گستاخی ہو وہ بلا ریب کفر ہے۔ اب ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کس صورت

میں لازم آتی ہے (ندائے حق جزء اوّل صـ ۵۵۲) نیلوی صاحب آپ نے یہ فتویٰ کفر کا اپنی ذات پر خود لگایا ہے

گل و گلشن کا گلہ اے بلبل ناشاد نہ کر — تو گرفتار ہوئی اپنے کئے کے باعث

نیلوی صاحب آپ کی گستاخیاں و یاوہ گوئیاں تو بہت ہیں۔ مگر ہم نے حق کے متلاشیان کے لئے چند نقل کر دی ہیں۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے گستاخوں کی سنگت سے اجتناب کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی انبیاء علیہم السلام کی توہین و گستاخی کرنیوالے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جائے جہنم سے

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

نیلوی صاحب کا بیجا غصہ

نیلوی صاحب پر جب مسلمانوں کی طرف یہ اعتراض کیا گیا کہ نیلوی تو زبردست گستاخ ہیں۔ تو نیلوی صاحب نے اپنی گستاخیوں پر پردہ ڈالنے اور ان کو جائز ثابت کرنے کے لئے اکابر علماء دیوبندؒ پر جھوٹے الزام لگا دیئے جس طرح کہ بریلوی اور مودودی صاحبان کا وطیرہ ہے۔

حضرت نانوتویؒ گستاخ ہیں معاذ اللہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اگر خواہ مخواہ بولنا ہی ہے تو یہ بتاؤ۔ کہ جمال قاسمی صـ ۱۵ میں نبیؐ پاک کی قبوری زندگی کو سکتہ کے مرض والے کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یہ توہین نہیں (ندائے حق جزء اوّل صـ ۴۶۹) نیلوی صاحب کو توہین نظر نہیں آتی۔ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی۔ آپ کا گستاخ ذہن اگر اس کو توہین سمجھے تو ہمیں تعجب بھی نہیں۔

ہفت روزہ خدام الدین و ترجمانِ اسلام پر ناراضگی

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (نیز جمعیۃ علمائے اسلام کے ترجمان اسلام میں حضرت عزیرؑ کے بارے لکھا۔ جسم بے روح بنے وہیں پڑے رہے ان کی ہڈیوں کے

جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے۔ جسم کا بند بند ٹوٹ گیا تھا...... اس بے جان لاشے میں اپنی رُوح پھونک دی..... اللہ تعالیٰ نے انہیں ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ کیا حضرت عزیر پیغمبر ؑ کے بارے یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ اسی طرح خدام الدین جو حضرت لاہوری رح کا جاری کردہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں جو لکھا۔ در ہیں اتنا جسم زخم آلودہ سے ایک کیڑا زمین پر گر گیا...... حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں کی عفونت ہوا میں مل کر نہ دیکی گاؤں کی طرف گئی..... حضرت ایوب علیہ السلام نے لوگوں کو فرمایا۔ مجھے اپنے گاؤں کے کوڑا کرکٹ پر پھینک دو۔ سمجھنا کہ معاذ اللہ گلا سڑا کت پڑا ہے۔ کیا یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ وہ ہاتھ جل جائیں جنہوں نے خدام الدین جیسے اسلامی رسالہ میں یہ لکھا ہے...... ہاں تو ایک بات اور رہ گئی۔ کہ آپ کا فتویٰ ہے کہ ہمارے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور مسئلہ ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ کافر کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے کا کیا مطلب۔ کافر کے پیچھے تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ لیکن آپ جو ہمارے پیچھے نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہو تو معلوم ہوا۔ کہ آپ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ نبیوں کی توہین کرنے والا فاسق مبتدع تو ہو سکتا ہے۔ مگر کافر نہیں ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو۔ کہ ترجمان اسلام میں اور خدام الدین میں خوب کھل کر نبیوں کی توہین کی گئی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ندائے حق جزء اوّل ص ۲۶۹)

نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۳۰ ج ۲ میں توہین حضرت عزیر علیہ السلام کے عنوان کے تحت پھر ترجمان اسلام ص ۱۶-۱۷-۱۸ جلد شمارہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے سن و تاریخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ تاکہ اصل رسالہ کی طرف رجوع کیا جاتا۔ جبتک نیلوی صاحب ترجمان اسلام کا سن و تاریخ نہ بیان کریں اس پر تبصرہ و جواب کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ نیلوی صاحب نے توہین حضرت ایوب کے عنوان کے تحت خدام الدین ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء کا حوالہ دیا ہے دیکھئے (ندائے حق ص ۳۰ ج ۲) اس لئے اس کا جواب تفصیل سے ذکر

کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب نے تجویہ لکھا ہے۔ کہ خدام الدین جو حضرت لاہوری رح کا جاری کردہ ہے۔ بے شک خدام الدین حضرت لاہوری رح کا جاری کردہ ہے۔ مگر جناب نیلوی صاحب آپ نے جس خدام الدین کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء کا ہے۔ جب کہ اس کے جاری کنندہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل رمضان ۱۳۸۱ھ / فروری ۱۹۶۲ء میں انتقال فرما چکے تھے۔ دوم جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ وہ حافظ محمد اشرف کیمبلپوری کا ہے۔ جو جاہل قسم کا آدمی نظر آتا ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے یہ اتنا مشہور ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس میں ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ شیخ عطار رح نے بھی کیڑوں کا ذکر کیا ہے (از تن خاک بکرماں قوت داد) (پند نامہ) نیلوی صاحب آپ نے جو اس واقعہ کو کھلی توہین سے تعبیر کیا ہے۔ تو گویا آپ ایسے واقعہ بیان کرنے والے پر کفر کا فتوی لگانا چاہتے ہیں۔ جناب نیلوی صاحب آپ نے اگر فتویٰ لگانا ہے اور فتویٰ لگانے کا شوق ہے۔ تو اپنا شوق پورا کریں۔ آپ کے پیر و مرشد بھی اس واقعہ کے بیان کرنے میں ملوث ہیں ملاحظہ ہو۔ اور ایوب ؑ کا قصہ مختصر یہ ایک کتاب میں ہے کہ تمام لوگ مخالف ہو گئے۔ شہر سے باہر نکال دیا۔ کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑھ گئے تھے۔ الخ۔ بلغۃ الحیران ص ۲۸۷۔ محترم نیلوی صاحب کیا خیال ہے آپ کے پیر و مرشد بھی بقول آپ کے گستاخ و کافر ہیں یا نہ اور اس تفسیر کے جامع مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے بارے میں جناب کے دربار سے کیا فتویٰ صادر ہو گا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے میر ہوئے سب آپ کے فتوؤں کے اسیر ہوئے

نیلوی صاحب گستاخی کرنے سے باز آ جاؤ۔ توبہ کر لو تا کہ خاتمہ ایمان پر ہو جائے دوسروں پر اپنی گندگی کا کیچڑ مت پھینکو۔

چار ہزار کیڑے ! مولوی ابوالحسنات لاہوری کا بریلوی لکھتے ہیں (حدیث میں ہے کہ چار ہزار کیڑے حضرت ایوبؑ کے جسد میں پڑ گئے الخ ملخصاً" (اوراق غم واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام) اس بریلوی شیخ الحدیث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان و جھوٹ بول دیا ہے۔

حالانکہ یہ حدیث میں کہیں نہیں ـــــ یہ سب اسرائیلی جھوٹے من گھڑت قصے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ نصیب کرے۔

نوٹ ۔ حضرت ایوبؑ علیہ السلام کے متعلق جو عوام و خواص میں مشہور ہے۔ کہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے یہ روایت غلط ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں صرف خارش و زخم ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف شدید کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے صبر کا مظاہرہ فرمایا

باب الجہالات

نیلوی صاحب کی نادانیاں

جہالت نمبر ۱ نیلوی صاحب توسّل کی حدیث جو حضرت عثمان رضؓ بن حنیف سے آتی ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حدیث عثمان بن حنیف دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ وہ بھی سنداً و متناً ناقابل استدلال ہے ایک تو اس کا راوی متفرد ہے (۲) اہل سُنن کا اس حدیث سے اعراض (۳) اضطراب لفظی کی وجہ سے آئمہ اہل سنت و جماعت کا اس کو قبول نہ کرنا (۴) رواۃ حدیث کا اُستاذ روح سے منکر روایات نقل کرنا...... روح بن صلاح کو ابن حبان وحاکم نے گو ثقہ کہا۔ مگر ابن عدی و ابن تیمیہ وھیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے ضعیف کہا ہے (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۰۲)

جواب حضرت عثمان رضؓ بن حنیف کی حدیث کے کسی طریق میں روح بن صلاح واقع نہیں ہوا۔ یہ نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔ روح بن صلاح جس حدیث کی سند میں واقع ہوا ہے۔ وہ حضرت انس رضؓ سے مروی ہے دیکھئے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۳۲ ج ۱۔ نیز دیکھئے ندائے حق ص ۳۱۲/۲۶ وتفسیر بے نظیر ص ۱۱۴ ۔

آدمیت اور شئی ہے علم ہے کچھ اور چیز کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

جہالت نمبر ۲ نیلوی صاحب حدیث مصرّاۃ کا ترجمہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ چاہے تو الیا جانور اپنے پاس رکھے اور اگر واپس کرنا چاہے۔ تو واپس کردے۔ مگر ساتھ (اس) کے ساتھ گندم کا ایک

صاع بھی بیچنے والے کے حوالے کردے (نداۓ حق جزء ثانی ص ۱۲۰)

الجواب گندم کا صاع بیچنے والے کے حوالے کرے یہ حدیث پاک میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ گندم کا صاع نہ دے چنانچہ ترمذی ص ۲۳٦ ج ۱ مع العرف الشذی میں ہے۔ لا سمراء معنٰی لا سمراء لا بُرّ

نیلوی صاحب نے گندم کے ایک صاع کا ذکر کر کے اپنی زبردست جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے ؎

کب سیاہی سفید ہوتی ہے لاکھ دھویا کرے کوئی

ماش کی دال سے نہ ہو گندم پیدا لاکھ بویا کرے کوئی

جہالت نمبر ۳ ایک محدث جو جرح و تعدیل کا امام ہے ابن ابی رواد ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے اس کو ابن ابی داؤد بنا دیا ہے۔ دیکھیے شفاء الصدور طبع اول ص ۸۲ و طبع دوم ص ۱۳۹ (دیکھیے تہذیب التہذیب ص ۳۴ ج ۲) لیکن نیلوی صاحب کو رواد اور داؤد کے درمیان فرق نظر نہیں آتا ؎

لطف یہ لطف ہے کہ املاء میں میرے یار کے یار جائے حطی سے گدرح لکھنا، نا ہوتز سے ہمائے

جہالت نمبر ۴ نیلوی صاحب نے جیّد مجتہدین کی فہرست میں ابو داؤد ظاہری کو بھی شمار کیا ہے دیکھیے نداۓ حق ص ۳۲ ج ۲ پہلے تو نیلوی صاحب نے یہ جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ داؤد ظاہری کو ابو داؤد بنا دیا ہے۔ دوسرے ظاہری (ظاہر بین) شخص کو جید مجتہد کہنا یہ بھی جہالت و حماقت ہے۔ رُکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے (صحیح مسلم ص ۱۳۸ ج ۱) تمام علماء کرامؒ کا اس پر اجماع ہے۔ کہ جس طرح رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔ اسی طرح پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع ہے۔ اسی طرح کسی برتن میں پیشاب و پاخانہ کر کے پانی میں ڈالنا بھی منع ہے۔ مگر داؤد ظاہری کے نزدیک (جو نیلوی صاحب کے نزدیک جیّد مجتہد ہے

پانی میں انسان کو صرف پیشاب کرنا منع ہے۔ اگر انسان خود پانی میں پیشاب نہ کرے اور کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے تو منع نہیں۔ اسی طرح پانی میں پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع نہیں۔ امام نووی رح شرح مسلم ص۱۳۸ ج ا میں اس حکایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں (وھذا الذی ذھب الیہ خلاف اجماع العلماء وھو من اقبح ما نقل عنہ فی الجمود علی الظاھر) ترجمہ! داؤد ظاہری کا یہ مذہب علماء کرام رح کے اجماع کے خلاف ہے اور جمود علی الظاہر کی بدترین مثال ہے۔ فرقہ ظاہریہ کے اس بے جا جمود کی تردید شیخ الاسلام ابن دقیق العید رح نے احکام الاحکام ص۸ ج ا میں نہایت بہترین انداز میں کردی ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ نیز دیکھیئے مقام حضرت امام ابوحنیفہ رح طبع اوّل ص۲۲۶)

علامہ تاج الدین سبکی رح قاضی ابوبکر رح کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ (طبقات ص۴۵ ج ۲) اصحاب ظاہر علماء شریعت سے نہیں۔ بلکہ وہ صرف نقال ہیں۔ جبکہ ان کی ثقاہت ظاہر ہو (بحوالہ مقام حضرت امام ابوحنیفہ رح ص۲۲۷)

حدیث شریف میں ہے۔ کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کوئی چیز پیتا ہے۔ وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کو داخل کر رہا ہے (صحیح مسلم ص۱۸۷ ج ۲) امام نووی رح اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ علماء کرام رح کا اس پر اجماع ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں جس طرح پینا منع ہے اسی طرح کھانا بھی منع ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے صحیح مسلم ص۱۸۷ ج ۲) اور ان برتنوں کو استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ مگر داؤد ظاہری کہتا ہے کہ پینا منع ہے حرام ہے۔ مگر کھانا ان برتنوں میں اور ان کو استعمال کرنا منع و حرام نہیں۔ امام نووی رح فرماتے ہیں۔ اما قول داؤد فباطل لمنابذتہ صریح ھذہ الاحادیث فی النھی عن الاکل والشرب جمیعاً ولمخالفۃ الاجماع قبلہ (ترجمہ) اسے پر قول داؤد ظاہری کا پس باطل ہے۔ بوجہ پھینک دینے اس کے ان حدیثوں کو جو کھانے پینے کی منع میں صریح ہیں۔ اور بوجہ مخالفت کرنے اجماع علماء کے جو داؤد ظاہری سے پہلے

ہو چکے ہیں۔ پھر امام نووی لکھتے ہیں (فالمحققون یقولون لا یعتد به لاخلاله بالقیاس وهو احد شروط المجتهد الذی یعتد به (شرح مسلم ص۱۸۷ ج۲)

محققین علما و محدثین کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کی بات کا اجماع کے خلاف کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ داؤد ظاہری قیاس کو ترک کرتا ہے۔ حالانکہ مجتہد کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ قیاس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تب اس کی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ نیلوی صاحب آپ تو داؤد ظاہری کو جید مجتہد جبکہ امام نووی فرماتے ہیں کہ مجتہد بھی نہیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ظاہر پرستی کا مرض حافظ ابن حزم اور امام داؤد ظاہری رحمہم اللہ نے قیاس کی ان بھول بھلیوں سے تنگ آ کر اس کی حجیت سے انکار کر دیا۔ اور اسی تلاش میں نکلے کہ صرف کتاب و سنت پر کفایت کریں۔ (تحریک آزادی فکر ص۵۵)

نیز مولانا موصوف فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حزم رح کی محلّی کے بعض قیمتی مباحث اہل حق کی آنکھوں کے لئے نور ہیں۔ لیکن مضحکہ خیز توجیہات بھی اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں جہاں وہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کو تو منع فرماتے ہیں لیکن پاخانہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں (تحریک آزادی فکر ص۱۵۸) معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب صرف جہالت کا شکار نہیں۔ بلکہ جہل مرکب کا شکار ہیں ۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند
در جہل مرکب ابد الدھر بماند

جہالت نمبر ۵ امام اعمش رح کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے مہران بن سلیمان اعمش بنا دیا ہے۔ دیکھئے ندائے حق جزء اوّل ص۳۴۲

تیری مجلس میں اور بھی گل کھلیں گے

جہالت نمبر ۶ نیلوی صاحب ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اب چونکہ اہل حق کی تردید مقصود ہے۔ اس لئے ترمذی کی تصحیح و تحسین کا سہارا لے رہے ہیں۔ اگرچہ اپنے شیخ و مرشد کی نوّے سالہ تحقیق پہ پانی

پھر جائے (ندائے حق جزء ثانی صـ ۳۱۳)

نیلوی صاحب نے حضرت مولانا حسین علی مرحوم کے مسئلہ توسّل میں نوّے ۹۰ سالہ تحقیق کا جو ذکر کیا ہے وہ محلّ نظر ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا حسین علی مرحوم ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء میں آپ کی وفات ہوئی کل عمر تقریباً اسّی ۸۰ برس بنتی ہے۔ تو نوّے سالہ تحقیق کہنا نیلوی صاحب کا کس طرح درست ہو سکتا ہے کیا حضرت مولانا حسین علی صاحب رح پیدا ہونے سے پہلے بھی تدقیقات و تحقیقات میں مصروف تھے۔

واہ نیلوی صاحب واہ! ؎

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے — اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعور رہ گئے

جہالت نمبر ۷

نیلوی صاحب، نواب صدیق حسن خاں کو المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں (دیکھئے ندائے حق صـ ۲۵۹ ج ۲) حالانکہ نواب صدیق حسن خاں کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی ہے دیکھئے نزھۃ الخواطر صـ ۱۹۱ ج ۸ (للعلامۃ عبد الحی الحسینی رح) گویا نیلوی صاحب نے نواب صاحب کی زندگی کے تین سال ختم کر دیئے ہیں ؎

ناز ہے طاقت گفتار پہ انسانوں کو — بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

جہالت نمبر ۸

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سہل بن سعد ساعدی ۸۸ھ میں فوت ہوئے جو عہد رسالت میں بچے تھے سن رشد کو نہ پہنچے (ندائے حق جزء ثانی صـ ۱۴۲)

الجواب

نیلوی صاحب آپ نے جو حضرت سہل بن سعد رض کا سن وفات ۸۸ھ لکھا ہے یہ متفق علیہ نہیں ہے۔ بعض نے ۹۱ھ بعض نے ۹۶ھ بھی لکھا ہے اگر آپ کا ۸۸ھ والا قول بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب حضرت سہل بن سعد رض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۱۵ سال کے تھے۔ کیونکہ حضرت سہل رض کی ولادت ہجرت سے پانچ سال پہلے ہے۔ فلہٰذا ۱۵ سال یا ۱۶ سال کے نوجوان کو یہ کہنا

کہ سن رُشد کو نہ پہنچے تھے ۔ بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے (نیلوی صاحب اگر حوالہ دیکھنا ہو تو تہذیب ص ۲۵۲ ج ۴ تا ص ۲۵۳ دیکھ لیں ۔) نیلوی صاحب کچھ ہوش کرو

؎ یک رہا ہوں جنوں میں کیا کچھ — خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

جہالت نمبر ۹ نیلوی صاحب لکھتے ہیں (تسکین الصدور طبع دوم میں ہے) بلاشبہ امام سیوطی متساہل تھے ۔ لیکن علامہ نور الدین ہیثمی ؒ اور علامہ زرقانی ؒ کا تساہل ثابت نہیں اور بلا حوالہ اور بدون دلیل کے ان حضرات کا تساہل غیر مسلم ہے ۔ ۔ ۔ نیلوی ۔ لیجئے آپ کے تلمیذ رشید (حافظ حبیب اللہ ڈیروی) نور الصباح ص ۱۹۹ میں فرماتے ہیں ۔ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد خطاء کار اور مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمی ؒ فرماتے ہیں ۔ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد وھو ضعیف ۔ مجمع الزوائد ص ۴۸/۲ ، ص ۱۳۱/۲ ، ص ۵۲/۲ ، ص ۹۳/۲ ، ص ۱۱۵/۲ ، ص ۳۹/۳ ، ص ۵/۴ اور مجمع الزوائد ص ۲۲۴/۴ میں فرماتے ہیں ۔ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد وثقہ النسائی وغیرہ وضعفہ الجمہور کہ امام نسائی وغیرہ نے تو اس کی توثیق کی ہے ۔ لیکن جمہور اس کی تضعیف کرتے ہیں ۔ علامہ ہیثمی ؒ نے جو نسائی کی طرف ابن ابی الزناد کی توثیق منسوب کی ہے غلط ہے ۔ اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ امام نسائی کے ہاں بھی یہ ضعیف راوی ہے ۔

(. . . . ۔ نیلوی صاحب نے نور الصباح کی بہت طویل عبارت نقل کر ڈالی ۔ ندائے حق کا حجم بڑھانے کے لئے اس کو ہم نقل نہیں کرتے ۔ نیلوی کا جو اعتراض ہے اس کو نقل کرتے ہیں ۔ ڈیروی) نیلوی ! ہیثمی ؒ کا یہ تساہل کیا تھوڑا ہے ۔ کہ اتنے علماء جب عبد الرحمٰن بن ابی الزناد کو ضعیف کہتے ہیں ۔ اور خود نسائی بھی اپنی تصنیف میں اسے ضعیف لکھ رہے ہیں ۔ اور ذہبی بھی نسائی کے بارے میں فرماتے ہیں ۔ ضعفہ النسائی پھر بھی جناب ہیثمی ؒ فرماتے ہیں ۔ وثقہ النسائی ۔ آپ کس طرح فرماتے ہیں ۔ کہ ہیثمی ؒ کا تساہل ثابت نہیں (ندائے حق ص ۲۷۹/ج ۲ تا ص ۲۸۱)

الجواب ۔ نیلوی صاحب آپ نے یہ تو وہی کام کیا ہے جس پر یہ مثل

فٹ آتی ہے۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ۔ نیلوی صاحب آپ کو ابھی تک تساہل کا معنی و مطلب بھی سمجھ نہ آیا۔ بہت افسوس! سنئے محدثین کرام رح کی اصطلاح میں متساہل اس محدث کو کہا جاتا ہے۔ جو راوی پر جرح کرنے میں نرمی و چشم پوشی کرے مثلاً دوسرے محدثین کرام جن راویوں کو ضعیف کہتے ہیں۔ یہ ان کو ثقہ کہتا ہو یا محدثین کرام کے ہاں ایک حدیث ضعیف ہے یہ اس کو صحیح کہتا ہو۔ اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو۔ اس کے مقابل متشدد ہے۔ یعنی محدثین کرام جس راوی کو ثقہ کہتے ہوں۔ یہ اس کو ضعیف بنا دے یا محدثین کرام جس روایت کی تصحیح کرتے ہوں یہ اس کو ضعیف و موضوع کہہ دے۔ اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو۔ اور علامہ ھیثمی رح پر یہ بات فٹ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس طرح دوسرے محدثین کرام رح۔ عبدالرحمان کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ علامہ ھیثمی رح بھی اسی طرح مجمع الزوائد کے کئی صفحات میں اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ امام نسائی رح کی طرف توثیق کی نسبت کر دی ہے۔ یہ علامہ ھیثمی رح کی غلطی و وہم ہے۔ اس کو تساہل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر غلطی کا نام تساہل ہے۔ تو پھر سب محدثین کرام متساہل شمار ہونگے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس لئے نیلوی صاحب آپ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر نہ کیا کریں۔ کیونکہ آپ کی جہالت کیوجہ سے ان کی بدنامی ہوگی۔ آپ کی بدعقیدگی کی وجہ سے وہ بدنام ہوں گے۔ اللہ تعالی ایسے شاگردوں سے بچائے جو اساتذہ کی بدنامی کا سبب ہوں ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

جہالت نمبر ۱۰

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر قتادہ کا قول اس لئے مردود ہے۔ کہ قدری بدعتی تھا۔ تو خفق نعال والی حدیث بھی آپ کو رد کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس حدیث کو روایت کرنے والا عبدالاعلی بن عبدالاعلی ہے (بخاری ص ۱۷۸ ج ۱) جو شیعہ ہے اور قتادہ تو پھر بھی تابعی ہیں خیر القرون میں اور صحابہ رض کے تلمیذ ہیں۔ عبدالاعلی تو پیچھے کا راوی ہے (ندائے حق ص ۲۰۲ ج ۲)

پھر اسی حدیث میں ایک راوی سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ امام اہل بصرہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ تقدیر کے منکر تھے۔ نیز آخر عمر میں ان میں تبدیلی آچکی تھی۔ نیز مدلس بھی تھے۔ غرضیکہ تینوں استاد شاگرد (عبدالاعلیٰ سعید بن ابی عروبہ قتادہ بن دعامہ) مرکزی راوی ہیں۔ اور تینوں تقدیر کے منکر ہیں (ندائے حق ص ۲۰۳ ج ۲)

جواب ۱ نیلوی صاحب آپ نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کا زبردست ثبوت فراہم کیا ہے۔ قتادہؒ وغیرہ کی روایت و تفسیر کو رد اس وقت کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ ان کے مسلک کی تائید کر رہی ہو۔ اگر ان کے مسلک کی تائید نہ کر رہی ہو یا ان کے مسلک کے خلاف ہو تو قبول کی جائیگی محدثین کرامؒ کا اصول و ضابطہ یہی ہے۔ آپ بھی اس اصول سے واقف تو ہیں مگر ضد و ہٹ دھرمی کے باعث تجاہل عارفانہ اختیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔ ایک حدیث کے بارے میں! اور اس حدیث میں حضرت براءؓ کے تلمیذ عدی بن ثابت ہے جو غالی شیعہ ہے۔ مگر یہ حدیث اس لئے مقبول ہے۔ کہ اس سے اس کے مذہب کی تائید کسی طرح نہیں ملتی۔

(ندائے حق جزء اوّل ص ۱۷۳)

جواب ۲ اس حدیث کا دار و مدار عبدالاعلیٰ و سعید بن ابی عروبہ پر نہیں ہے۔ صحیح بخاری ص ۱۷۸ ج ۱ کی سند ڈبل ہے۔ پہلی سند میں عبدالاعلیٰ و سعید دونوں ہیں۔ لیکن دوسری سند میں عبدالاعلیٰ نہیں ہے۔ اور صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۲ میں سند یوں ہے۔ حدثنا عبد بن حمید نا یونس بن محمد نا شیبان بن عبدالرحمٰن عن قتادۃ نا انس بن مالک الخ اس سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید بن ابی عروبہ اسی طرح مسند احمد ص ۱۲۶ ج ۳ و سنن نسائی ص ۲۲۳ ج ۱ (مسئلۃ الکافر) کی ایک سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید۔ تو ان کو سند کا مرکزی راوی کہنا نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔

جواب ۳ پھر خفق نعال کی حدیث صرف قتادہ عن انسؓ کے طریق سے مروی نہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

(مجمع الزوائد ص۵۴ ج۳ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے

(طحاوی ص۳۲۳ ج۱ ومستدرک حاکم ص۳۸۰ ج۱ قال الحاکم والذھبی صحیح علی شرط مسلم) فلہذا نیلوی صاحب آپ کو اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہیے۔

؎ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

نیلوی صاحب آپ کی جہالتیں تو کافی ہیں۔ لیکن ہمارے پاس وقت کی قلت ہے اس لئے اس باب کو یہاں بند کیا جاتا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

بابُ التعارضات

(نیلوی صاحب کی تضاد بیانیاں)

تعارض اوّل

نیلوی صاحب سرخی قائم کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔ ندائے حق جزء اوّل ص۲٦) نیلوی صاحب کا امام بخاریؒ پر فتویٰ۔ نیلوی صاحب ندائے حق جلد ثانی ص۴۰٦ میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (یعنی جو زندہ نہیں اس میں علم، قدرت ارادہ، سمع، بصر میں سے کوئی صفت نہیں ہوتی۔ ہاں معتزلہ فرقہ کی ایک شاخ قدریہ رصالحی اور اس کے پیروکار کا دعویٰ ہے۔ کہ مردہ دھڑ میں یہ سب صفتیں پائی جا سکتی ہیں (جیسے آج کے معتزلہ کہتے ہیں۔ کہ مردہ ان کانوں سے سنتا ہے

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے امام بخاریؒ کو معتزلہ کا مذہب قبول کرنے والا بدعتی بنا دیا ہے (معاذاللہ) اور نیلوی صاحب اپنے استاذ محترم مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں۔ کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو۔ کہ مردہ انہیں کانوں کے ساتھ سنتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی (ملخصاً) فلہذا امام بخاریؒ نیلوی صاحب کے نزدیک بدعتی ہو کر قابل امامت نہیں تھے۔ اس لئے ان کے پیچھے خلقِ خدا نے مسلمانوں نے پڑھی تھیں وہ سب ضائع ہو گئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) صحیح بخاری بھی قابل اعتماد نہ ہو گی۔ کیونکہ نیلوی صاحب کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کا اہل حق کے متعلق نظریہ کیا ہے۔ ع کہاں تک بڑھ گئی اس دشمن ایمان کی بے باکی۔ **خلافہ**۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے

معلوم ہوا۔ کہ امام بخاریؒ قتادہؒ کے قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ میت من حیث ہو میت نہیں سنتا۔ مگر جب اس کو زندہ کیا جائے تب سنتا ہے (ندائے حق جلد ثانی ص۲۰۱) امام اہلسنت امام بخاریؒ (ندائے حق جلد ثانی ص۲۰۳) فیصلہ نیلوی صاحب پر چھوڑا جاتا ہے کہ وہ ان دو متضاد بیانوں میں سے کس کو سچ اور کس کو جھوٹ شمار کرتے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا!

تعارض دوم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز حضرت ام المومنینؓ ایسے حالات میں وہاں کیسے جا سکتی تھیں۔ جبکہ آپؓ نے سید المعصومین صلعم کی زبان مبارک سے سُن رکھا تھا۔ واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت جب عورت قبر پر جاتی ہے۔ تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ اور اس طرح ایک رافضی کمینہ اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ عمرؓ کی قبر پر جا کر تمہاری اماں کو کیا نفع ہوا۔ لعنت کا ہار والعیاذ باللہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ رافضی کو تبرا بازی کا اچھا خاصا موقعہ ہاتھ آ گیا۔ (ندائے حق ص۱۷۹ ج۲ تا ص۱۸۰) ۔ قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت عائشہؓ کی صحیح روایت کہ جب نبی اکرمؐ و ابوبکرؓ کیساتھ حضرت عمرؓ دفن کئے گئے۔ تو قسم بخدا میں حضرت عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے کپڑا اوڑھ کر ہی جاتی تھی۔ کو رد کرنے کے لئے کئی جھوٹ اور غلط بیانیوں کا ارتکاب کیا ہے جیسا کہ باب الکذبات میں مذکور ہے۔ اس مقام پر نیلوی صاحب نے یہ عذر لنگ کیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حدیث کہ جب عورت قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنی ہوئی تھی تو وہ حضرت عمرؓ کی قبر پر کس طرح جا سکتی ہیں۔ اولاً تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نیلوی خود لکھتا ہے کہ میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے (اس کا حوالہ عنقریب آرہا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنے کو جائز جانتے ہیں اور حدیث من کذب علیّ متعمداً کے منکر ہیں۔ ثانیاً عورتوں کا قبرستان میں جانا جائز ہے حضرت عائشہؓ جب بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر کی زیارت کر کے واپس ہوئیں

توعبداللہ بن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں فَقُلتُ لَهَا الیس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نھی ثم امر بزیارتھا (مستدرک حاکم ص۳۷۶ ج۱ وسکت عنه وقال العلامۃ الذھبیؒ صحیح تلخیص المستدرک ص۳۷۶ ج۱) میں نے حضرت عائشہ رضؓ کو کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارۃ قبور سے منع نہیں کیا تھا۔ تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ ہاں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا۔ بعد میں زیارۃ کا حکم دیا تھا۔ یہ روایت تمہید ابن عبدالبر میں بھی مذکور ہے۔ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں۔ قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جیّد (اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ص۳۶۲ ج۱۰) محدث عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب کتاب القبور میں جید سند کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت قطب عالم رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں جب مردوں کو رخصت ہوئی۔ تو عورتوں کو بھی قبرستان میں جانے کی رخصت مل گئی۔ (دیکھئے الکوکب الدری ص۳۲۰ ج۱) نیز فرماتے ہیں (مع ان ذھابھا فی البقیع ثابت لاینکرہ) (الکوکب الدری ص۳۲۰ ج۱)

حضرت عائشہ رضؓ کا اپنے بھائی عبدالرحمنؓ کی قبر کی زیارۃ کے علاوہ جنت البقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (فتاوی شامی ص۲۷۹ ج۱) میں علامہ شامیؒ کا یہی فتوی ہے۔ کہ اصح قول یہ ہے۔ کہ عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت ہے۔ دوسرے احناف نے بھی یہی بات اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

سوال ۔ عورتیں وہاں جاکر شرک کرتی ہیں۔

جواب ۔ مرد بھی شرک کرتے ہیں۔ شرک عورتیں کریں یا مرد کریں۔ دونوں کے لئے شرک کرنا حرام ہے۔ فلھذا نیلوی صاحب کو اپنے مسلک کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ کہ وہ کس سمت جارہے ہیں۔ اللہ تعالے ان کو ہدایت نصیب کرے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ **سوال شاہ محمد اسحٰق صاحب نے فرمایا کہ میت مرد و عورت کا بھی امتیاز کرلیتا ہے**

خلافہ

سوال ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب نبیرۂ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اربعین مسائل میں نصاب الاحتساب سے عورت کا زیارت قبور سے ممنوع ہونا ٹھہراتے ہیں ۔ کہ جب وہ نکلتی ہے ملعون نکلتی ہے ۔ اور ہر چہار طرف سے شیاطین اس کو گھیر لیتے ہیں (واذا اتت القبر یلعنہا روح المیّت) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ روح عورت اور مرد کو بھی پہچانتی ہے ۔ پھر مردہ کو جماد کس بناء پر کہا جاتا ہے ۔

الجواب ۔ شاہ صاحب کا منشاء اور ہے ۔ جواب یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند (الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷۷)

قارئین کرام ! اندازہ لگائیں کہ پہلے نیلوی صاحب نے یہ لکھا تھا ۔ (حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ایسے حالات میں وہاں کیسے جا سکتی تھیں ۔ جب کہ آپ نے سید المعصومین صلعم کی زبان مبارک سے سن رکھا تھا ۔ واذا اتت القبر یلعنہا روح المیّت ، اب نیلوی صاحب نے فرما دیا ہے ۔ کہ (یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند ایسے مخبوط الحواس آدمی کو کیا ضرورت تھی ۔ کہ اپنی عاقبت برباد کر کے دنیا خریدے اور میدان تصنیف میں آئے ۔

فَبَاعُوا الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ نیلوی صاحب نے صحیح روایت کو رد کرنے کے لئے پہلے تو اس کو معارضہ میں حدیث بناء کر پیش کر دیا ۔ لیکن جب نیلوی صاحب پر سوال وارد ہوا ۔ کہ میت کی روح نر اور مادہ (چڑا چڑی) کو پہچانتی ہے ۔ تو نیلوی صاحب نے فوراً کانٹا بدلا اور کہا کہ یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور بے سند ہے ۔

قارئین کرام ! نیلوی صاحب کا جان چھڑانا پھر بھی کوئی آسان نہیں ہے ۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں اس کا مطلب وہ ہے جو محدثین عظام نے فرمایا ہے) دیکھو تنقیح الرواۃ ص ۳۴۳ لا تؤذ صاحب ھذا القبر اسنادہ صحیح (فتح الباری) ومعناہ

ای لا تہنہ فان روح المیّت لا یرضٰی بالاتکاء علی قبرہ لتضمنہ الاہانۃ تو مطلب یہ ہوگا ۔ کہ میّت کی توہین نہ کرو ۔ کیونکہ قبر پر تکیہ لگانے سے میت کی روح ناخوش ہوتی ہے ۔ کیونکہ اس میں میت کی توہین ہے (ندائے حق جزء اول ص ۱۶ ، ص ۱۷)

نیلوی صاحب کی اس پیش کردہ حدیث سے جو کہ ان کے نزدیک صحیح بھی ہے۔ یہ ثابت ہوا۔ کہ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے والے شخص کو میت کی رُوح پہچانتی ہے اس لئے ناخوش ہوتی ہے۔ جب پہچان رُوح میں اس قدر ہے۔ تو تر، مادہ (چڑیا و چڑا) کو بھی ضرور پہچانتی ہے۔ اگر رُوح قبر میں نہ مانی جائے۔ بلکہ علیین اور سجین میں مانی جائے اور وہاں سے دیکھتی اور پہچانتی ہے۔ تو گویا اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے نزدیک رُوح عالم الغیب ہے (جمیعتہ اشاعتہ التوحید والسنۃ زندہ باد)

نہ چھننے پلائے تھے تنکے کہ گر گئی بجلی
بنا نہ تھا کہ لگی آگ آشیانے میں

تعارض سوم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دراصل جس بات میں حنفیہ و شوافع کا باہمی اختلاف ہے وہ سماع رُوحانی ہے۔ نہ قبروں میں پڑے ہوئے دھڑوں کے سننے نہ سننے میں۔ ہمارے اور آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی املائی تفسیر بلغتہ الحیران ص۲۵ میں فرماتے ہیں۔ احناف و شوافع کا اختلاف رُوح کے سماع میں ہے جسد تو اتفاقاً نہیں سنتا (ندائے حق طبع اوّل ص۱۵۳ تا ص۱۵۴) گذشتہ عبارتوں سے اگر کسی کو شبہ ہو کر مردوں کے سننے کے قائل تو شافعی حنبلی اور بعض احناف بھی ہیں۔ کیا وہ بھی اعتزال اور الحاد کے داعی تھے۔ اور حق سے منحرف تھے اور سب نے باطل کو اپنا مذہب بنا لیا۔ (العیاذ باللہ)، تو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلے کئی بار یہ بات واضح طور پر لکھ دی گئی ہے۔ کہ جھگڑا اموات کے ابدان کے علم سماع میں نہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ قبر میں پڑا ہوا دھڑ ہرگز نہیں سنتا رُوح کے سننے میں اختلاف ہے (شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص۱۰۹ تا ص۱۱۰ نیز دیکھئے شفاء الصدور عربی ص۱۹۲ و ندائے حق جلد ثانی ص۴۰۴ و ص۴۰۶)

قارئین کرام! آپ نے اس مذکورہ بالا عبارت کو اچھی طرح غور فکر سے پڑھ لیا ہوگا اب نیلوی صاحب کی دوسری عبارات ملاحظہ کریں۔

خلاصہ

امام بخاریؒ مجرد جسم کے سننے اور بولنے کے قائل ہیں۔ (کما مر) نیلوی صاحب ملا علی قاری رح سے نقل کرتے ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ

کہ میّت اس کو بھی پہچانتا ہے۔ جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو جو اس پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کی چارپائی اٹھاتے ہیں۔ اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر نیلوی صاحب ابن الملک کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ملّا علی قاری نے (ابن الملک کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کہ ابن ملک قرع نعالھم سے مراد ای صوت دقہا (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں قبر کے اندر میّت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے۔ کہ میّت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے۔ تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے۔ (ندائے حق جزء اول ص۱۹۶)

نوٹ ۔ البتہ رُوح نکل جائے۔ تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ یہ ایک میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے (ندائے حق جزء اول ص۲۷۵۔ نیلوی صاحب نے کئی مقامات میں تصریح کی ہے۔ کہ رُوح میّت نہیں جسد عنصری میّت ہے۔ دیکھئے شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص۷۷ وشفاء الصدور عربی ص۱۳۲۔ اس لئے احادیث نبویّہ میں جو میّت کے سماع اور منکر نکیر کے سوال کا جواب اور میّت کو عذاب قبر کا ذکر ہے۔ نیلوی صاحب کے نزدیک صرف دھڑ مراد ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ (بلکہ نقل صحیح یعنی صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں۔ کہ جسم کے لئے سماعت ہے نہ روح کے لئے (ندائے حق جلد ثانی ص۳۷۸ نوٹ ختم ہوا)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا **میّت** کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ بصورت **میّت** کے لئے آسان ہے سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں **میّت** کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں وقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط رُوح سنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سُنتا۔ تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سب کچھ جسم کے خواص ہیں۔ پس اس فقہی روایت کا مضمون

بھی جسد کو سماعت کیلئے مخصوص ثابت کرتا ہے (ندائے حق جلد ثانی صـ ۳۸۰)

علامہ شامی بھی ردّالمحتار صـ ۶۶۵ ج ۱ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان میں اسی طرح لکھتے ہیں جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت نیلوی صاحب نے پیش کی ہے

لطیفہ ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ جب میّت میں مان لیا گیا ۔ کہ وہ زائر کو دیکھ لیتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے ۔ اس کا سلام کلام سن لیتا ہے ۔ پھر اس کا واپسی جواب بھی دیتا ہے اور زائر کی آمد پر خوش بھی ہوتا ہے ۔ اور اس کی آمد کا منتظر بھی رہتا ہے ۔ **تو تصرف روح فی الابدان** کو تسلیم کر لیا گیا ۔ (ندائے حق جزء اوّل صـ ۲۸۴)

نیلوی صاحب نے پہلے تو فرمایا تھا ۔ کہ جسد کے نہ سننے پر اتفاق ہے مگر روح کے سننے میں اختلاف ہے ۔ پھر فرمایا کہ روح نہیں سنتی جسد عنصری سنتا ہے ۔ نیلوی صاحب عجب تناقض میں پھنس گئے ہیں ۔ پھر فرماتے ہیں (فرشتہ روح کو ہاتھ میں لیکر جنازہ کے ساتھ جاتا ہے ۔ اور اس کو خطاب کرتا ہے ۔ کہ سن رہا ہے ۔ کہ کیا کہا جا رہا ہے ۔ تیری بابت پھر اس کو جنازہ کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے ۔ لِاَنَّ خطاب الملک انما ھو للروح التی بیدہٖ وھو لیس بمیّت (روح المعانی صـ ۵۱ ج ۲۱) والنزاع انما ھو فی الاموات والاموات ھی الاجساد کما مرّ (شفاء الصدور عربی مترجم اردو صـ ۷۶ تا صـ ۷۷ وشفاء الصدور عربی صـ ۱۳۴) (خطاب فرشتہ کا روح کو ہے ۔ جو اس کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ تو زندہ ہے اور سنتا ہے ۔ روح مردہ نہیں ۔ اختلاف تو صرف مردوں کے بارے میں ہے اور مردے اجساد عنصریہ ہیں ۔ کہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے ۔

خلاصہ تعارض جسد بالاتفاق مردہ ہے نہیں سنتا روح کے سننے نہ سننے میں اختلاف ہے ۔ روح کے سننے میں اختلاف نہیں کیونکہ کیونکہ وہ میّت نہیں زندہ ہے ۔ ہاں جسد عنصری کے سننے میں اختلاف ہے کیونکہ وہ مردہ ہے ۔ علامہ شیخ الحدیث محقق العصر حافظ قرآن صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا ہی بیان فرمائیں ۔ کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات ان کی سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے اور کیا جھوٹے شخص پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنا جائز ہے

بینوا آنو جردا

تعارض چہارم نیلوی صاحب! ہمارے استاذ مکرم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس محمد بن جریر طبری سُنّی کی آپ نے منقبت فرمائی ہے وہ کوئی خالص اور کٹر قسم کے سُنّی نہ تھے۔ مائل الی الرفض تھے (ندائے حق طبع اول ص ۲۱۷ ـ **خلافہ** ابن جریر طبری مشہور مفسّر اہل سنّت کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۸۲) نیلوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ جمعیتہ اشاعتہ التوحید والسنّتہ بھی اُن سے متفق ہے کہ مائل الی الرفض شخص، اہلسنّت کے اساطین میں شمار ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب شاید اس کا یہ جواب دیں۔ کہ جب جمعیتہ اشاعتہ التوحید والسُنّتہ کے اکابرین نے میری کتابوں (خاص کر شفاء الصدور) پر تقریظات لکھی ہیں اور مجھے مختلف القاب کے علاوہ امانتی اور دیانتی قرار دیا ہے۔ تو وہ حضرات میرے اقوال کے مؤیّد ہیں۔ فلہذا وہ میرے ہر جرم میں شریک کار ہیں۔ وہ حضرات نہ نواند تھے۔ اور نہ کسی نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ہیں

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

تعارض پنجم نیلوی صاحب نے حضرت ملّا علی قاری رح کو عدم سماع موتی کے قائلین میں شمار کیا ہے (دیکھئے ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳، ص ۶۰ وندائے حق جلد ثانی ص ۹۴ (ص ۹۵) ص ۶۲ ج ۲) **وخلافہ** نیلوی صاحب لکھتے ہیں (یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ رح، ابن قیّم رح، ابن الہادی رح ہوں یا ابن حجر رح، سیوطی رح، نووی رح عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح، ملّا علی قاری رح وغیرہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبیّ کے اس لئے قائل ہیں۔ کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ مانتے ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص ۸۵ جناب نیلوی صاحب آپ خود ہی بتائیں۔ کہ آپ کون سی بات میں سچے ہیں (مقولہ)

ارے اونٹ کے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی

تعارض ششم امام شافعی رح وامام احمد رح سماع موتی کے قائل نہیں ہیں (دیکھئے ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷، ص ۳۹، ص ۹۲) نیلوی صاحب

بڑی جرأت کے ساتھ لکھتے ہیں (بلکہ کسی مجتہد کا قول دکھادیں۔ کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے یا کہے کہ میں سماع موتیٰ کا قائل ہوں (ندائے حق طبع اول ص ۱۵۲)

خلاف ۱:۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس اصول کے تحت امام شافعیؒ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرمارہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں۔ اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بنی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہو گئے ہیں اور **دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبیؐ کے قائل ہیں**۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو۔ اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے **تو میت سنتا ہے**۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ ہو۔ تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں خواہ عامی ہوں خواہ خواص، خواص میں سے خواہ صوفی ہوں، عالم فاضل ہوں، اولیاء اللہ ہوں اور صالح ہوں۔ شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں۔ **کچھ فرق نہیں**۔ جب قاعدہ کلیہ ہوگیا۔ تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ **شوافع، مالکیہ، حنابلہ** سماع عند قبر النبیؐ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جبکہ خود ہی اس حدیث پر پُرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ قبر نبیؐ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کہنے کے ساتھ جو آنحضرتؐ کے سماع کے قائل ہیں اس کی یہ وجہ نہیں۔ کہ ان کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث موجود ہے جس کی بناء پر وہ سماع عند قبر النبیؐ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ تو اس کلیہ میں انبیاء کرام بھی آجاتے ہیں۔ یعنی جب **دوسرے اموات سنتے ہیں ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام** بھی سنتے ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص ۸۴ تا ص ۸۵) جناب نیلوی صاحب خود ہی بتائیں۔ یہ ماجراء کیا ہے؟

تعارض ہفتم ابن قیمؒ کو نیلوی صاحب نے منکرین سماع موتیٰ میں شمار کیا ہے (ندائے حق طبع اول ص ۱۵۳)

خلافہ - ابن قیمؒ سماع موتی کا قائل ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص۸۵) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کلام ابن قیمؒ کہ میت زائر کو پہچان لیتا ہے (الیٰ ان قال) حافظ ابن قیمؒ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دیکھ کر فرمایا کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ میت کو زیارت کرنے والے کا شعور آجاتا ہے۔ ورنہ اس کا نام زائر رکھنا درست نہ ہوتا۔ اور جب مزور (جس کی زیارت کیجائے) کو زائر کا علم نہ ہو تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس نے فلاں کی زیارت نہیں کی (اصل صحیح ترجمہ یوں تھا۔ کہ اس نے فلاں کی زیارت کی۔ مگر نیلوی بیچارہ خواب خرگوش کی طرح خواب غفلت میں مدہوش رہتا ہے (ڈیروی) اور یہ بات تو تمام قوموں میں معقول ہے۔ اسی طرح میت کو سلام کہنے والے زائر کے سلام کا شعور بھی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو سلام کہنا جسے اس کے سلام کا شعور ہی نہ ہو۔ یہ تو ایک محال امر ہے (ندائے حق جلد ثانی ص۳۶۵) پھر نیلوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ تیسیر شرح جامع صغیر کے مؤلف حضرت علامہ مناوی رحمہ اللہ ہیں۔ جو شافعی المسلک ہیں۔ اور حضرت ابن القیم رحمہ اللہ حنبلی مسلک کے عالم ہیں۔ ان کا قول ہمارے لئے کوئی حجت نہیں۔ چہ جائیکہ ان کا استدلال بھی ایک ضعیف روایت سے ہو۔ (ندائے حق ص۳۶۶/۲) علامہ سیوطیؒ نے بھی شرح الصدور ص۸۹ میں ابن القیمؒ رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس عبارت کو نقل کیا ہے (ص۳۶۶/ج۲ ایضاً) نیلوی صاحب کے مداح کہاں ہیں وہ فیصلہ کریں کہ نیلوی صاحب کی کون سی بات درست ہے۔ اور کون سی جھوٹی اور غلط ہے۔ ایسی باتیں کرنیوالا قابل اعتماد ہے یا نہ ہے

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری ... یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری

تعارض ۱۳۸ ملتشتم

نیلوی صاحب نے امام ابن تیمیہؒ کو بھی منکرین سماع موتیٰ میں شمار کیا ہے (ندائے حق طبع اوّل ص۱۵۳، ۱۷۱)

خلافہ امام ابن تیمیہؒ سماع موتیٰ کے قائل ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص۸۵) پھر نیلوی صاحب امام ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہیں (البتہ وہ لوگ جو آپ کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبیؐ) کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں۔ تو آپؐ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں جس طرح کہ تمام مومن بھی جب ان پر سلام کہا جاتا ہے۔ تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں

اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیت نہیں ہے (ندائے حق جزء ثانی ص۸۵ و جلد ثانی ص۳۸۳) نیلوی صاحب نیچے لکھتے ہیں۔ (یہ ابن تیمیہؒ اور سماع موتی کے قائلین کا خیال ہے جو حنیفہ کے لئے حجت نہیں۔ نیلوی صاحب بتایئے آپ کی کوئی بات سچی بھی ہے (حالانکہ ضابطہ ہے والکذوب قد یصدق)

تعارض نہم نیلوی صاحب نے محدث ابن ماجہؒ کو جید مجتہدین میں شمار کیا ہے (ندائے حق ص۳۲۰ ج ۲)

خلافہ ابن ماجہ جیسے نے بھی یہ حدیث نہیں لی۔ نیز ابن ماجہ ایسے محدث ہیں جنہوں نے لا مہدی الا عیسیٰؑ حدیث بیان کی جسے مرزائیوں نے خوب ہوا دی (ندائے حق جزء ثانی ص۱۲۳)

تعارض دہم محمد بن اسحٰق کے متعلق (نیلوی صاحب لکھتے ہیں) دوسری بات یہ ہے کہ کتاب المغازی کا جامع محمد بن اسحاق خود بھی کذاب ہے (ندائے حق جلد ثانی ص۱۸۳) محمد بن اسحاق جیسا دجال اور کذاب (ندائے حق ص۱۸۴ ج۲) محمد بن اسحاق جیسے کذاب و دجال (ندائے حق ص۳۲۳ ج ۲) نیلوی صاحب محدث ابن ماجہؒ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (اور اسی طرح اس حدیث کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پالتو بکری چارپائی کے نیچے رکھے ہوئے قرآنی اجزاء میں سے کچھ حصہ کھا گئی حالانکہ اس میں مرکزی راوی عبدالاعلیٰ و محمد بن اسحاق جیسے موجود ہیں۔ اور اس حدیث کو اہل تشیع سٹیجوں پر اور مناظروں میں بڑے چیلنجوں کیساتھ پیش کرتے رہتے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص۴۳ تا ص۴۴) قارئین کرام! مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا۔ کہ محمد بن اسحاق نیلوی صاحب کے ہاں جھوٹا راوی ہے اور کچی روائتیں روایت کرنے والا ہے۔ فلہٰذا اس کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اب قارئین کو تصویر کا دوسرا رُخ بھی دکھایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ نیلوی صاحب کی دیانت و امانت و صداقت و شرافت کا اندازہ خود لگا سکیں۔

خلافہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (امام المغازی حضرت محمد ابن اسحاق (ندائے حق ص۲۷

نیلوی صاحب حضرت محدث بنوری پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں (پھر غیر مقلدین کیساتھ کیوں الجھتے ہیں۔ جب کہ پکی پکی احادیث پر آپ جرح فرما دیتے ہیں۔ اس بناء پر کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق مثلاً ہے (ندائے حق ص۲۴۸ ج ۲) نیلوی صاحب نے اپنی کتابوں میں محمد بن اسحق کی روایت سے حجت پکڑی ہے مثلاً حضرت کعبؓ اور حضرت ام بشرؓ کا واقعہ نیلوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ ابن ماجہ (ص۱۰۶) وغیرہ کے حوالہ سے دیکھئے! (شفاء الصدور طبع اول ص۲۲ وندائے حق جلد ثانی ص۳۱ وندائے حق جزء اول ص۱۵۴ و ص۱۵۶) اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں (مثلاً ایک صحابی کو نماز کی حالت میں تیر لگا ان کا خون بہتا رہا وہ نماز پڑھتے رہے کسی سے ان کی نماز کی نکیر منقول نہیں (ندائے حق جزء ثانی ص۲۱۰) اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے دیکھئے (ابوداؤد ص۲۹ ج ۱ باب الوضوء من الدم بہر حال نیلوی صاحب کی دیانت ظاہر ہوگئی (ماشاء اللہ)

سوال - نیلوی صاحب سے بے شک جرم ہوا ہے۔ مگر مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر نے بھی تو اس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ احسن الکلام میں محمد بن اسحاق پر جرح فرمائی ہے مگر تسکین الصدور طبع دوم ص۳۲۹ میں ساتویں دلیل کے تحت جو روایت پیش کی ہے وہ مستدرک حاکم کے حوالہ سے ہے اور اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ نیلوی صاحب نے اس جرم کے ارتکاب کرنے کے باوجود (ندائے حق جزء ثانی ص۱۸۵ میں مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب - مستدرک حاکم کے اندر چونکہ محمد بن اسحق تھا۔ اس لئے سند کے رواۃ کا آپ نے ترجمہ بیان نہیں کیا۔ لیکن ساتویں دلیل کا دارو مدار محمد بن اسحق پر نہیں بلکہ مسند ابو یعلی کی سند پر ہے۔ جس کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔ دیکھئے (مجمع الزوائد ص۲۱۱ ج ۸ بحوالہ تسکین الصدور ص۳۲۹) اس لئے محمد بن اسحق کی روایت سے حضرت صفدر نے احتجاج نہیں کیا ان کا فیصلہ ابن اسحق کے بارے میں وہی ہے۔ جو احسن الکلام میں مذکور ہوا۔ البتہ نیلوی صاحب اس جرم سے جان نہیں چھڑا سکتے

؎ چشم بند و گوش بند و لب بند   گر نہ بینی سرّ حق بر ما بخند

تعارض یازدہم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (ع ۲۱، ص ۹۵/۲) لا الفین احد کم متکئاً علیٰ اریکتہ میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں اسے (امام ترمذیؒ نے) حسنؒ کہا (رواۃ سب ثقہ ثبت عادل ضابط متقن ہیں۔) (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۱۵) پھر نیلوی صاحب نے اس کے خلاف لکھا ہے

خلافہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (اسی طرح سفیان بن عیینہ مرکزی راوی ہیں ثقہ اخیر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا دکثیر الخطاء سیئی الحفظ احکام القرآن للجصاص ص ۱۷/۱۷۵) (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۷۵) جناب نیلوی صاحب آپ نے یہاں تو سفیان بن عیینہ کا متغیر الحافظہ ہونا۔ کثیر الخطاء وسیئ الحفظ ہونا بیان کر دیا مگر جناب کو ص ۲۱۵ میں کیوں بھول گیا کہ آپ نے فرمایا کہ (اس حدیث کی سند) میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں کیا اس حدیث کی سند میں سفیان بن عیینہ نہیں ہیں ؏

دروغ گو را حافظہ نباشد

محترم نیلوی صاحب امام ترمذیؒ نے جو اس حدیث کے حسنؒ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے (دیکھئے ترمذی جلد دوم باب ما نہی عنہ ان یقال عند حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہی فیصلہ بالکل درست ہے آپ کا امام ترمذیؒ پر الزام درست نہیں ہے علامہ ذہبیؒ کا فیصلہ بھی یہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ھذا احدیث حسنؒ غریبؒ تفود بہ ابن عیینۃ اخرجہ (ت) تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶/۳ج ہے

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم   جنید و شبلی و عطار ہم مست

تعارض دوازدہم

نیلوی صاحب نے ابراہیم بن عثمان کو متروک لکھا ہے (خاتم النبیین ص ۳۸)

خلافہ

پھر نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ تو اس سے صاف نتیجہ نکلا کہ ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ میں اس قدر ضعف نہیں کہ اس کی حدیث

کو مطلقاً متروک کر دیا جائے (سرورِ عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی ص ۱۹۹ ج ۱) (فتح الرحمن ص ۲۸) نیز دیکھئے فتح الرحمن ص ۵۰، ص ۵۱، ص ۴۸، ص ۴۹) اب خود نیلوی صاحب فرمائیں کہ ان کی کونسی بات سچی ہے

آپ خود ہی ذرہ اپنے جور و جفا کو دیکھیں   اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تعارض سیزدہم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں (ثقہ کا لفظ تین معنوں میں مشترک ہے ۱۔ مطلق عادل ۲۔ عادل ضابط ۳۔ وہ شخص جس کی کسی نے جرح کی ہو نہ تعدیل...... (صیانۃ ص ۵۳) ندائے حق۔ طبع اول ص ۱۷۶ و ص ۲۵۷ و جزء ثانی ص ۳۳ و ص ۱۷۳) نیلوی صاحب نے یہ عجیب بات لکھ دی ہے کہ جس کی کسی نے جرح نہ کی ہو نہ تعدیل وہ بھی ثقہ ہے اور جناب نے اس سلسلہ میں کسی قابل اعتماد ثقہ ماہر اسماء الرجال کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ہاں حوالہ دیا ہے تو محمد بشیر سہسوانی غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کا جس کی حیثیت ندائے حق مصنفہ؛ علامہ محقق مدقق شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا سے زیادہ نہیں ہے (تشابہت قلوبہم) البتہ ابن حبانؒ و امام دارقطنیؒ کے ہاں جس راوی پر جرح نہ ہو اور دارقطنیؒ کے ضابطہ کے مطابق دو ثقہ راوی اس سے روایت کریں وہ ثقہ شمار کیا جاتا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کے ہاں یہ ضابطہ مسلّم نہیں ہے دیکھئے (ندائے حق جزء ثانی ص ۵۲ فلہذا! نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ "ثقہ مجہول ہو سکتا ہے" رہا امام احمد اور ابن معین کا ثقہ کہنا سو مجہول کے معارض نہیں۔ کیونکہ ثقہ کے تین معنی پہلے گذر چکے ہیں جن میں ایک یہ معنی بھی ہیں کہ جس کی جرح و تعدیل کسی نے نہ کی ہو۔ سو یہاں یہی معنی بن سکتے ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۳)

یہ نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے

کہ امام احمدؒ و امام ابن معینؒ جس راوی کو ثقہ کہہ کر تعدیل کر رہے ہوں۔ پھر بھی وہ نیلوی صاحب کے ہاں مجہول ہے (یا للعجب)

خلاصہ

نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ اور ان کتابوں کے بعض راوی عادل و ثقہ ہیں۔ اور بعض مستور و مجہول ہیں (ندائے حق جزء اول ص ۳۹۸)

معلوم ہوا کہ ثقہ اور مجہول آپس میں متقابل ہیں ۔ مگر نیلوی صاحب ضدی ہیں سے
نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے ۔ یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

تعارض چہاردہم | معتزلہ سماع موتی کے قائل ہیں

نیلوی صاحب لکھتے ہیں

بہرحال ہم بفضلہ تعالیٰ معجزات انبیاء کے قائل ہیں ۔ جن میں سے قلیب بدر کے مردہ مشرکوں کا زندہ ہو جانا یا ان مردہ دھڑوں کا حضور کی بات سن لینا بھی معجزہ ہے ، اب جو شخص اس بات سے قاعدہ کلیہ لگائے ۔ اور کہے کہ ہر مردہ سنتا ہے تو وہ اس معجزہ کا منکر ہوا اور ایسا کہا جا سکتا ہے کہ وہ اگر حنفی ہے تو ان حنفیوں میں سے ہے جن میں اعتزال والی رگ پائی جاتی ہے ۔ مگر صاحب علم محققین جو دوسری طرف رجحان رکھتے تھے ان سے خطاء ہو گئی ہے ۔ مگر جو ضد میں آ کر بغیر دلیل کے اہل حق (یعنی نیلوی صاحب کے ہم خیالوں) کو معتزلیوں میں شمار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۹۵) نیلوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کے قائل معتزلہ ہیں ۔ اور احناف حضرات میں سے جو محققین احناف نے سماع موتی کا قول کیا ہے اور حدیث قلیب بدر کو سماع موتی پر محمول کیا ہے ان سے خطا ہو گئی ہے اور نیلوی صاحب اور اس کے ہم خیالوں کو معتزلی کہنا بغیر دلیل کے ہے کیونکہ نیلوی صاحب و من وافقہ سماع موتی کے منکر ہیں جبکہ معتزلہ قائل ہیں ۔

خلافہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ (معتزلہ اور اہلسنت کا اجماع مرکب) اس مسئلہ عدم تلقین میں حنفیہ اور معتزلہ کا اجماع ہے یعنی اجماع مرکب ؛ حنفیہ تو اس لئے تلقین کے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں اور معتزلہ اس لئے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے (ندائے حق ص ۱۱۶ ج ۲) یعنی معتزلہ حیات فی القبر کے قائل نہیں اس لئے وہ سماع موتی و تلقین کے قائل نہیں ۔ خلاصہ یہ ہوا **معتزلہ سماع موتی کے قائل نہیں** چونکہ وہ حیات فی القبر کے قائل نہیں اب جو شخص نیلوی صاحب کی ان دو متعارض عبارتوں

کو پڑھے گا۔ وہ کیا نتیجہ نکالے گا ؏ بہ ناداں گر گئے سجدہ میں جب وقت قیام آیا

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ زمخشری نے جو تفسیر کی ہے۔ وہ اسی کے اپنے مذہب اعتزال پر مبنی ہے کیونکہ وہ حیات فی القبر اور منکر نکیر کے سوال کا منکر ہے۔

(ندائے حق جزء اول ص ۱۸۷)

تعارض پانزدہم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (حضرت عائشہ رض) بلکہ خود بدر میں موجود تھیں جیسے مسلم کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہے۔

(نداء حق ص ۱۸۲ ج ۲)

خلافہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں آخر ام المؤمنین رض بھی تو بدر میں حاضر نہ تھیں۔

(نداء حق ص ۱۸۶ ج ۲)

وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض موقع پر حاضر نہ تھیں (نداء حق ص ۱۹۵ ج ۲)

تعارض شانزدہم

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں (ندائے حق جزء ثانی ص ۴۳)

خلافہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں یہ گنبد خضراء (قبہ) جو کہ اب موجود ہے بنوایا تو یہ خاصہ ہے انبیاء کا جن پر دوسروں کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے (رق منشور ص ۶۴)

نیلوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر گنبد (قبہ) بنانا کون سی حدیث سے ثابت ہے (بینوا توجروا)

اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو خاصیت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بقول آپ کے (اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں۔ کیا اولیائے وصلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے یا نہ وجہ بیان کریں

اک بچہ حجام پھرتے تھے سبھوں کو مونڈتے	آج اس کوچہ میں ان کی بھی حجامت ہو گئی

تعارض ہفدہم

نیلوی صاحب لکھتے (کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں۔ کہ کتاب الروح امام ابن قیم کی ہے۔ (ردّ منکرات ص ۸۰) محترم نیلوی صاحب

صاحب آپ منکر ہیں۔ کیوں کہ آپ کے نزدیک کتاب الروح ابن قیمؒ کی نہیں ہے۔ تو قسم منکر پر ہوتی ہے۔ آپ بے شک طلاق مغلظہ اٹھالیں اور اپنی شوق پوری کریں۔ لیکن جناب کی شوق پوری نہیں ہوسکیگی۔ کیونکہ سننے میں آیا ہے۔ کہ جناب کی اہلیہ وفات پا چکی ہے اس لئے جناب کی جماعت کے دوسرے افراد اس شوق کو پورا کریں۔ جو شخص مدعی ہے کہ کتاب الروح ابن قیمؒ کی ہے اس کے ذمہ دلیل دینی ہوگی۔ اور اس کے کئی دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱ حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کتاب الروح ابن قیمؒ کی مانتے ہیں (العرف الشذی ص ۳۴۲ فیض الباری ص ۱۴۸ ج ۱ و ص ۱۸۱ ج ۴)

دلیل نمبر ۲ جناب قاضی شمس الدین صاحب نقل کرتے ہیں (و قال ابن القیم فی کتابہ الروح انہ الصواب) اور لکھا ابن القیمؒ نے اپنی کتاب الروح میں یہی صواب ہے) مسالک العلماء طبع اول ص ۱۷۔

دلیل نمبر ۳ خود امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ وقد استوفیت الکلام علی ھذا الحدیث وامثالہ فی کتاب الروح (جلاء الافہام ص ۲۸۲) اس حدیث پر پورا کلام میں نے کتاب الروح میں لکھ دیا ہے

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نیلوی صاحب جیسے منکرین کیلئے خود ابن قیمؒ کا حوالہ تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلاصہ پھر خود نیلوی صاحب نے ابن القیمؒ کی کتاب الروح کے بہت سے حوالے اپنی کتابوں میں درج بھی کر دیئے ہیں۔ مثلاً (رد منکرات ص ۲۳، ص ۳۷، ص ۴۱ وغیرہ! اگر یہ کتاب ابن القیم کی نہیں ہے تو اپنی کتابوں میں حوالے دینے کی کیا ضرورت تھی

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

تعارض ہشدھم ابو ہارون عبدی کے متعلق نیلوی صاحب جرح نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ (اور علامہ ذہبیؒ نے تو اپنے مختصر

میں عبدی کے بارے انہ ساقط فرمادیا ہے۔ (ندائے حق ص۱۴۲ ج۲)

خلافہ نیلوی صاحب نے اسی ساقط اور جھوٹے راوی ابوہارون عبدی کی روایت سے استدلال بھی کیا ہے (دیکھئے ندائے حق جزءاول ص۹۳)

ع دروغ گورا حافظہ نباشد

تعارض نوزدہم ابومعاویہ کے متعلق نیلوی صاحب غالی شیعہ اور مرجی خبیث کے الفا نقل کرتے ہیں دیکھئے (ندائے حق ص۳۰۹ ج۲)

خلافہ پھر نیلوی صاحب ندائے حق جزء اوّل ص۱۱ میں اس کی روایت کو حجت کے طور پر پیش بھی کرتے ہیں۔ اور ندائے حق طبع اوّل ص۱۸۶ میں لکھتے ہیں دیکھن ابومعاویہ تو ثقہ اور مرکزی راوی ہے۔ عادل ضابط متقن ہے نہ سیئی الحفظ ہے اور نہ کثیر الخطاء ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تعارض بستم نیلوی صاحب نے امام سیوطیؒ کو عدم سماع کے قائلین میں ص۵۵ پر ندائے حق ص۹۳ ج۲ میں شمار کیا ہے۔

خلافہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں (قول سیوطی سے استدلال کا مآل پھر علامہ سیوطیؒ نے جو بات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلاشبہ صحیح ہے (سماع الموتی ص۱۴۷) کیا آپ کو تسلیم ہے اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلوی میں کیا فرق ہے (ندائے حق ص$\frac{۳۳۴}{۲}$) اب نیلوی صاحب نے امام سیوطیؒ کے عقیدہ کو بریلویوں کا عقیدہ قرار دیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) نیلوی صاحب آپ کا فر مشرک مسلمان سب کی باتیں سن لیتے ہیں۔ جب وہ آپ کے قریب آکر بات کریں تو اسی طرح بھی لوگ اگر مردہ کی قبر کے قریب جا کر بات کریں اور مردہ سن لے تو یہ بریلوی عقیدہ کس طرح بن گیا ہے (نعوذ باللہ من سوء الفہم)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے تناقضات اور تعارضات تو اور بھی بہت ہیں جو موقعہ بموقعہ بیان ہوتے رہیں گے (انشاءاللہ تعالیٰ) فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ نیلوی صاحب کے دوسرے کمالات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جانے کا شرف

حاصل کیا جاسکے (اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ)

ے مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

باب المخادعات

نیلوی صاحب کے دھوکے

دھوکہ نمبر ۱ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ وسیلہ رفیعہ از پیر طریقت علامہ بہلوی حامی شریعت زیب طریقت عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین رأس المناظرین، مخزن علم وحکمت واقف اسرار سیدی ومولای حضرتنا ومولانا الحاج الحافظ القاری خواجہ **محمد عبد اللہ** صاحب بہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ وافرۃ وافیۃ کاملۃ سالغۃ وجزاہ اللہ عنا جزاءً موفوراً نے ایک رسالہ مسمّٰی بہ وسیلہ رفیعہ تحریر فرمایا تھا الخ (ندائے حق جزو ثانی ص ۳۳۷)

الجواب نیلوی صاحب نے میرے شیخ اور مرشد کی تعریف میں مبالغہ اس لئے کیا ہے کہ وہاں سرگودھا میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے تعریف میں مبالغہ کر کے دراصل ان کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ تاکہ وہ نیلوی صاحب کے قریب ہو کر نیلوی صاحب کی باتوں کو سُن کر گمراہ ہو سکیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت شیخی ومرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ وسیلہ رفیعہ کی عبارت سے ندائے حق جزو ثانی میں ص ۳۳۷ تا ص ۳۴۲ دو سطر کم چھ صفحات پُر کر دیئے ہیں۔ اسی طرح دوسرا دھوکہ یہ بھی ہے کہ ندائے حق کا حجم بھی بڑھ جائے گا۔ لوگوں کو دھوکا کہ نیلوی صاحب نے بڑی تحقیق سے دلائل جمع کئے ہیں۔ حالانکہ نیلوی صاحب مختلف کتابوں میں سے ایک بڑا حصہ عبارت کا نقل کر دیتے ہیں ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ۔۔۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عقیدہ

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ

نے جب کہ پنجاب میں یہ مسئلہ چلا تو سب سے پہلے اس مسئلہ میں رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔ القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ ۵ جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ میں مکمل ہو کر فوراً طبع بھی ہو گیا تھا۔ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات جسمانی وروحانی ہے اور یہ حدیث بھی پیش فرمائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے۔ کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ پہنچایا جاتا ہے۔ (دیکھئے القول النقی ص۹)

اب نیلوی صاحب سے عرض ہے کہ اگر حضرت مرشدی وشیخی محمد عبداللہ بہلوی کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کی اس تحقیق وعقیدہ پر دستخط کر دیں۔ ورنہ بتائیں کہ آپ نے ازراہ نفاق ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ کیوں دیا ہے ۔

اگرچہ پیر ہیں آدم مگر حیواں ہیں لات ومنات ۔۔۔ بدل بدل کر بھیس آتے ہیں ہر زمانے میں

دھوکہ نمبر ۲

نیلوی صاحب نے مولوی ابراہیم دہلوی کی کتاب کشف المغالطات کے حوالوں سے بھی اپنی کتاب ندائے حق اور البیان الاوفی کو پر کیا ہے۔ جس میں ہندوستان کے چند علماء کرام سے عدم سماع موتی کا فتویٰ بھی درج ہے۔ یہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد شخص نہیں بلکہ بہت بڑا جھوٹا انسان ہے ۔

دلیل نمبر ۱

کشف مغالطات در مسئلہ سماع اموات ص۱۶۵ میں ہے ضروری اطلاع

اے حضرات اتنا آپ صاحبان کو سمجھنا ضروری ہے کہ بعض حضرات علماء حنفیہ سماعت اموات کے مسئلہ کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ مذہب حنفیہ میں سماعت اموات کا مسئلہ اختلافی ہے بلکہ حنفی مذہب میں مردوں کا نہ سننا اتفاقی مسئلہ ہے۔ تمام فقہ حنفیہ میں اس مسئلہ کو صاف طور سے لکھا ہے۔ بلکہ مراد سماعت موتی کے مسئلہ کے اختلافی ہونے سے یہ ہے کہ مذہب حنفیہ اور مذہب شافعیہ کا باہم اختلاف ہے الخ

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ اتنا بڑا جھوٹ بولنے والا آدمی کس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ قارئین کرام! راقم الحروف کی اسی کتاب کا باب سماع الموتی عند الامام

الاعظم ذرا نکال کر ملا خطہ فرمائیں حقیقت ظاہر ہو جائے گی ؎

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی ۔۔۔ جا کر جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

دلیل نمبر ۲ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ صاحب کشف المغالطات کا مغالطہ مؤلف کشف المغالطات حوالوں کی کثرت دیکھ کر مرعوب ہو گئے الخ

دندان حق جزء اول ص۱۸۲) قارئین کرام! نیلوی صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد نہیں ہے۔ وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور غلط چیز پر اعتماد کر لیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نیلوی صاحب ایسے شیر ببر ہیں۔ کہ حوالوں کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ۔۔۔ مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

دھوکہ نمبر ۳ حضرت نانوتوی رح سے نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات رح کا فرمان واجب الاذعان۔ حضرت شیخ مشائخنا محمد قاسم النانوتوی رحمۃ اللہ نے لطائف قاسمیہ ص ۵ میں فرمایا ہے کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں ہاں اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے گا۔ مگر اس عقیدے کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں۔ خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا۔ کوئی پوچھتا ہے۔ اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں دریغ بھی نہیں کرتا۔ آپ اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے فقط دندان حق جزء ثانی ص۱۔

الجواب نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی رح کی عبارت سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ ۱۔ ایک تو یہ کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکثر احادیث ضعیف ہیں۔ ۲۔ دوسرا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے ان دونوں باتوں کا جواب سنئے۔ اول بات کا جواب! حضرت نانوتوی رح کے الفاظ یہ ہیں کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ (لطائف قاسمیہ) یہ شک پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ تو نیلوی صاحب نے نقل دیئے ہیں۔ مگر جو آپ کا یقینی فیصلہ تھا۔ وہ نیلوی صاحب نے نقل ہی نہیں کیا۔ یہ نیلوی صاحب کا کتنا بڑا دھوکہ و دجل و فریب و خیانت ہے۔ حضرت

یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں۔ یا بعد کے اُمتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود تربیت تمام اُمت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے اُمتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفا کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے۔ کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی۔ تو آیۃ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ کے دونوں جُملے جُدی جُدی آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں۔ اور جو شخص قرآن کے انکار سے موافق حدیث ثقلین لاریب داخل زمرۂ گمراہان ہو چکا۔ اس کی راہ پر لانے کی کوئی تدبیر نہیں الخ (آب حیات صفحہ ۴۲ تا ۴۳)

قارئین کرام حضرت نانوتوی ؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیات انبیاء علیہم السّلام کے بارے میں احادیث صحیحہ و ضعیفہ برابر ہیں۔ یعنی دونوں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کی آیتیں بھی ہیں۔ اس لئے قرآن کا منکر گمراہ ہے

دوسری بات کا جواب: حضرت نانوتوی ؒ نے جس بات کو عقائد ضروریہ میں سے قرار دیا ہے۔ اس سے مراد ان کا وہ مشہور نظریہ ہے انبیاء علیہم السّلام کا رُوح بوقت وفات خارج عن الجسد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی یہ عبارت کہ۔ نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں الخ اس پر شاہد ہے۔ ورنہ تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو قرآن مجید کا منکر قرار دے کر گمراہ فرما رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منکر قرآن آخری درجہ کا گمراہ ہوتا ہے۔ خود نیلوی صاحب کے نزدیک کافروں کی حیات کا منکر کافر ہے فاسقوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔ مومنوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔

حوالہ ۱ ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانیں تو عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار لازم آتا ہے۔ حالانکہ عذاب و ثواب قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے۔ اور اس پر

امّت کا اجماع بھی ہے اور علماء امّت نے عذاب وثواب قبر کے انکار کو کفر کہا ہے
(ندائے حق جزء اوّل ص۶)

حوالہ ۲:۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور شرح مقاصد میں ہے۔

اتفق اھل الحق علیٰ ان اللہ تعالیٰ یعید الی المیّت فی القبر نوع

حیاۃ قدر ما یتألم و یتلذذ یشھد بذالك الکتاب والاخبار والآثار

یعنی ضروریات دین میں یہ مسئلہ ثابت ہے جس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے اور اجماع ہے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ اور صحابہ اور تابعین، سلف صالحین کے اقوال بھی اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ پھر ایک خاص قسم کی حیات دیتے دیتے ہیں اور دیتے بھی ہیں صرف اسی قدر جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پہنچے (ندائے حق جزء اول ص۱۹ وجلد ثانی ص۳۴۵) میت۔ مُردہ کی لاش (جسد عنصری) کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ رُوح نکل جائے تب اُسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ اگر آدمی کہہ بھی دیتے ہیں۔ تو مجازی طور پر کہتے ہیں الخ (ندائے حق جزء اوّل ص۲۷۵ پس ثابت ہوا کہ میت (جسدی عنصری) میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ کافر و فاسق کو عذاب قبر ہو اور مومن میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا کہ قبر میں اس کو راحت و نعمت و لذت محسوس ہو یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے تو ولی و شہید و صالح و صدیق و نبی ہو میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا تو بطریق اولیٰ ضروریات دین میں سے ہوا۔ فلہذا وہ لوگ ٹھنڈے دل سے سوچ لیں جو دن رات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی عنصری کا انکار کرتے ہیں۔ وہ نیلوی صاحب کے نزدیک کون ہوئے نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاءؑ کی شان میں گستاخی ہو۔ وہ بلاریب کفر ہے (ندائے حق جزء اول ص۵۵۲)

اب قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مومنین کے جسد عنصری میں بھی حیات ہو اور ان کے ارواح مع اجساد عنصریہ لذت محسوس کر رہے ہوں نعمتیں حاصل کر رہے ہوں اور انبیاء علیہم السلام

کے اجساد عنصریہ لذت اٹھانے سے اور نعمتوں کے محظوظ ہونے سے محروم ہوں تو یہ انبیاء علیہم السلام کی بلاریب گستاخی وتوہین ہے۔

اقوال شہ دین کے جو پابند نہیں ہیں احمق ہیں زمانے کے خردمند نہیں ہیں

دھوکہ نمبر ۴ نیلوی صاحب نے ندائے حق اور شفاء الصدور اور رق منشور اور البیان الاوفیٰ میں بشیر الدین قنوجی کی کتاب کے حوالے دیئے ہیں اور پھر کہیں لکھ دیتا ہے۔ تلمیذ شاہ محمد اسحاقؒ اور کہیں لکھ دیتا ہے۔ تلمیذ خاص شاہ محمد اسحاقؒ۔ نیلوی صاحب دراصل دھوکہ یہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ بشیر الدین قنوجی حنفی ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب محمد اسحاق دہلوی کا خاص شاگرد ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شاگرد خاص اس کو کہا جاتا ہے جو استاذ کے علوم کو اپنے شیخ کے نظریہ وعقیدہ کے مطابق پھیلائے لیکن جو شخص اپنے شیخ کے نظریے کے خلاف ہو جائے اس کو شاگرد خاص کہنا دھوکہ ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ ایسے لوگوں کو جو تقلید شخصی کو بدعت وضلالت کہتے تھے۔ گمراہ کہا ہے دیکھئے (رسالہ مع فتاویٰ ص ۱۲۷ ملحق بنظام الاسلام مطبوعہ گبنیشن پرکاش لاہور) یہ وہی بشیر الدین قنوجی ہے جو فتاویٰ غرائب سے امام اعظمؒ کا مسلک عدم سماع الموتی نقل کرتا ہے جس پر مکمل بحث۔ راقم الحروف نے باب سماع الموتیٰ عند الامام الاعظم میں کردی ہے۔

دھوکہ نمبر ۵ نیلوی صاحب نے ندائے حق میں محمد بشیر غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر نیلوی صاحب نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ غیر مقلد ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔ یہ محمد بشیر غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد ہے۔ دیکھئے الحیاۃ بعد الممات ص ۳۶۳۔ ناشر المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

دھوکہ ۶ نیلوی صاحب نے امیر علی کی تفسیر مواہب الرحمٰن اور عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کے حوالے بھی ندائے حق طبع اول ص ۱۵۷ وندائے حق جلد ثانی ص ۸ و ص ۴۵ اور البیان الاوفیٰ ص ۲۷ میں درج کر دیئے ہیں مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ حنفی ہے یا غیر مقلد بلکہ نیلوی صاحب کے شاگرد بشیر محمد صاحب نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ حضرت مولانا سیّد

امیر علی حنفی فرماتے ہیں (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹) استاذ و شاگرد دھوکہ دینے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیر علی غالی و متعصب قسم کا غیر مقلد تھا جس کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱ امیر علی صاحب نے تعقیب علی التقریب ص ۵۲۴ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ پر ان الفاظ سے جرح کی ہے۔ نعمان بن ثابت ابو حنیفۃ الکوفی ضعفہ النسائی من قبل حفظہ والدارقطنی و ابن عدی الخ پھر توثیق کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر یہ انداز منافقانہ پالیسی کا ایک حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۲ مولانا عبدالحیؒ حسنیؒ۔ نزھۃ الخواطر ص ۷۵/۸ میں لکھتے ہیں۔ ثم لازم القاضی بشیر الدین العثمانی القنوجی..... واخذ الحدیث عن الشیخ المحدث نذیر حسین الدھلوی (بشیر الدین قنوجی کی صحبت کو لازم پکڑ کر اس سے پڑھتا رہا ..... اور پھر حدیث شیخ نذیر حسین محدث دہلوی غیر مقلد سے حاصل کی۔

غیر متصلب فی المذھب الحنفی یتبع الدلیل ویترک التقلید اذا وجد فی مسئلۃ نصاً صریحاً مخالفاً للمذھب غیر منسوخ وھو من اشیاخی (نزھۃ الخواطر ص ۷۶/۸) یہ امیر علی مذہب حنفی میں پختہ نہیں تھا۔ دلیل تلاش کرکے تقلید کو چھوڑ دیتا تھا۔ جب کسی مسئلہ میں نص صریح مذہب حنفی کے مخالف پا لیتا۔ جو غیر منسوخ ہوتی اور وہ امیر علی میرے استاذوں میں سے تھا۔

دلیل نمبر ۳ شیخ الکل نذیر حسین صاحب دہلوی کی سوانح الحیاۃ بعد الممات ص ۳۶۵ میں اس کو دہلوی صاحب غیر مقلد کا شاگرد شمار کر کے د ص ۴۵۹ پر ان الفاظ کے ساتھ ان کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ مولوی سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تصانیف جلیلہ

دلیل نمبر ۴ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔ مولانا سید امیر علی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنؤ میں انتقال کیا مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ص ۳۵۰) اس کتاب کے حاشیہ میں امیر علی کے اہل حدیث ہونے کا ثبوت —— نزھۃ الخواطر ص ۷۵/۸ و ص ۷۶ اور علمی اجالے ص ۶۲ تا ص ۶۷ مؤلفہ امیر حسن نورانی

استاذ ادبیات اسلامیہ کالج لکھنؤ راجہ رام بک ڈپو وارث نو لکشور لکھنؤ مطبوعہ ۱۹۵۹ء سے پیش کیا گیا ہے (نوٹ) محمد اسحاق صاحب بھٹی ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کے مدیر بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۵ خود امیر علی صاحب التذنیب لتقیب التقریب کے صہ ۳۴ میں لکھتے ہیں۔ کہ میری اسناد تحصیل علم کی نذیر حسین دہلوی سے تا شوکانی غیر مقلد پہنچتی ہے (ملخصاً)

دلیل نمبر ۶ عین الہدایہ وفتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ امیر علی نے اس لئے لکھا ہے تاکہ جاہل قسم کے اردو خوان غیر مقلد ان تراجم کو پڑھ کر فقہ کی کسی نہ کسی جزئی پر اعتراض کر سکیں پھر اپنی طرف سے ان دونوں کتابوں کے مقدمہ لکھ کر کافی زہریلا مادہ پھیلایا گیا ہے۔ اصل مقصد ترجمہ نہیں بلکہ فقہ حنفیہ کو بدنام کرنا مقصود ہے مشہور تو اپنا نام امیر علی حنفی کیا۔ مگر حقیقت میں زہریلا غیر مقلد ہے تاکہ حنفیوں کو آسانی سے گمراہ کیا جا سکے۔ اس لئے مسائل اختلافیہ میں اس نے احناف کے نظریہ کو کمزور قرار دیا ہے۔ حوالہ ۱۔ تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ ہی رکعات ثابت ہیں

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ از امیر علی صہ ۵۶۳ بحوالہ انوار مصابیح صہ ۵۱)

حوالہ ۲۔ عین الہدایہ میں رفع یدین کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے حتیٰ کہ جھوٹی و من گھڑت روایت فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رفع یدین عند الرکوع وغیرہ کے ساتھ ہمیشہ رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے یعنی وفات پائی) کو ثابت و صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ناظرین کرام دوسرے اختلافی مسائل پر نظر کر کے دیکھ لیں۔ اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد نے احناف پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اور جب شہوت نے زور مارا تو کہنے لگے کہ اجنبی عورت کے چہرے پر پڑے ہوئے غبار سے تیمم جائز ہے

(عین الہدایہ صہ ۱۴۷ ج ۱) التحقیق فی مسئلۃ رفع یدین صہ ۲۲ حصہ اوّل)

قارئین کرام آپ نے اس حوالہ سے بھی اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ یہ حوالہ نہ تو ھدایہ میں

ہے نہ فقہ کی کسی کتاب میں ہے یہ محض بدنام کرنے کے لئے اس غیر مقلد امیر علی نے ایسا کیا ہے ۔ منافقانہ چال سے یہ لوگ حنفیوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حنفی عوام تو اپنے مقام پر رہے حنفی مولوی بھی بہت سادہ لوح ثابت ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان حنفی مولویوں کو سمجھ نصیب فرمائے ؎

لباس خضر میں یہاں ہزاروں راہ زن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد بھی مسلمانوں کو اسی قسم کے دھوکے دیتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے (آمین)

دھوکہ نمبر ۲ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ۔ پس مسئلہ نزاعیہ میں تصریحات کو نظر انداز کرنا اور ادھر ادھر کے رطب و یابس اقوال یا تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے ۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷) اس عبارت سے نیلوی صاحب نے یہ دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ نیلوی صاحب تو صریح روایتوں سے استدلال کرتے ہیں ۔ جب کہ ان کے مخالف ادھر اُدھر کے رطب و یابس اقوال پیش کرتے ہیں ۔ یا تاویلات سے کام چلاتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) حالانکہ نیلوی صاحب نے خود اسی روایت سے جس کی اس مقام پر تردید کر رہے ہیں ۔ استدلال کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا ہے (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۹)

دوم = نیلوی صاحب نے جو سماع موتیٰ کی صریح و صحیح احادیث ہیں ۔ ان میں تاویلات کر کے ان کو رد کر دیا ہے اور جن روایتوں کا عدم سماع موتیٰ سے تعلق بھی نہیں ان کو عدم سماع موتیٰ میں دلیل و حجت بنایا ہے ۔ مولانا سجاد بخاری صاحب راہنما جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ، نیلوی صاحب کی کتاب شفاء الصدور پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ دوسرے باب میں وہ حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف (نیلوی صاحب) کے نزدیک نفی سماع موتیٰ پر دلیل ہیں ۔ لیکن افسوس ہے کہ ان چودہ حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعویٰ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو ۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماع موتیٰ کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ بعض جگہوں میں

تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے الخ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۸ء صـ ۳۶) سجاد بخاری صاحب نے نیلوی صاحب وبندیالوی صاحب کی جہالتوں کا پردہ اچھی طرح چاک کر دیا ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے مقدمہ کے اندر اس تبصرہ کی پوری فوٹو کاپی درج کر دی ہے

نیلوی صاحب کا اقرار

نیلوی صاحب شفاء الصدور صـ ۳۵ طبع اول میں ان چوڑ حدیثوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مُردے نہیں سُنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں الخ بلفظہٖ ۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے مان لیا کہ وہ تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔ فلہذا صُغریٰ، کُبریٰ نیلوی صاحب کے تسلیم شدہ ہیں۔ تو نیلوی صاحب کو اس کا نتیجہ بھی ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔ صُغریٰ یوں ہے۔ نیلوی صاحب مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلاتے ہیں کبریٰ یوں ہے۔ اور مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے نتیجہ یوں آئیگا فلہذا نیلوی صاحب کی سخت غلطی ہے۔ نیز نیلوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ عدم سماع موتی کا مسئلہ بدیہی ہے۔ یہ سخت غلطی ہے۔ اگر یہ مسئلہ بدیہی ہوتا تو نیلوی صاحب کو دلائل قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نیلوی صاحب کو سمجھ عطاء کرے۔

دھوکہ نمبر ۸

نیلوی صاحب طبقہ ثالثہ کی کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور مسند ابو یعلیٰ موصلی اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ دارقطنی مسند ابی داؤد طیالسی، مستدرک حاکم کتب بیہقی تصانیف طبرانی طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں۔ اور قاعدہ ھذہ سے سرمُو اغماض واعراض نہیں کرتے (ندائے حق جزء ثانی صـ ۶۸)

الجواب

نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ نیلوی صاحب نے اپنی اسی کتاب ندائے حق میں بہت سے مقامات پر طبقہ ثالثہ بلکہ رابعہ

بلکہ خامسہ وسادسہ کی روایتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (انداء حق جزء اوّل ص۷۳ سجین مقام برزخ کے عنوان کے تحت) پھر ص۷۵ میں ہے (رواہ ابن ابی الدنیا) نیز رواہ ابن ماجہ نیز رواہ البخاری فی التاریخ نیز اسے صفحہ میں ہے (رواہ ابن عساکر نیز اسی صفحہ میں دوبارہ ہے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا) نیز ص۷۶ میں ابن ابی الدنیا سے دو روائتیں اور سنن سعید بن منصور کا بھی ذکر ہے۔ نیز ص۸۶ میں شرح الصدور کے حوالے سے روائتیں نقل کی ہیں ص۹۳ میں ابو نعیم اصفہانی سے اور بیہقی کی دلائل النبوۃ سے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی تفسیروں سے روائتیں نقل کی ہیں۔ ص۹۴ میں الحاوی للفتاوی بشری الکئیب۔ طبرانی۔ ابن ماجہ، ابن عساکر سے روائتیں نقل کی ہیں۔ ص۹۵ میں طبرانی الدر المنثور اور ص۹۶ میں روح المعانی سے ص۹۷ میں ابن جریر خازن ومدارک کے حوالہ سے روائتیں نقل کی ہیں۔ کہاں تک قارئین کی خدمت میں لکھوں۔ اکثر انداء حق ہی طبقہ ثالثہ ورابعہ وغیرہ کی روایتوں سے بھرا پڑا ہے مگر نیلوی صاحب کو بات کرتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی ۔

دنیا میں ڈھیٹ اور بے حیا اور بھی ہیں — مگر سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپکی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی کتابیں تلبیس ودجل وخداع کا پلندہ ہیں۔ باب بہت طویل ہو جائے گا۔ لیکن نیلوی کے فریب ختم نہیں ہوں گے۔ اس لئے مجبوراً ان چند سطروں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

باب المشاہدات

آنکھوں دیکھے واقعات

واقعہ نمبر۱ ۱۹۳۲ء میں حضرت حذیفہؓ نے خواب میں ملک شاہ فیصل اول شاہ عراق سے فرمایا۔ کہ ہم دونوں کو موجودہ قبروں سے منتقل کرکے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی شروع ہوگئی ہے۔ شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا۔ اور سوچتا رہا کہ کیا کروں۔ تیسری شب حضرت حذیفہؓ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرمائی کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ اُس کو متوجہ کرکے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔ چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے (بالآخر) جب ان دونوں حضرات کو اپنی اپنی قبروں سے نکالا گیا۔ تو نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک صحیح حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا۔ کہ دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا حالانکہ تیرہ سو سال گذر چکے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی۔ کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی۔ کہ بہتوں نے چاہا۔ کہ ان سے آنکھیں ملائیں مگر ان کی نظریں اس چمک کے سامنے نہ ٹھہر سکتی تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک ڈاکٹر جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔ بے اختیار ہوا اور آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لائیے مفتی اعظم ہاتھ بڑھائیے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

قارئین کرام! اس واقعہ کی مکمل تفصیل ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۴ء میں موجود ہے۔ اس لئے اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

جناب عبداللہ یسین حسنی صاحب

ناقابلِ انکار صداقت

مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابلِ انکار حقیقت "مشاہدہ" (چشم دید واقعہ) ہے، آئیے اب ہم صداقتِ دینِ اسلام و حقانیتِ قرآن پر اپنے ہی زمانے کا ایک "مشاہدہ" (چشم دید واقعہ) پیش کرتے ہیں تاکہ حق پرست و انصاف پسند اہل علم و فہم طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں سمجھیں اور حقیقت تک پہنچیں۔

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلے پر ہے، زمانہ قدیم میں جس کا نام "مدائن" تھا، جہاں اکثر صحابۂ کرام رض گورنری کے عہدے پر فائز رہے، یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسی رض مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبدِ مزار سے متصل نبی آخر الزماں ص کے دو صحابہ حضرت حذیفۃ الیمانی رض اور حضرت جابر رض بن عبداللہ رض کے مزارات ہیں، ان دونوں اصحابِ رسول ص کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے۔

ہوا یہ کہ حضرت حذیفہ رض نے خواب میں ملک فیصل اوّل شاہِ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزار سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلے پر دفن کر دیا جائے، اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور جابر رض کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔

شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا اور شاید بے پروائی یا انہماکِ امورِ سلطنت کے باعث بھول گیا، تیسری شب حضرت موصوف رض نے عراق کے مفتیٔ اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا، اب یہ تمہارا کام ہے کہ اُس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بند و بست کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتیٔ اعظم، نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور اُس سے اپنا خواب بیان کیا، شاہ فیصل نے کہا مَیں بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رہا ہوں۔ آخر کافی غور و مشورے کے بعد شاہ نے مفتیٔ اعظم سے کہا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس کی [illegible] کیلئے تیار ہوں۔ جب مفتیٔ اعظم نے مزارات کے کھولنے اور لاشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دیدیا تو یہ فتویٰ اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز

عیدِ قرباں بعد نمازِ ظہر ان دونوں اصحابِ رسول ؐ کے مزارات کھول لے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ حال شائع ہوتا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی، رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ اُن دنوں موسمِ حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کیلئے حرمین شریفین (مکے مدینے) میں جمع ہو رہے تھے جب انھیں یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے شاہِ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس، ہندوستان وغیرہ وغیرہ ملکوں سے شاہِ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی جنازوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں، مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی عراب میں اہلِ مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیشِ نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے، دوشنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفۃ الیمانی رض کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر رض کے مزار میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دُور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر، عراقی حکومت کے تمام ارکان اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفۃ الیمانی رض کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اُوپر اٹھایا گیا کہ ان کی نعش کرین پر نصب کئے ہوئے سٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے سٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز میجسٹی شاہ فیصل، مفتیِ اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے ایک شیشے کے تابوت میں رکھ دیا، پھر اسی طرح حضرت جابر رض بن عبداللہ رض کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے، نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں، بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انھیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پُراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں، لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی ہی نہ تھیں، ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں؟

بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے، ایک جرمن ماہرِ چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا، اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا اس نے جو یہ منظر دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا، وہ اس سے کچھ اتنا بے اختیار

ہوا کہ ابھی نعش ہائے مبارک تابوتوں ہی میں رکھی گئی تھیں کہ آگے بڑھ کر مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہؓ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ لائیے مفتیٔ اعظم! ہاتھ بڑھائیے، میں مسلمان ہوتا ہوں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے کمال کیا، عمل کیا کیا بلکہ دُور دراز سے آئے ہوئے مشتاقین پر یہ بھی احسان کیا کہ اس نے شاہِ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر میان مزارات کے اوپر دو سو فٹ بلند فولاد کے چار کھمبوں پر کوئی تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگا دیا، پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کھمبوں کے چاروں طرف بھی چھت سے ملحق چار سکرین لگا دیئے، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر کوئی اپنی جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مزارات کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک تمام کاروائی دیکھتا، زیارت کے جوش میں کوئی ریل پیل نہیں ہوئی اور اسی طرح ہزار ہا لوگ اس ہڑبونگ میں پس کر مرنے سے بچ گئے، مردوں، عورتوں اور بچوں نے نہایت اطمینان سے پوری کارروائی دیکھی۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کے فلم دکھائے گئے۔ اس واقعہ کے فوراً بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان بلکہ کئی مبلغ بھی اپنے جہل و گمراہی پر افسردہ، اپنے گناہوں پر نادم، ترساں و لرزاں جوق در جوق مسجدوں میں قبولِ اسلام کیلئے آتے تھے اور مطمئن شاداں و فرحاں واپس جاتے تھے، اس موقع پر مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد اتنی تھی کہ اسکا اندازہ لگانا آسان نہیں۔

"یہ چشم دید معجزہ" کسی کتاب میں لکھا ہوا اگلے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں ہے، یہ ہمارے ہی زمانہ کا بھرپور دیکھا حال ہے، اس کو زیادہ عرصہ بھی نہیں گذرا ۱۹۳۲ء میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے، اس کو ہر مذہب و ملت اور کئی ممالک کے اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اس کی دنیا کے اخباروں نے جلی عنوانات سے تشہیر کی ہے اور اس کے ہر جگہ چرچے رہے ہیں، یہ مزارات گمنام افراد کے بھی نہ تھے، یہ پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور و معروف صحابہؓ کے مزار تھے جن کو پہلے بھی لوگ جانتے اور مانتے تھے اور اب بھی مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں۔

ہر شخص ٹھنڈے دل سے غور کرے ـــ کیا علم، عقل، تجربہ، قیاس اور سائنس کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ کیا کوئی صاحبِ عقل و ہوش جس کے دل میں ذرا سا بھی شائبہ حق و انصاف ہے اس سے انکار کر سکتا ہے؟ یقیناً جس کے دل میں جستجوئے حق کی تڑپ اور تلاشِ حقیقت کا جذبہ ہو گا وہ اقرار کرے گا کہ اللہ کا دینِ اسلام "سچا ہے" اور اللہ کا بھیجا ہوا آخری حکم دائمی اور محفوظ پیغام "قرآن مجید" سچا جو کسی خاص فرد، خاندان، قوم، یا ملک کیلئے نہیں پوری "انسانیت" کے لئے ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ "نبض الاسلام" راولپنڈی)

واقعہ نمبر ۲ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میت پانی میں ڈوبنے لگے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے۔ فی المصنف لابن ابی شیبہ ص۱۲۶ ملتان

حدثنا ابواسامۃ قال اخبرنا اسمعیل انا قیس قال رمی مروان طلحۃ یوم الجمل بسھم فی رکبتہ فمات فدفناہ علی شاطئ الکلاء فرأی بعض اھلہ انہ قال الا تریحونی من ھذا الماء فانی قد غرقت ثلث مرات یقولھا قال فنبشوہ فاشتروا لہ دار آل ابی بکرۃ بعشرۃ آلاف فدفناہ فیھا

یعنی جب مروان نے جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا۔ تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ انہیں شاطی کلاء کے پاس ہم نے دفن کر دیا۔ حضرت طلحہ رض کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو تین بار خواب آیا۔ کہ حضرت طلحہ رض فرما رہے ہیں کہ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے۔ کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا۔ اور آل ابوبکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔ (ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہلسنت نمبر خاص شمارہ جلد ۹ شمارہ ۲/ ۱ فروری ۱۹۷۹ء / ربیع الاول ۱۳۹۹ھ ص۱۶ اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔ قارئین کرام! ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ اسی قبر میں راحت و تکلیف ہوتی ہے۔ اور قبروں والے جسمانی و روحانی حیات سے متصف ہوتے ہیں جیسا کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔

واقعہ نمبر ۳ نیلوی صاحب حضرت تھانوی رح سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اُحد میں ایک نہر جاری کی گئی۔ نہر میں قبور شہداء مانع تھیں۔ تو ماہرین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ کہ سوائے قبور پر سے نکالنے کے ہیں کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو انہوں نے اجازت دے دی جب نہر کے لئے قبور کھودی گئیں تو بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ شہداء کی لاشیں اس طرح برآمد ہوئیں کہ معلوم ہوتا تھا۔ سو رہے ہیں۔ پھر انہیں کندھوں پر لاد لاد کر وہاں

میت کی قبر پانی میں ڈوبنے لگے تو اُسے منتقل کیا جا سکتا ہے

فی المصنف لابن ابی شیبة ص ۱۶۲ ج ۳ ط ملتان حدثنا ابواسامة قال اخبرنا اسمعیل انا قیس قال رمی مروانُ طلحةَ یوم الجمل بسھم فی رکبتہٖ فمات فدفناہ علیٰ شاطئ الکلاء فرأی بعضُ اھلہ انہٗ قال الا تریحونی من ھذا الماء فانی قد غرقتُ ثلث مرات یقولھا قال فنبشوہ فاشتروا لہٗ دارا من دار آل ابی بکرة بعشرة آلاف فدفناہ فیھا یعنی جب مروانؓ نے جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے انہیں شاطی کلاء کے پاس ہم نے دفن کر دیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو خواب آیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا اور آل ابوبکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر اس عذر کی وجہ سے کھودی گئی تھی۔ لہٰذا مطلق نبش قبور کے جواز میں اس واقعہ کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

نسائیؒ نے اپنی سنن المجتبیٰ ص ۲۸۴ میں لکھا ہے باب اخراج المیت من اللحد بعد ان یوضع فیہ اتی النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عبدَ اللہ بن ابیّ بعد ما اُدخل فی قبرہ فامر بہٖ فاُخرج فوضعہ علیٰ رکبتیہ ونفث علیہ من ریقہٖ والبسہٗ قمیصہٗ واللہ اعلم یعنی عبد اللہ بن اُبی ابن سلول (رئیس المنافقین) کو اس کی قبر میں داخل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تشریف لائے اور عبد اللہ بن ابی کو قبر سے نکالنے کا حکم دیا جب اُسے قبر سے نکالا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے معصوم گھٹنوں پر رکھ کر اپنی لعاب مبارک اس پر ڈالی اور اپنا پیراہن مبارک بھی اس کو پہنایا واللہ اعلم آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا گیا ہو اور ابھی اس پر اینٹیں نہ رکھی گئی ہوں اور نہ مٹی رکھی گئی ہو تو کسی وجہ معقول سے اس کو نکالا جا سکتا ہے مگر اینٹیں رکھ چکنے اور مٹی ڈال چکنے کے بعد بغیر حق آدمی کے نکالنا منع ہے۔ اسی پر محمول ہے یہ

نسائی نے اپنی سنن المجتبیٰ ص ۲۸۴ میں لکھا باب اخراج المیت من القبر بعد ان یدفن فیہ
عن جابر رضؓ قال دُفن مع ابی رجل (عمرو بن الجموح بن زید الانصاری وکان صدیقَ عبد اللہ والد جابر رضی اللہ عنہ۔ قسطلانی) فی القبر فلم یطب قلبی حتی اخرجتہ (بعد ستة اشھر) فاذا ھو کیوم وضعتہٗ ھنیة غیر اذنہٖ ای غیر اثر یسیر فی اذنہ حصل بسبب التصاقھا بالارض. ودفنتُہٗ علیٰ حدةٍ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے اباجی کے ساتھ اُن کی قبر میں ان کے دوست عمرو بن جموح بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی دفن کر دیے گئے مگر میرا دل اس پر خوش نہ تھا حتیٰ کہ چھ ماہ کے بعد میں نے اباجی کو وہاں سے نکال کر علیحدہ دفن کر دیا۔ میں نے اپنے اباجی کو جس دن جیسے رکھا تھا اب بھی ایسا ہی پایا البتہ زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے کان پر معمولی سا نشان تھا

سے علیحدہ کیا گیا۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں پھاوڑہ لگ گیا۔ تو خون نکل آیا۔ حالانکہ یہ واقعہ کم از کم شہادت کے چالیس سال بعد کا ہے ندائے حق جز اول ص ۳۸۴، ص ۳۸۵۔

قارئین کرام! جسم سے خون کا نکل آنا۔ حیات جسمانیہ کی دلیل ہے۔

واقعہ نمبر ۴

افغانستان کے محاذ جنگ سے ایک رپورٹ۔ مولانا نیک بہادر خاں افغانستانی فاضل دار العلوم حقانیہ بنام مدیر الحق

ایک شہید طالب علم کی زندہ کرامت

میرے محترم واجب القدر استاد۔ ایک عجیب واقعہ پر خط ختم کرتا ہوں اس واقعہ کے کچھ حصے میں نے بچشم خود دیکھے۔ کچھ دوسروں سے متواتر سُنے جن میں مرد و عورت بے شمار افراد شامل ہیں۔ واقعہ یہ ہے۔

کہ ایک طالب علم مولوی محمد شریف شہید زرمل کے باشندہ تھے۔ اپنے والد نے بطیب خاطر لڑائی میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ یہ مصر تھے مگر والد اجازت نہیں دے رہے تھے۔ بالآخر بلا اجازت والد موضع شاہ نوری علاقہ ارگون آپہنچے اور معاون عبد الحمید صاحب حرکت انقلاب اسلامی کے زیر کمان ایک دوست کے ہمراہ ارگون کے جہاد میں شریک ہوئے لڑائی نے شدت اختیار کی تو چاروں طرف سے مسلمان ارسلا خاں امیر صاحب کے اس معاون کی امداد کے لئے آپہنچے۔ یہ شہید طالب علم بڑی بے جگری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر بالآخر کلاشنکوف کی گولیاں دل پر لگیں۔ اور شہید ہو گئے۔ برف باری کا آخری موسم تھا۔ یہ شہید ہو کر اپنے مورچے میں دو دن تک پڑے رہے تیسرے دن لاش مبارک مرکز لے جائی گئی۔ اور وہاں دفن کئے گئے۔ ان کا دوسرا مجاہد دوست زرمل چلا گیا۔ اور والدین کو اطلاع دی۔ سات دن بعد مرکز صیدانگ کو واپس آیا۔ اور امیر مجاہدین حرکت سے عرض کیا کہ شہید طالب علم کا بوڑھا والد گاؤں سراوزہ آیا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ میرے شہید طالب علم بیٹے کو نکال کر واپس لے جائے۔ بڑی رد و قدح کے بعد آخر فیصلہ لاش نکال کر بھیج دینے کا ہوا۔ جب قبر کھولا گیا۔ تو یہ شہید بہت

خوبصورت اور تروتازہ تھا۔ اور زخمی ہاتھ دل پر پڑا ہوا تھا۔ معاون عبدالحمید صاحب نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس کا ہاتھ سات دفعہ سے زیادہ دل سے ہٹا کر سیدھا کیا۔ مگر چشم زدن میں وہ دوبارہ ہاتھ دل پر رکھ دیتا۔ ہم نے ایسے ہی رہنے دیا اور مجاہدین کے ساتھ باپ کے پاس لاش بھیج دی۔ لاش گاؤں پہنچی بوڑھا باپ لاش کے سرھانے کھڑا ہوا اور سب لوگ گاؤں والے شہید کو دیکھ کر رو رہے تھے کہ اچانک شہید کے غمزدہ باپ نے چیخ کر بیٹے کو مخاطب کیا کہ۔ اے میرے لختِ جگر اگر تم حق کے لئے اچھے عقیدے کے ساتھ شہید ہو چکے ہو اور تم سے خدا راضی ہوا۔ تو اب مرنے کے بعد مجھ سے مصافحہ کرو گے۔ اور میں اپنا حق بخش دوں گا۔ ورنہ میں اپنا حق نہیں بخشتا۔ نہ بلا اجازت جانے کو معاف کروں گا۔ کہ بوڑھے باپ کے بغیر خراب عقیدے کے لئے جنگ میں کیوں شریک ہوئے۔ مجاہدین اور سینکڑوں لوگ ارد گرد جمع دیکھ رہے تھے۔ کہ باپ کے جملوں کے ختم ہونے کے ساتھ شہید نے اپنا ہاتھ زخمی دل سے اٹھایا اور اپنے باپ کے ساتھ مصافحہ کی غرض سے بڑھا کر ملا دیا۔ اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ اپنے دل پر رکھ دیا۔ باپ نے اس کے بعد باآواز بلند اپنا حق بخش دیا۔

یہ واقعہ علاقہ کے ایک ہزار سے زیادہ بوڑھے، بچے بیان کر رہے ہیں۔ اور بیس ہزار ۲۰۰۰۰ کی آبادی اس پر گواہ تھی۔ اس کا دوبارہ کھولا گیا قبر بھی میں نے جا کر دیکھا۔ ہم نے فاتحہ پڑھا اور کھولے گئے قبر کو مجاہدین آ کر دیکھتے اور مزید جذبہ ایمانی کے ساتھ خداوند متعال کی خوشیاں حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ محترم! یہ واقعہ تھا۔ جیسے کچھ سنا کچھ دیکھا رپورٹ ارسال خدمت ہے۔ حزب اسلامی خالص گروپ اور حرکت انقلاب اسلامی کو آپ کے پیغام پہنچے ہیں اور رپوٹیں بھیجی جائیں گی۔ ۸۱/۱۰/۳

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ص ۲۶ تا ص ۲۷

باب العقیدۃ الاولیٰ

باب اکابرین جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا پہلا مسلک

حوالہ ۱ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵ میں ہے "پیام اسلام اور ترجمانِ اسلام کے نام" از یادگار سلف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مدظلہ العالی۔

مکرمی جناب مدیر صاحب پیام اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے۔ کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے عقائد سے مخالف ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقیدہ میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں میں بھی یہ کہتا ہوں۔ کہ روضۂ پاک کے قریب میں جب درود جھراً پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں۔ اور جواب دیتے ہیں۔ اور جناب مولانا غلام اللہ خانصاحب نے بھی ماہ نامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے (الخ)

قارئین کرام! مولانا نصیر الدین غورغشتی رح حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں کے خلیفہ اعظم تھے۔ اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ تھے (دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

حوالہ ۲ اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود شریف جھراً اسلام ڈالے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم کے پاس پہنچاتے ہیں اور میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں۔ احادیث شریف فقہاء عظام۔ سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے۔ میں نے مولانا حسین علی

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ——— ۲۵ ——— ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء

پیامِ اسلام اور ترجمانِ اسلام کے نام

(از ——— یادگارِ سلف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی مدظلہ العالی)

مکرمی جناب مدیر صاحب "پیام اسلام" ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خان صاحب کے عقائد سے مخالف ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضۂ پاک کے قریب میں جب درود جہراً پڑھا جاتا ہے تو نبی سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ "تعلیم القرآن" میں یہ لکھا ہے۔ میرا بھی یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی چیز ذات اور صفات میں شریک نہیں اور ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص کی ندا کو ہر وقت سننا ہر جگہ سے اور ہر شخص کو ہر وقت ضرر اور نفع دینا اور ہر شخص کے ساتھ ہر وقت باعتبار علم اور قدرت کے حاضر رہنا یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے ——— میں یہی کہتا ہوں اور وہ بھی یہی کہتا ہے۔ اور میرا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا اگر بالفرض کسی فرعی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ ایسا تو ہر زمانہ اہل علم میں ہوتا رہتا تھا۔ اور جس کو جو بات راجح معلوم ہوتی تھی اس پر عمل کرتا تھا۔ آپ نے میری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ مشکوٰۃ شریف پر میرے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روضۂ انور کے پاس سماعِ حقیقی کے ساتھ درود شریف سنتے ہیں۔ یہ سماعِ حقیقی کیا ہے؟ اگر بدن مبارک بلا روح کے ہے تو حقیقی سننا اور دور و نزدیک کا فرق کیوں ہے؟ آپ کو یہ بات واضح ہو، سننا درود اور سلام کا حیاتِ دنیاوی پر موقوف نہیں بلکہ حیاتِ برزخی کے ساتھ بھی سماع ہو سکتا ہے۔ روحِ مبارک بعض وقت قبر میں ہو یا نہ ہو، سماع ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب میت کو نماز جنازہ اور دفن کرنے کے واسطے لے جاتے ہیں اگر وہ میت دیندار ہو تو کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی لے جاؤ اور اگر بے دین ہو تو چلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کے چلانے کی آواز کو ماسوا انسان اور جن سب چیز سنتی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الجنائز میں باب کلام المیت علی الجنازۃ میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر میت میں مرنے کے بعد روح نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس میں اپنی قدرت کے ساتھ اتنی حیات رکھ دیتا ہے کہ وہ ثواب اور عذاب محسوس کرتا ہے بعد عذاب کے وقت چلاتا ہے۔ میت کو دفن کے واسطے لے جانے کے وقت بالاتفاق اس میں روح نہیں ہوتی۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کے ساتھ حیات رکھ دیتا ہے۔ یہ حیاتِ برزخی ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود اور سلام سنتے ہیں۔ وفی شرح العقائد ——— یجوز ان یخلق اللہ تعالےٰ فی المیت نوعا من الحیوٰۃ قدر ما یدرک الم العذاب اولذۃ التنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ——— وفی حاشیۃ شرح العقائد ——— الانسان لما لم یر الحیوٰۃ بدون الروح وقع فی وھمہ انہ لا وجود للحیوٰۃ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا۔ اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا۔ یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔

مسکین نصیر الدین غورغشتوی (بحوالہ المقام حیات مطبوعہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ)

حوالہ ۳ حضرت مولانا محدث عبد الرحمٰن ہمبودگی فرماتے ہیں۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد! احقر ناکارہ عرض گذار ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق متعدد اصحاب نے مجھ سے بھی دریافت کیا میں یہی عرض کرتا رہا۔ کہ مسئلہ مدار نجات نہیں۔ اس میں چھیڑ چھاڑ اختلاف و تنازع مناسب نہیں۔ تاہم بعض حضرات کے اصرار پر رسالہ حنفیہ لاہور اور رسالہ رحمت کائنات دیکھا۔ لیکن میں نے اپنی رائے مختصراً ظاہر کر دی تھی۔ میرے نزدیک مولانا محمد منظور صاحب صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع و شائع ہو چکا۔ اس باب میں بہترین مضمون ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔ دنیوی حیات بالمعنی المتبادر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب تک تو یہی برزخی حیات جو دنیوی حیات بالمعنی متبادر سے ہزار درجہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ ہی کو صحیح اور حق سمجھتا ہوں آمین واللہ اعلم بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ (تعلیم القرآن ص ۸۸ ماہ جولائی و اگست ۱۹۶۰ھ)

حضرت مولانا محدث عبد الرحمٰن صاحب ہمبودگی بھی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست تھے۔ دیکھئے (تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا موصوف صاف لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا جو مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ بہترین اور قابل عمل ہے۔ اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون ماہنامہ حنفیہ لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اور یہ پرچہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبی نمبر کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ اس کے مدیر مولانا عبد الحلیم قاسمی تھے۔ جو مرکزی جمعیۃ اشاعۃ والسنۃ کے مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ (دیکھئے تعلیم القرآن ص ۵۳ نومبر ۱۹۶۲ء) مولانا مرحوم حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جسمانی کے قائل تھے۔ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ

تحریر :- مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ

مرسل :- امجد قادری۔

مسئلہ حیات النبی صلعم

آج کل دیوبندی حضرات میں مسئلہ "حیات النبی" موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اور پاکستان میں دیوبندی حضرات دو جماعتوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ ایک جماعت "حیات النبی" کے اثبات میں ہے اور دوسری انکار پر۔ اس سے قطع نظر کونسی حق پر ہے اور کونسی حق پر نہیں۔ اس نازک موقعہ پر علمائے دیوبند پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے ہر دو جماعتوں کی غلط فہمیاں دور کر کے سمجھوتہ کی سعی کریں۔ کیونکہ بقول شاعر ؎

تفرقہ کے ذکر سے بہتر ہے ذکرِ اتفاق   وہ پیامِ موت ہے یہ ہے پیامِ زندگی

آج سے انیس بیس سال پہلے جب کہ اس قسم کے نزاع کا موجودہ صورت میں وجود نہ تھا۔ مدیر الفرقان سے کسی صاحب نے اس مسئلہ کی حقیقت پوچھی تھی تو مولانا منظور نعمانی کے حقیقت نگار قلم نے اس کا مدلل جواب الفرقان بابت جمادی الاولیٰ ۵۸ھ میں ایک مضمون کی صورت میں دیا افادۂ عوام کے پیشِ نظر وہ مضمون اشاعت کیلئے ارسالِ خدمت ہے۔ (امجد قادری عفی اللہ عنہ)

پٹی ضلع لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں :-

کسی کا یہ خیال کہ، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کیلئے بھی روح مبارک جسد اطہر سے جدا نہیں ہوئی، کہاں تک صحیح ہے؟ الفرقان کی قریبی اشاعت میں اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر ممنون فرمائیں۔"

تحقیق :- یہ خیال غلط ہے اور نصوصِ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اور شاید ایسا خیال کرنیوالوں کو "مسئلہ حیات النبی" کی حقیقت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "موت" کا نفسِ ورود ایک ناقابلِ انکار بلکہ ناقابلِ شک و ریب حقیقت ہے۔ قرآن مجید میں صاف

نقلوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے) اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر ۳) اے رسول اللہ! آپ کو بھی ضرور موت سے دوچار ہونا ہے اور وہ بھی یقیناً مرنیوالے ہیں" پھر احادیث بھی اس بات میں بکثرت ہیں۔ از انجملہ حضور کے آخری وقت کے بیان میں حضرت عائشہ رض کی یہ روایت ہے کہ "آنحضرت کے سامنے اس وقت لکڑی کے ایک پیالہ میں پانی تھا۔ آپ بار بار اس میں ہاتھ ڈالکر چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے جاتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اِنَّ للموت سکرات (اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بیشک موت کی کچھ سختیاں ہیں) حضرت صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ ثم نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ حتی قبض ومالت یدہ (صحیح بخاری) پھر آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیجانب اٹھایا اور فرماتے تھے "اب رفیق اعلیٰ میں" یہانتک کہ روح مبارک قبض کر لی گئی۔ اور آپ کا ہاتھ نیچے آگیا۔)

نیز حضرت عائشہ رض اور حضرت عباس رض دونوں سے روایت ہے فرماتے ہیں:-

قالا لما قبض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وغسل اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر ما نسیتُ ما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما قبض اللّٰہ نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یُدفن فیہ۔ ادفنوہ فی موضع فراشہٖ للترمذی (جمع الفوائد)	دونوں فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کر لیگئی۔ اور آپکو غسل دے دیا گیا تو مقام دفن کے بارہ میں اختلاف آراء ہوگیا۔ اسوقت صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی جسکو میں ابھی تک نہیں بھولا۔ آپنے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی روح وہیں قبض کراتے ہیں جہاں انکا دفن ہونا چاہتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر مبارک ہی کی جگہ دفن کرنا چاہیئے۔

اور صحیح بخاری و شمائل ترمذی میں حضرت انس رض سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری وقت کی تکلیف شروع ہوئی تو حضرت سیدہ فاطمہ رض کی زبان سے نکلا واکرباہ (ہائے کیسی بےچینی ہے)، تو حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا لاکرب علیٰ ابیكِ بعد

البوم، انه قد حضر من ابيك ما ليس الله بتارك احدًا۔ الحديث (بیٹی آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونی ہے۔ اب تمہارے باپ کے لئے وہ وقت آگیا ہے جس سے اللہ پاک کسی کو بھی مستثنیٰ کرنیوالا نہیں۔)

اور وفات نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبر رض نے جو کچھ اس باب میں ارشاد فرمایا ہے وہ تو نصوصِ قرآن وحدیث کے بعد اس بارہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ از انجملہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب صدیقِ اکبر رض کو وفات نبوی رض کی خبر پہنچی تو آپ سیدھے حضور ص کے پاس آئے۔ پہلے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا پھر آنسو گراتے ہوئے کہا:-

بابی انت و امی لا یجمع اللّٰہُ عَلَیْکَ	آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
موتتین اما الموتۃ التی کتبت	آپ کو دو دفعہ موت نہ دے گا۔ جو موت آپ
عَلَیْکَ فقد متہا	کیلئے مقدر ہو چکی ہے وہ بہرحال آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

غالباً حضرت صدیق اکبر رض کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا تھا جو اس وقت یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت ص کی یہ وفات آخری وفات نہیں ہے بلکہ عنقریب آپ اٹھیں گے اور فلاں فلاں کاموں کی تکمیل جب خود آپ کے ہاتھوں سے ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ کو آخری وفات آئے گی۔ حضرت صدیق اکبر رض نے اس خیال کی تردید یوں فرمائی کہ "ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالےٰ آپ پر دو دفعہ موت کو وارد کرے۔ آپ کے لئے ایک ہی موت مقدر تھی جو آگئی"۔

"ایک دوسرا مطلب حضرت صدیق اکبر کے اس ارشاد کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کے لئے دو موتیں ہیں۔ پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر قبر میں نکیرین کے سوال وجواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہو گئی۔ اس کے بعد جب قبر مبارک میں آپ کو پھر حیات بخشی جائیگی تو وہ برابر قائم رہے گی۔ اور عوام الناس کیطرح اپنر دوبارہ موت طاری نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم"۔

اور صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ وفات نبوی ص کے دن

جب حضرت عمرؓ قسم کھا کھا کر فرما رہے تھے" واللہِ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد نہیں ہوئی") تو حضرت صدیق اکبرؓ نے انکو خاموش کر کے خطبہ دینا شروع کیا جس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:-

من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات و من کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال "فَإِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ" وقال تعالیٰ "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت محمدؐ وفات پا گئے۔ اور جو اللہ کا پرستار ہو تو اللہ تعالیٰ بیشک ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کیلئے موت نہیں (پھر وفات نبوی کے ثبوت میں) آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" آپکو بھی (اے رسول!) موت آنی ہے۔ اور آپ کے بدخواہ دشمن بھی مرنے والے ہیں (نیز صدیق اکبرؓ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بس رسول ہی تو ہیں (کوئی حی و قیوم خدا تو ہیں نہیں) تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں گے یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں گمراہی کیطرف پلٹ جاؤ گے؟ اور یاد رکھو جو بھی اس طرح پھرے گا تو وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ خود اپنے کو برباد کرے گا) اور اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں کو ثواب دے گا"

پھر واضح رہے کہ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے یہ خطبہ صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں دیا۔ اور کسی نے اس کے کسی جزء پر کوئی تنقید نہیں کی۔ بلکہ خود حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ" ابوبکر کے اس بصیرت افروز بیان نے خود میری آنکھیں کھول دیں۔ اور میں نے اپنی غلطی کو محسوس کر لیا"

گویا ایک طرف تو یہ مسئلہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے عام قانون كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے ماتحت موت طاری ہوئی نصوص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسری طرف گویا صحابہ کرام کا اس پر اجماع بھی ہے۔ لہذا سوال میں کسی کا جو "خیال" ذکر کیا گیا ہے اس کے لئے ہرگز کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اور جیسا کہ عرض کیا گیا تھا ان صاحب کو یہ غلط فہمی مصنفین کے کلام میں "حیات النبی" کی مراد نہ سمجھنے کے باعث ہوئی ہے۔ شاید انہوں نے سمجھا ہے کہ علمائے کرام "جو" حیات النبی" کے قائل ہیں، انکا مطلب یہ ہے کہ حضور پر موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا منشا یہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس موت کے بعد حضور اقدس کو حیات بخشدی گئی ہے۔ غالباً متقدمین میں امام بیہقی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مسئلہ "حیات الانبیاء" پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں اس مسئلہ کے متعلق تمام احادیث جمع کی ہیں۔ انہوں نے خود اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔

ان الانبیاء بعد ما قبضوا ردت	انبیاء علیہم السلام کی ارواح وفات کے بعد
الیھم ارواحھم فھم احیاء عند	انہیں لوٹا دی گئیں۔ پس وہ اللہ کے یہاں
ربھم کالشھداء (زرقانی شرح مواہب	زندہ ہیں۔ جیسے کہ شہدائے کرام۔

ص ۲۳۳ ج ۵)

پھر بعد کے دور میں جن اکابر علماء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے ان میں ایک جلیل القدر شخصیت علامہ تقی الدین سبکی رہ ہیں۔ آپنے اپنی مشہور کتاب "شفاء السقام" میں "حیات انبیاء" پر ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں پوری قوت کے ساتھ مسئلہ کا ثبوت دینے کے بعد خود ہی یہ شبہ وارد کیا ہے کہ قرآن عزیز صاف حضور کی موت کا اعلان کر رہا ہے (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انی مقبوض (میں قبض کیا جاؤں گا) اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہیں "ان محمداً قد مات (یعنی حضور اقدس وفات پا گئے) اور ساری امت کا اجماع ہے کہ

لہ امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ (کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس درود شریف پڑھیگا میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے درود شریف پڑھے گا وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھ تک پہنچا دیا جائیگا۔

علامہ علی القاری کی اپنی کتاب الدرۃ المضیئہ فی الزیارۃ المصطفویہ میں فرماتے ہیں:-

ومن اعظم فوائد الزیارۃ ان الزائر	زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے
اذا سلم وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ	ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف (بقیہ ص ۳۴)

کہ آپ کے متعلق موت کا لفظ بولا جاسکتا ہے" پھر خود ہی جواب دیتے ہیں:

یقال انه موت غیر مستمر وانه احیی بعد الموت (شفاء السقام ص۱۴۲)

جواب میں کہا جائیگا کہ یہ موت غیر مستمر کا ذکر ہے۔ اور حضور کو اس موت کے بعد اللہ تعالٰی نے حیات عطا فرمادی۔

بہر حال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر "موت" قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخشدی جاتی ہے۔ اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

ھذا الجواب ویتوب اللہ علی من تاب۔ محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(حاشیہ بقیہ از ص۳۱)

سماعاً حقیقیاً و یرد علیہ من غیر واسطۃ بخلاف من یصلی او یسلم علیہ من بعید فان ذلک لا یبلغہ الا بواسطۃ لما جاء عنہ بسند جید من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی من بعید اعلمتہ۔

کے پاس صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کی کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(امجد)

صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی قائل تھے۔ جیسا کہ اس رسالہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبیؐ نمبر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں بھی ان کا عقیدہ اسی طرح واضح ہوتا ہے (کما سیجئی انشاء اللہ)

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کا مضمون حیات النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر و دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۵ تا ص ۴۰ و تعلیم القرآن مئی ۱۹۵۹ء ص ۲۷ تا ص ۳۲ میں موجود ہے۔ جس میں حیات روح مع الجسد کی صراحت ہے۔ دونوں حوالے مولانا موصوف کے عنقریب گذر چکے ہیں (فلا نعیدھما) اور مئی ۱۹۵۹ء کے پرچہ میں حدیث من صلی علیّ عند قبری سمعتہ الخ کے بارے میں فرمایا۔ عمدہ سند سے منقول ہے (تعلیم القرآن ص ۳۲) فلہٰذا مولانا محدث عبدالرحمٰن بہبودی کا مولانا محمد منظور نعمانی کے مضمون کو بہترین قرار دینا انصاف و حق پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۷۳ میں لکھا ہوا موجود ہے کہ جس طرف مولانا نصیر الدین جیسے فرشتہ سیرت انسان اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب جیسے جید عالم جن کی عمریں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے گذر گئیں۔ وہاں حق کی فتح تو یقینی ہے۔ الخ۔

قارئین کرام! آپ نے ان دونوں بزرگوں کا عقیدہ پڑھ لیا ہے۔ فلہٰذا اس عقیدہ کے خلاف جس کا نظریہ ہوگا۔ جیسا کہ آج کل کی جمعیتہ اشاعتہ التوحید والسنہ کا عقیدہ ہے اس کے باطل ہونے میں شک وشبہ نہیں ہے

حوالہ ۴۰ مولانا محمد عبدالحلیم قاسمیؒ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مولوی نذیر اللہ خاں صاحب موصوف یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے تو ان کو عرض کیا گیا کہ مابہ النزاع کیا ہے۔ ان کو شاہ (عنایت اللہ بخاری) صاحب کے خیالات سے باخبر کیا گیا۔ تو کہنے لگے کہ ابھی انشراح صدر ہو گیا ہے۔ اب میں مطمئن ہوں لیکن گجرات پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مضمون "رسالہ دارالعلوم" کو روانہ کر دیا جس میں منکرین حیات کو خطاب تھا۔ حالانکہ مولوی صاحب یہاں سے بالکل مطمئن ہو

کر تشریف لے گئے۔ آج مولوی صاحب جن دوستوں پر کیچڑ اچھال رہے ہیں وہ ان کے اساتذہ کرام میں سے ہی نہیں۔ بلکہ ان کے مربّی اور محسن ہیں۔ مولوی صاحب کو اٹھنا، بیٹھنا اور لکھنا پڑھنا ان حضرات نے سکھایا ہے۔ لیکن مولوی صاحب ہیں کہ عالم جنون میں اور مخبوط الحواسی میں ان اساتذہ کرام کو "منکرین حیات" قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑا بہتان ہے۔ یہ حضرات حیات النبیؐ کے قائل ہیں جس طرح خود مولوی صاحب قائل ہیں۔ اس دوران میں حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی کا مضمون "رسالہ الفرقان" میں شائع ہوا۔ جو ہر لحاظ سے موزوں اور قابل تحسین تھا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ مولانا موصوف نے مسئلہ حیات النبیؐ کو کتاب و سنّت آثار صحابہؓ اور اپنے اکابر علماء کی تصریحات سے مزین فرما کر مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ غالباً مولانا کا وہ مضمون "رسالہ تعلیم القرآن" میں من وعن شائع کر دیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس مضمون کی اشاعت کے بعد اس مسئلہ کو بند کر دیا جاتا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء)

قارئین کرام! اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی پہلے یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ جو مولانا نذیر اللہ خاں صاحبؒ کا تھا۔ اور اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ کا عقیدہ بعینہ حیات جسمانی وسماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تھا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا عقیدہ ہے۔ مولانا عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔ مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضورؐ کی حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں ہے۔ اب آپ مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے رسالہ تعلیم القرآن کو ملاحظہ کریں۔ جو مسئلہ حیات النبیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں۔ اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے

ہے۔ قرآن مجید دنیاوی زندگی کی تردید کیلئے تو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ عام تبلیغ دنیوی زندگی ہے۔ تو یہ عقیدہ قرآن وسنت۔ اور عقل وفکر اجماع امت کے خلاف اور باطل ہے۔ (رسالہ پیام مشرق صفحہ کالم ۲ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور کی حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں ہے۔

اب آپ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دو رسالہ تعلیم القرآن کو ملاحظہ کریں جو مسئلہ حیات النبی کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں۔ اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی جسم البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔

اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔ کہ انبیاء کا سماع عند القبر ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ رسالہ تعلیم القرآن صفحہ ۱۱ بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء۔

الحمد للہ ہم خوش ہیں۔ کہ مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحیح خدوخال مولوی نذیر اللہ صاحب پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور شروع میں جو کچھ انہوں نے حیات دنیوی محفوظ الحواسی میں کہا اور لکھا اس کی خود تردید کر دی ہے۔ اور مذکورہ بالا مضمون میں جو ہمیں کے سامنے نقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں حیات برزخی کو تسلیم کر لیا ہے یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے۔ اور اسی عقیدہ کے اظہار میں ہمارے دوستوں کو مطعون کیا جا رہا ہے۔

ہمیں تو ان کاروباری لوگوں پر تعجب ہوتا ہے۔ جو محض جلب منفعت کیلئے ایک دوسرے کو دست وگریبان کر رہے ہیں۔ اور ہمارے دوستوں کے خلاف یہ الزام اور بہتان لگا رہے ہیں۔ کہ یہ منکرین حیات ہیں۔ اور مولوی صاحب بھی یہ رٹ لگاتے جاتے ہیں۔ کہ یہ منکرین حیات ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور بہتان عظیم ہے۔

مولوی صاحب ذاتی وقار اور جھوٹی شہرت کے طالب ہیں۔ ان کی ظاہری سمع اور بصر تو کمزور ہے ہی بلکہ بصیرت بھی ضد اور ہٹ دھرمی میں کھو چکے ہیں۔ اور حجاموں کی مجالس میں بیٹھ بیٹھ کر عقل کی حجامت کرا بیٹھے ہیں بہرحال ہم خوش ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔ جن سیاسی عیاروں اور دھوکہ باز مکاروں نے مولوی صاحب کو آلہ کار بنا رکھا ہے۔ ان سے خیر کی توقع عبث ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ہمارے اکابر کو زندگی بھر تے سب وشتم ان کو ایذا پہنچاتے رہے ہیں۔ یہ ہمیں کہاں معاف کرتے ہیں۔ یہ انکی فطرت ہے جو بدل نہ گردد۔ جبلت نہ گردد۔

اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ انبیاء کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپؐ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ رسالہ تعلیم القرآن صـ۱۱ بابت ماہِ ستمبر ۱۹۵۹ء بحوالہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۵۹ء صـ۲۱)

حوالہ ۵ محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا روح پاک کا بدن طاہر کے ساتھ تعلق تو اس کا کون منکر ہے۔ مگر یہ تعلق عالم غیب کی ایک چیز ہے۔ اس لئے اس کی نوعیت کا تعین اور اس کی کیفیت کا ادراک انسانی ادراک سے باہر ہے الا ان یقوم علیہ دلیل قطعی (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی صـ۴۵ فروری ۱۹۶۱ء)

حوالہ ۶ محترم سجاد صاحب بخاری لکھتے ہیں۔ مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کے صـ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں

~ روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے	گجرات کے ملّا نے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرۃ نہیں ورنہ	سرچشمہ فیضان نبوۃ ہی وہی ہے
اے عقل سے عاری تری ہر بات نرالی	دل تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر صاحب اور مدیر صاحب نے یہ جسارت کرتے وقت اس حقیقت پر غور فرما لیا تھا۔ کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے (الیٰ) پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی روح جسد اطہر سے خارج ہو گئی اور اب حشر تک اس کا ٹھکانا اعلیٰ علیین ہے۔ نہ کہ حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ و مصون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے الخ

(ماہ نامہ تعلیم القرآن صـ۵ ماہ مارچ اپریل ۱۹۶۱ء)

حوالہ ۷ تعلیم القرآن میں ایک استفتاء اور اس کا جواب شائع ہوا ہے۔ وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

کو کاری کراری باتیں سننے کا بھی چسکا لگا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ایسے لوگوں کی دلچسپی اور تسکین ذوق کے لئے رسالے یا اخبار میں اپنے مخالف کے متعلق شرافت و سنجیدگی سے گرے ہوئے کلمات، بازاری قسم کے الفاظ اور طنز و استہزاء کے فقرات استعمال کر دیئے جائیں۔ تو بس سونے پر سہاگہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج کل لاہور کے بعض رسائل اسی تکنیک سے کام نکال رہے ہیں۔ مگر ایسی شہرت عوام تک محدود رہتی ہے۔ اہل علم اور سنجیدہ طبقہ ایسے رویّہ کو پسند نہیں کرتا۔

ماہنامہ مخزن العلوم والفیوض خانپور ایک اعلیٰ درجے علمی و روحانی مرکز سے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ عرصہ ایک سال سے راقم اس کا مطالعہ کر رہا ہے۔ وہ ہمیشہ تہذیب و متانت کے دائرہ میں مذہبی علمی اور اصلاحی مضامین نشر کرتا رہا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ معاصر نے سال نو کی آمد کے ساتھ اپنی سابقہ پالیسی کو بدل دی ہے۔ اور تہذیب و سنجیدگی کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ ہم کسی کی اختلافی رائے پر پابندی لگانا نہیں چاہتے۔ اختلاف رائے کا ہر صاحب رائے کو حق حاصل ہے۔ مگر اختلاف رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تہذیب و شرافت کو خیرباد کہہ کر اپنے مخالف کی تذلیل کی جائے۔ اس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اس پر آوازے کسے جائیں: مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں۔

روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے — حجرات کے ملّا نے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرت نہیں ورنہ — سرچشمۂ فیضانِ نبوت ہی وہی ہے
اے عقل سے عاری تری ہر بات نرالی — دل تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر اور مدیر صاحب نے یہ عبارت کرتے وقت اس حقیقت پر غور فرما لیا تھا۔ کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا ان حضرات نے مذکورہ بالا حکم لگاتے وقت متعلقہ شخص کے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا۔؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا یہی تقاضا ہے کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو گالیاں دی جائیں۔؟ کیا اختلاف رکھنے والے پر مندرجہ بالا فتویٰ چسپاں فرمانا یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ یا صحابہ کرامؓ اور سلف صالح کا دستور ہے۔ یا ائمہ مجتہدین کا طریقہ ہے۔ یا پھر حضرات اکابر علماء دیوبند کی سنت ہے؟ کیا یہی دنیوی حیات کے دلائل ہیں۔ جن کے بل بوتے پر آپ لوگوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے؟ کیا اسی کو حضور علیہ السلام کی نعت اور مدح کہتے ہیں۔ پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی روح جسد اطہر سے خارج ہو گئی۔ اور اب حشر تک اس کا ٹھکانہ اعلیٰ علیین ہے۔ نہ کہ حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ و مصئون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ یہ پوری امت ہو، روح مبارک کو جسد اطہر میں نہیں مانتی۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم مخزن العلوم کے فاضل مدیر سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی نئی پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں۔ اور اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے تہذیب و متانت کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور بازاری صحافت اس کے اہل کے لئے رہنے دیں۔ وما علینا الا البلاغ

ایک ضروری اطلاع

چونکہ حکومت پاکستان کے نئے آرڈیننس کے تحت ہر اخبار اور رسالے کے لئے از سر نو ڈیکلریشن کی منظوری لینا ضروری ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ منظوری دیر سے ملنے کی وجہ سے رسالہ لیٹ ہو جائے۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ منظوری بروقت مل جائے اور رسالہ بھی بروقت قارئین کی خدمت میں پہنچ جائے۔ (ادارہ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دریں صورۃ کہ کیا ۱ روح مقدسہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے یا کہ نہیں

۲ ۔ پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے

۳ ۔ اور حیات برزخی ہے ۔ جو اس حیات دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے ۔ یا حیات دنیویہ ہے ۔ با ایں معنیٰ کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی ۔ یا نکال لینے کے بعد بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے ۔

۴ ۔ نیز کیا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہے یا نہیں ۔

۵ ۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰہ والسّلام کا سماع عند القبر، احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں ۔

جو جواب تحریر فرمایا جاوے ۔ اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے دستخط ضروری ہیں ۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے

السائل عمر حیات شاہ ۷، ۲ صفر ۱۳۷۹ھ

الجواب واللہ الموفّق للصواب ...... قارئین کرام ! پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے ۔ کہ رُوح بدن سے نکالی گئی ہے ۔ اور دوبارہ داخل نہیں کی گئی ۔ چونکہ ان کی عبارت طویل ہے ۔ اس لئے اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے ۔ اور ۳ سے اصل عبارت پیش کی جارہی ہے

(حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)

۳ ۔ اس مذکورہ بالا تحریر سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوا ۔ کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ ہے اور ارفع ہے ۔ اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں الخ

۴ تعلق باقی ہے ۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت بالا میں مصرح ہے (تعلقے بہ قبر نیز ارواح را می باشد) قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے ۔ تو اجساد کیساتھ خود

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں صورت۔ کہ کیا روح مقدس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے۔ یا کہ نہیں۔ پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے۔ یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے۔ اور حیوٰۃ برزخی ہے۔ جو اس حیوٰۃ دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یا حیوٰۃ دنیویہ ہے۔ یا یہ معنی کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی۔ یا نکالنے کے بعد بدن مبارک میں دوبارہ داخل کی گئی ہے۔ نیز کیا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہے یا نہیں۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع عند القبر احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے۔ یا نہیں؟ جو جواب تحریر فرمایا جاوے۔ اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحب کے دستخط ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ انکی اور انکی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔

السائل عمر حیات شاہ ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ

الجواب وَاللہُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَاب

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی ہے۔ اور اس میں میرے علم کے مطابق کسی صحیح الملک عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس پر دلالت صریحہ رکھتی ہیں۔ ایک ان میں سے وہ ہے۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی نے صحابہ کرام کے سامنے اپنے خطبہ میں پڑھی تھی جس کا ذکر امام بخاری رح نے کتاب الجنائز میں بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ" کے اندر فرمایا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن مبارک سے روح پاک کا نکل جانا بعض حضرات کو مسلّم نہ تھا چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں۔ "وَعُمَرُ يُنْكِرُ حِيْنَئِذٍ أَنْ يَكُوْنَ مَاتَ" (حضرت عمر رضہ آپ کی موت کا اس وقت انکار کرتے تھے) کیونکہ اس صدمہ سے ان پر دہشت و حزن شدید طاری ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی نے اس معاملہ کو درست کرنے کے لئے خطبہ پڑھا۔ اور بآواز بلند جملہ اہل مجلس کے سامنے "فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ" کہا۔ بیشک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کے بدن مبارک سے روح مقدس پرواز کر چکی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس پر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ سب کی تسلی ہو گئی۔ کسی کو [illegible] بھی نہیں۔ اور یہ آدمی کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ سب نے خوب سمجھ لیا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اس روایت سے صحابہ کرام کا مسلک بھی اس مسئلہ کے متعلق معلوم ہو گیا۔ حضرت حکیم الامت

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی
ستمبر ۱۹۵۹ء

مولانا شاہ اشرف علی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "رہا یہ کہ آپؐ کا نہ رہنا کس طریق سے ہے۔ سو چونکہ موت امر محسوس ہے اور آپؐ میں اس کے سب آثار مشاہدہ کئے گئے۔ لامحالہ اس طریق کی تعیین ہو گئی۔ کہ وفات ہے۔" فتاوے امدادیہ جلد چہارم میں حضرت مجدد الملت فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت موت کے طریقہ سے ہوئی ہے۔ اور یہی طریقہ متعین ہے۔ یہ آپ نے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

ص۲:۔ روح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبارہ بدن میں داخل کرنے کے متعلق کوئی دلیل معتد بہ میرے سامنے نہیں ہے۔ بلکہ خلاف کے مرجحات موجود ہیں چنانچہ روایت مذکورہ بالا میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا مقولہ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ (اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا) جملہ صحابہ کرام کے سامنے واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے مسئلہ پر سب کا اجماع ہوا اور کسی نے تردید نہیں کی۔ اس پر بھی صحابہ کرام چپ ہو گئے۔ اور کسی نے تردید نہیں کی۔ اور اس مقولہ کا مطلب صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کے رد میں صدیق اکبر رضؓ نے فرمایا۔ جو کہتے تھے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں پھر روح پاک داخل ہوگی۔ اور آپؐ کئی آدمیوں کے ہاتھ کاٹینگے۔ تو حضرت صدیق رضؓ نے اس خیال کو رد فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو پھر موت کا آنا لازم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کریگا چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اسکے متعلق لکھتے ہیں۔ فَقِيْلَ هُوَ عَلٰى حَقِيْقَتِهٖ وَاَشَارَ بِذٰلِكَ اِلَى الرَّدِّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ سَيَحْيَا فَيَقْطَعُ اَيْدِيْ رِجَالٍ لِاَنَّهٗ لَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَلَزِمَ اَنْ يَّمُوْتَ مَوْتَةً اُخْرٰى فَاَخْبَرَ اَنَّهٗ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَنْ يَّجْمَعَ عَلَيْهِ مَوْتَتَيْنِ كَمَا جَمَعَهُمَا عَلٰى غَيْرِهٖ كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ وَكَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ۔ اس عبارت کا حاصل وہی ہے۔ جو اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک حیات دنیوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو موت لازم ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسکو اوضح و اسلم کہا ہے۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضؓ کے اس مقولہ کی یہ توجیہ جو حقیقت پر مبنی ہے سب توجیہات سے واضح تر اور جملہ خامیوں سے زیادہ محفوظ ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بھی اسکو ذکر کیا ہے۔ اور سب شروح بخاری نے اسکو ذکر کیا ہے۔ نیز مولانا عبدالحی لکھنوی مجموعہ فتاوی جلد سوم میں فتح العزیز سے نقل فرماتے ہیں۔ مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل سدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آن متصل بپایۂ راست عرش مجید و ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر میمانند۔ و عوام صلحا را بعد از بالا بردن و رسیدن نامہائے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار میدہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را میباشد۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں

اور دوبارہ بدن میں داخل نہیں ہوتے۔ نیز مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے بحوالہ خزانۃ الروایات عقیدۃ السعید سے نقل فرمایا ہے۔ اَمَّا اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ فَتَخْرُجُ مِنْ جَسَدِہِمْ وَتَصِیْرُ مِثْلَ صُوَرِہِمْ مِنَ الْمِسْکِ الْکَافُوْرِ وَتَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ وَتَاْکُلُ وَتَتَنَعَّمُ وَتَاْوِیْ بِاللَّیْلِ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَۃٍ بِالْعَرْشِ (یعنی نبیوں کے ارواح مبارکہ جب اپنے اجساد مبارکہ سے نکلتے ہیں۔ تو وہ ایک خاص صورت میں متمثل ہو کر جنت میں رہتے ہیں۔ وہیں انکی بودوباش تنعم تاکل ہوتا ہے۔ اور رات کو ایک خاص قسم کے قنادیل میں (برزخی اجساد سے تعبیر ہے) جو عرش سے لٹکے ہوئے ہیں۔ رہتے ہیں۔ اِن دونوں عبارتوں سے ارواح مبارکہ کا اجساد مبارکہ بوقت موت جدا ہونا اور پھر ان اجساد میں تا اجل معین داخل نہ ہونا صراحۃً ثابت ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اسی پر علمائے احناف اور اکابر دیوبند ہیں۔

ع ۳ :۔ اِس مذکورہ بالا تحریر سے اِس کا جواب بھی ظاہر ہوا۔ کہ حیوٰۃ برزخی ہے۔ نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ ہے۔ اور ارفع ہے۔ اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں ہیں۔

ع ۴ :۔ تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ "و تعلقے بہ قبر نیز ارواح را میباشد" قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے۔ تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے۔ اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے۔ اور وہ اِسی بقاءِ تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اِس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور نہ یہ ثابت ہے۔ کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

ع ۵ :۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔ کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃَ وَسَلَامًا دَائِمَیْنِ۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی
۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
غلام اللہ خان

لہٗ ش

مہر دار الافتاء

باقی ہے۔ اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔ کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسلم علیہ الصلوٰۃ وسلاماً دائمین (ھذا واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم) عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیحٌ لاشئ غلام اللہ خاں مہر دار الافتا (......)

(ماہ نامہ تعلیم القرآن ص ۹ تا ص ۱۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

حوالہ ۶

مولانا فضل الرحمان صاحب کندیانوی لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں جس کی یہ آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔ (تعلیم القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۹)

قارئین کرام! جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ نے جو فتویٰ صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے میں حضرت گنگوہی مرحوم وحضرت حافظ ابن ہمام رح کا شائع کیا ہے۔ وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن ان حضرات کی اصل کتابوں میں وہ فتویٰ موجود ہے۔ اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت گنگوہی کا فتوےٰ

مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنےٰ کیا ہے۔ اور دلیل جواز یہ ہے۔ کہ فقہاء نے بعد سلام کے

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ——— ۹ ——— بابت دسمبر ۱۹۶۰ء

فضل الرحمٰن اظہر گنہ یالوی

مسئلہ حیاتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

بجواب مضمون حیاتُ النبی مولٰنا نذیر اللہ خاں صاحب بحوالہ ماہنامہ پیام مشرق ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء

(دوسری قسط)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم۔ اس سلسلے میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں جس کی بر آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں اور صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔ تو پھر آپ کا اس سارے قصہ سے اغماض کر کے یہ اتنا لمبا چوڑا مضمون دھر گھسیٹنا جس میں خوب پانی پی پی کر ہمیں کوسا گیا ہے۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے؟ کیا یہی سلف صالحین کا طریق کار ہے؟

مولانائے محترم ہمیں بار بار منکرین حیات النبیؐ کے دل آزار خطاب سے نوازتے ہیں لیکن ہم اس کے جواب میں صرف حافظ شیرازی کا یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

درکوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں جو پوری تلخ کلامی سے کام لیا ہے اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ ؎

بدم گفتی و خورسندم جزاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل و شکر خارا

البتہ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم حیات النبیؐ کے منکر نہیں۔ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بعد الممات حیات برزخیہ کے معتقد ہیں، قائل ہیں اور یہی عقیدہ ہے تمام سلف صالحین کا۔ اور اسی کی وہ عبارات شاہد ہیں جو آپ نے پیش کیں۔ دیکھئے فتح الباری کی وہ عبارت جو سب سے پہلے آپ نے پیش کی لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اہل الدنیا ان دکیھ وفقروں کو

وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے (فتاوی رشیدیہ ص انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ مستثنی کیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔) فتاوی رشیدیہ ص

حضرت حافظ ابن الہمام رح کا فتویٰ

حافظ صاحب لکھتے ہیں۔

بما روی ابو حنیفه فی مسند عن ابن عمر رض قال من السنة ان تأتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة و تستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته (فتح القدیر شرح الهدایه ص ۳۳۶/۲)

امام ابو حنیفہ رح نے اپنے مسند میں حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف زیارت کے وقت قبلہ کی طرف سے آئے تو قبلہ کی طرف پشت ہو اور قبر نبوی کی طرف منہ ہو۔ پھر تو یہ سلام پڑھ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پھر فتح القدیر ص ۳۳۷/۲ میں لکھتے ہیں

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعة فیقول یا رسول اللہ اسألک الشفاعة یا رسول اللہ اسألک الشفاعة واتوسل بک الی اللہ ان اموت مسلماً علی ملتک وسنتک ویذکر کل ما کان من قبیل استعطاف

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کرے پس یوں کہے اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ کے پیش کرتا ہوں۔ کہ میں اسلام کی حالت میں ہی آپ کی ملت وسنت پر مروں۔ اور ایسی ہر چیز کا ذکر کرے جو رحم اور شفقت کا سبب بنے

حافظ ابن الہمام رح نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ پھر اس شخص کے سلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی جس نے وصیت کی ہو۔ (دیکھئے فتح القدیر ص ۳۳۷ ج ۲ اختتام کتاب الحج)

قارئین کرام! یہ وہ دو فتوے ہیں۔ جن کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے خود شائع کیا تھا۔ جبکہ اس عقیدہ پر قائم تھے۔ مگر اب ان حضرات کے ہاں ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ (معاذ اللہ) کیا جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پہلے شرک کے عقیدہ پر قائم تھی۔ اس نئی روشنی کے دور میں عقیدہ بھی نیا تیار کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کو قرآن مجید سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے ۔۔۔ اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کندیانوی فرماتے ہیں۔ سیدھی سادی بات ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص۴۳ ج ۱) عن ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبدًا وقالت فی ھذا انزع روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اس چادر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے تعلق ہے جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیز رح محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات اور یہی حیات برزخیہ ہے۔ جس کی بناء پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سنتے ہیں۔ بتلائیے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں (تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص۱۶)

قارئین کرام! آپ نے اچھی طرح معلوم کر لیا ہوگا۔ کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ــــ کے ہاں حیات برزخیہ کا مطلب پہلے کیا تھا۔ لیکن اب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ہاں حیات برزخیہ کا یہ مطلب ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے حیات جسمانی فی القبر بھی نہیں ہے اور عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔ تو سماع بھی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) نئی تہذیب میں نئے عقیدے جنم لیتے ہیں

لوگ ایسے بیانات سے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ لہذا مجبوراً کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ آپ کے اس عقیدہ کی کہ آنحضرتؐ قبر شریف میں بجسدہٖ دنیویہ زندہ ہیں نہ قرآن کریم میں کوئی دلیل ہے نہ سنت نبویؐ میں۔ نہ صحابہ کرام کے اقوال میں اور نہ ائمہ دین اور سلف صالحین کے ارشادات میں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے مسلک کے پڑھے لکھے لوگ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس دلیل کوئی نہیں اس لئے وہ خود اس پر قلم نہیں اٹھاتے بلکہ آپ جیسے بزرگوں کو آگے کر دیتے ہیں۔ جنہیں لکھتے وقت یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہم اپنی تائید میں لکھ رہے ہیں یا تردید میں۔

سیدھی سادی بات ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیائے فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری صفحہ ۴۳۸ جلد ۱ "عن ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبدًا وقالت فی ھذا نزع روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم (اس چادر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہٖ محفوظ ہے تعلق ہے جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات۔ اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بنا پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرتؐ سنتے ہیں۔ بتلائیے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں؟

اب ہم آپ کے سامنے اپنا مسلک اپنے اکابر کی زبانی پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ الاسلام مولنا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں۔

① واما بعد وفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم فروحہ المقدس قد استقرت فی الرفیق الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ولا یتوھم من ھذا انکار حیاتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف فان لروحہ اشرافاً علی البدن المبارک الاطہر واشراقاً وتعلقاً بہ وبدنہ فی ضریحہ غیر مفقود واذا سلم علیہ المسلم رد اللہ ثم علیہ روحہ حتی یرد علیہ

وفات کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں جا مستقر ہوئی۔ اس سے کسی کو حیات فی القبر کے انکار کا وہم بھی نہ پڑے کیونکہ روح مبارک کے لئے اشراف واشراق اور تعلق بالبدن ہے اور آپ کا بدن قبر میں محفوظ ہے۔ اور جب مد۔ کوئی سلام کہنے والا قبر مبارک پر سلام کہتا ہے تو اللہ تع روح کو لوٹا دیتا ہے اور رفیق اعلیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتا۔" اس کی مثال آگے چل کر حضرت خود دیتے ہیں کہ جیسے سورج کا مستقر آسمان ہے اور

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر جو اس حرامزادی کا حلیہ بگاڑ دے

(ظفر علی خاںؒ)

حوالہ ع۹ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء کے صـ ۳۱ و ۳۲ کا عکس ہم پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام خود ہی پڑھ کر اندازہ کر سکیں۔ کہ جمعیتہ اشاعتہ التوحید والسنتہ کے تمام اکابرین کا پہلے مسلک کیا تھا۔

حوالہ ع۱۰ محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ۔ (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء صـ ۱۸ تا صـ ۱۹)

حضرت استاذ محترم محدث اعظم ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدرؔ کا فرمان بالکل صحیح ثابت ہوا۔ کہ اس بدعت کے مرتکب سب سے پہلے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ ورنہ اُمت مسلمہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے عدم سماع کا کوئی بھی قائل نہ تھا۔

بادۂ عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاحِ دو عالم ہم سے ہے

حوالہ ع۱۱ محترم سجادی بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو لکھا تھا۔ اس میں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ

حیات النبیؐ کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں۔ مولانا غلام اللہ خانصاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا۔ اور قطع نزاع کے لئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکور الصدر (ص۱۷ پر قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا ذکر ہو چکا ہے (حافظ ڈیروی) حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے عنوان سے کُلّی اتفاق کیا۔ اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا الخ

ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص۱۹)

حوالہ ۱۲ (فریقین کا معاہدہ)

وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اور اس کی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء

لاشئی (مولانا) غلام اللہ خاں، (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ

(مولانا) محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے

از مولانا قاضی عبدالشکور صاحب

مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ترجمان اسلام

مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عرصے کافی لے دے ہو رہی ہے ایک ہی بنیادی مسلک رکھنے والوں کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف اپنی حدود سے متجاوز ہوتا ہوا نظر آرہا ہے جہاں کچھ غیر ذمہ دار لوگوں کی تقریروں اور تحریروں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہاں کچھ ذمہ دار حضرات کے رویہ پر افسوس بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں سہ روزہ "ترجمان اسلام" لاہور جو حضرت مولنا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے کی ۲۵، ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے

"وفاق المدارس العربیہ کے پہلے تاریخی اجلاس کے موقعہ پر ملتان میں وقفہ کے ایک گھنٹہ میں اکابر علماء نے بیٹھ کر اس صورت حال پر غور کیا۔ جو مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے مدرسہ کے طالب علموں کی سختی، تیزی اور اکابر علماء کی مخالفت سے پیدا ہو رہی ہے"

اسکے بعد کچھ علماء کے نام گنائے ہیں اور اسکے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

"سب علماء حق (علماء دیوبند) نے اس مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق سختی سے اعتقاد رکھنے کی تاکید فرمائی کہ آنحضرت ؐ روضۂ اطہر میں جسد مبارک کے ساتھ حیات ہیں آپ درود و سلام سنتے اور اسکا جواب دیتے ہیں"

بہت افسوس کی بات ہے کہ اگر ذمہ دار لوگ بھی اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے لگیں تو عوام پر پھر کیا افسوس ہے قطع نظر اس سے کہ مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے شاگرد سختی کر رہے ہیں یا نہیں اور ایسی صورت حال جسکا خبر میں ذکر کیا گیا ہے پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے سوال صرف یہ ہے کہ کیا مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے دوسرے ساتھی حیات النبی ؐ کے منکر ہیں؟ حالانکہ مولنا موصوف تقریر و تحریر کے ذریعے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضور ؐ کی روح پاک رفیق اعلیٰ میں ہے اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے جو اس دنیوی حیات سے اعلیٰ اور ارفع ہے چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ اور ارفع ہے روح کا تعلق باقی ہے اور تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی تعلق پر مبنی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں

"کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے خصوصاً سیدنا الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ؐ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"

اتنے صاف اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد پر اڑا ہے

اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف رہے تو یہ ہم اس کا مقصد کیا سمجھیں گے

ترجمان کی مسطورہ بالا تصریحات سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ تمام علماء کرام حیات دنیوی کے قائل ہیں اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے ہمنوا صرف ان کے مدرسہ کے طالب علم ہی ہیں اور علماء میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی والوں کو یہ سن کر غصہ آگیا کہ صرف مولوی غلام اللہ خاں ہی کا اس مسئلہ میں نام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ میں بھی حیات برزخی ہی کا قائل ہوں۔ جو اس دنیوی حیات سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے سوا ہند و پاکستان کے متعدد علماء کرام اور شیوخ عظام بھی صرف حیات برزخی کے عقیدہ میں مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے ساتھ ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب سابق شیخ التفسیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (مردان)۔ حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصور (مردان)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عفران صاحب مردان۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا نور محمد صاحب۔ حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اور حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کیمبلپور۔ دامت برکاتہم

ان علماء کرام کے علاوہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی مرحوم کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ مولانا محمد امیر صاحب خطیب سرگودھا کے پاس موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"آنحضرتؐ کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی[1] کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے"

اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنے ایک فتوے میں جس کی اصل مولنا محمد زمان صاحب کے پاس میانوالی میں موجود ہے یوں رقمطراز ہیں۔

"حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں قرآن کریم کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے جو بھی قائل ہیں۔ حیات برزخی ہی کے قائل ہیں۔ الخ"

حضرت مولنا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند بھی اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ حیات برزخی ہی محققین اکابرین کی تحقیق ہے اور یہی راجح ہے۔ کیا یہ تمام بزرگان ملت مولنا غلام اللہ خاں صاحب کے مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ بہت سے اکابر ملت حیات برزخی کے قائل ہیں اور حیات برزخی کا عقیدہ رکھنے والے بھی اہل سنت ہی ہیں۔

آخر میں میں گذارش کرونگا کہ کیا شیخ الحدیث حضرت مولنا رسول خاں صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولنا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی پاکستان میں موجود نہیں ہیں کوئی ایک جگہ مقرر کر کے ان تمام علماء کرام کو مدعو کیا جائے اور بالمشافہ گفتگو کے ذریعے اس مسئلہ کا حل سوچا جائے پس پشت ایکدوسرے پر اعتراضات اور الزامات کے ذریعے منافرت پھیلانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا البتہ باہمی اتحاد اور اتفاق کا رشتہ ضرور پارہ پارہ ہو جائیگا لیکن میرے خیال میں یہ [illegible] والسلام

[1] شاید حیات دنیوی ناسوتی کی طرف اشارہ ہے ۱۲ (سجاد)

بناء بریں اس عبارت پر دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے ۔ (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۴ تا ص ۲۵)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تحریر کے بارے میں اسی رسالہ کے ص ۵۴ میں ہے۔ محترم قاری صاحب نے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترکہ عبارت تجویز کی جائے۔ جو تمام علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہو۔ اور جس پر علماء دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں۔ اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے۔ وہ فریقین کے درمیان قدرے مشترک ہو۔ اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے۔ جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے۔ کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا غلام خاں صاحب نے محترم قاضی نور محمدؒ صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا۔ کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ کیونکہ سماع، صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تمام اکابر علماء دیوبند متفق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے۔ جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا۔

قارئین کرام! یہ ہے جمیعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین کا پہلا عقیدہ جبکہ وہ دیوبندی تھے۔ اور سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا اجماعی عقیدہ کہتے تھے مگر نوشتہ تقدیر کو وہ کیسے تبدیل کر سکتے تھے بالآخر انہوں نے اس اجماعی عقیدہ کو چھوڑ کر اہل بدعت کے عقیدہ کو قبول کر لیا الا ماشاء اللہ سچ ہے اِذَا جَاءَ الْقَدَرُ عَمِیَ الْبَصَرُ (جب تقدیر آتی ہے۔ تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔)

گرہ تقدیر کو ناخنِ تدبیر کھول نہیں سکتا۔

اعتراض نمبر ۱ اس معاہدہ اور فیصلہ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے منسوخ کر دیا تھا۔

الجواب یہ محض دھوکہ ہے۔ حضرت قاری صاحب نے ہرگز اس معاہدہ کو منسوخ نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ دوسری تحریر تھی۔ جو مولانا السید عنایت اللہ شاہ کے خلاف لکھی گئی تھی۔ جس پر مولانا غلام اللہ خاں اور قاضی نور محمد صاحبؒ نے دستخط کئے تھے۔ اور وہ تحریر اس معاہدہ کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ دیکھئے تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۵۔ چنانچہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء کے ص ۵۳ میں ہے اور شاہ صاحب کے بارے میں جس تحریر پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے چونکہ اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہتا تھا اس لئے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ہندوستان کو روانگی کے دن یعنی ۸ جولائی ۶۲ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔ آھ بلفظہ

جھوٹ بولنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

اعتراض نمبر ۲ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین نے اس معاہدہ کو منسوخ کر دیا تھا۔

جواب ۱ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ تو اس معاہدہ کے بعد فوراً وفات پا گئے تھے۔ اور وہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پہلے صدر تھے حضرت مولانا غلام اللہ خاں مرحوم کی بھی کوئی ایسی تحریر نہیں ہے۔ جس میں اس معاہدہ کے منسوخی کا ثبوت ہو۔

جواب ۲ اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کو چھوڑ دینا اور معاہدہ کو منسوخ کر دینا کیا تمہارے نزدیک جائز ہے اگر جائز ہے تو یہ بتاؤ کہ آپ کے اکابر کا پہلا عقیدہ قرآن و حدیث کے موافق تھا یا مخالف!! پہلا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تھا یا مخالف!! پہلا عقیدہ اگر شرک تھا تو زندگی کا دراز زمانہ اس پر کیوں گزار دیا۔ کیا عقائد میں بھی نسخ ہوتا ہے

جہاں گھر تھا وہاں قبریں جہاں دل تھا وہاں شعلے یہ ماتم خیز منظر سامنے ہے خوش دلی کیسے

تتے ۱

باب سماع الموتٰی عند الامام الاعظم

قارئین کرام بعض حضرات امام اعظم ابو حنیفہؒ سے عدم سماع موتی کی روایت پیش کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے یہ محض زبردستی بلا جواز ہے۔

سوال ۱ نیلوی صاحب شفاء الصدور طبع اول ص۲۴ میں غرائب فی تحقیق المذاہب منقول من رسالہ تفہیم المسائل ص۔ لمحمد بشیر الدین القنوجی سے نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے۔ ایک شخص کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے دیکھا کہ صلحاء کی قبور پر آتا اور سلام کرتا اور ان کو مخاطب کر کے عرض و نیاز کرتا تھا۔ بایں الفاظ کہ تمہاری قبور پر آتا ہوں۔ اور کئی ماہ ہو گئے۔ کہ پکار رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ تم میرے لئے دعا کرو۔ کیا تم کو میری باتوں کا علم بھی ہے یا نہیں۔ جب ابو حنیفہؒ نے اس کی یہ بات سُنی۔ تو اس کو فرمایا۔ کہ کچھ جواب بھی ملا ہے یا نہیں۔ تو اس نے کہا کہ نہیں پس فرمایا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ہلاکت اور پھٹکار ہو تجھ پر اور نامراد پھرے تو۔ تو ایسے اجساد سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ متصرف ہیں۔ اور نہ آواز کو سُنتے ہیں۔ پھر حضرت امامؒ نے یہ آیت پڑھی ــــــ وما انت بمسمع من فی القبور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے تصریح فرمادی کہ مُردے نہیں سُنتے

الجواب مولانا ابو القاسم رفیق دلاوریؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (جواب) فتاوی غرائب کوئی غیر معروف کتاب ہے معلوم نہیں اس کا یہ بیان کہاں تک مستند ہے (عماد الدین) ہمارے استاد محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

الجواب یہاں چند امور قابل توجہ ہیں۔ اوّل قاضی بشیر الدین قنوجی شاگرد مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور استاد نواب صدیق حسن خان صاحب

غیر مقلد تھے۔ سب سے پہلے اس حوالہ کا ماخذ ہماری معلومات کی بناء پر انہی کی کتاب ہے
انتہائی حیرت کی بات ہے کہ حضرات فقہاء احناف میں سے مسئلہ سماع موتیٰ کے مثبت اور
منفی پہلو میں نہ تو متقدمین حضرات کو یہ حوالہ دستیاب ہوا ہے۔ اور نہ متاخرین کو ہماری
دانست میں کسی معتبر حنفی فقیہ نے ان سے پہلے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور نہ فقہ حنفی کی
کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرہان دوم۔ یہ
فتاویٰ غرائب کس کی تالیف ہے۔ اور اس کے مصنف کون تھے۔ اور کس مسلک
سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ کس زمانہ کی تالیف ہے۔ اور فقہاً احناف اور دیگر فقہاء
احناف اور دیگر فقہاء کے نزدیک اس کے مصنف کا اور کتاب کا کیا پایہ ہے
سوم۔ ایسی غیر متعارف اور مجہول کتاب کے حوالے کا صریح اور صحیح احادیث اور
جمہور امت کے واضح اقوال کے مقابلہ میں کیا وقعت اور اعتبار ہو سکتا ہے۔

(سماع الموتی ص۳۲۳ تا ص۳۲۴۔

نظر ایسا آتا ہے کہ یہ حوالہ فتاویٰ غرائب میں نہیں ہے۔ نیلوی صاحب نے
فتاویٰ غرائب دیکھا ہے۔ اور اس کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں۔ مثلاً رق منشور ص۱۹
میں لکھتے ہیں۔ (۲۰) فتاویٰ غرائب قلمی میں ہے لا دعاء بعد الرابعۃ فی ظاہر الروایۃ
ظاہر الروایۃ میں چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں (نہ سلام سے پہلے نہ پیچھے)
(۲) نیلوی صاحب لکھتے ہیں (۱۹) و فی فتاوی الغرائب ورق ۵ / ۱۷ ص۲

نقل المیت من بلد الی بلد لیس بمکروہ ان کان قبل الدفن
و بعد الدفن اخراجہ مکروہ الا بعذر۔ الخ

(ماہنامہ جشن بہاراں سرگودھا گلستان اہلسنت نمبر فروری ۱۹۷۹ء ص۱۱)

(۳۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ " فتاویٰ غرائب قلمی ورق ۱۷۶ ص۱ میں ہے۔ استماع المیت
محال "۔ ندائے حق جلد ثانی ص۴۸

مگر نیلوی صاحب نے امام صاحبؒ کی طرف منسوب حوالہ کا ذکر براہ راست فتاویٰ
غرائب سے پیش نہیں کیا۔ بلکہ رق منشور ص۷۸ میں تفہیم المسائل ص۴۳ کے حوالے سے پیش کیا ہے

پس ثابت ہوا کہ یہ بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کارروائی ہے جس سے احناف حضرات کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ اور غیر مقلد ایسی کاروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ راقم الحروف نے تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین میں غیر مقلدین حضرات کی خیانتوں اور تحریف کا ذکر تفصیل سے کر دیا ہے۔ اس کتاب قہر حق حصہ اول کی طباعت کے بعد تنبیہ الغافلین کو طبع کر دیا جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

نیلوی صاحب کا جاہلانہ جواب

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک سوال کا جواب فتاویٰ غرائب غیر معتبر ہے

سوال نمبر۱

فتاویٰ غرائب کتاب غیر متعارف اور مجہول ہے اور فقہی مسائل کا غیر متداول اور مجہول کتابوں سے نقل کرنا منع ہے۔

جواب

فتاویٰ غرائب وہ کتاب ہے جس کے حوالے معتبر کتب میں موجود ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جس کو بحکم حضرت عالم وقاری و حافظ و حاجی سلطان الہند اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ تعالیٰ پانچ سو علماء کرام نے مل کر مرتب فرمایا تھا۔ اس میں جگہ جگہ اس فتاویٰ غرائب کے حوالے موجود ہیں۔ اگر یہ کتاب معتبر نہ ہوتی۔ تو ۵۰۰ علماء اس کتاب کا حوالہ نہ دیتے۔ ہم اس بات کے مکلف نہیں۔ کہ ہر مؤلف کے سوانح حیات سے بخوبی واقف ہوں۔ ان معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتویٰ ہم پر لاگو نہیں کرتے۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جو باتیں ہیں وہ شرع شریف کے موافق ہیں یا نہیں۔ اگر موافق ہیں تو ٹھیک ہیں خواہ اس کا مصنف کوئی ہو۔ اور اگر اس کتاب میں ایسی باتیں ہیں۔ جو شرع شریف کے خلاف ہیں تو غلط ہیں۔ اگرچہ کسی بڑے معتمد اور معتبر عالم نے لکھی ہو۔

لاتنظروا الی من قال وانظروا الی ما قال الخ (ندائے حق جلد ثانی ص۴۳ تا ص۴۴)

الجواب

فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے امام اعظمؒ کا یہ مسلک نقل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ فتاویٰ غرائب میں یہ بات سرے سے فتاویٰ میں مذکور ہی نہیں یا مذکور تو ہے۔ مگر جھوٹی روایت ہونے کے باعث فتاویٰ غرائب سے فتاویٰ

عالم گیریہ میں نقل نہیں کی گئی۔ اور فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے کوئی ایسا حوالہ نقل نہیں کیا گیا۔ جو معتبر کتابوں میں موجود نہ ہو۔ فتاویٰ غرائب سے اگر کوئی حوالہ فتاویٰ عالمگیریہ میں نقل ہوا ہے۔ تو وہ محض تائید کرکے درجہ میں ہوگا۔ اس سے فتاویٰ غرائب کا معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ غیر معتبر کتابوں کے حوالے تائید کے درجہ میں بعض اوقات معتبر کتابوں میں نقل کئے جاتے ہیں۔ خود نیلوی صاحب نے رق منشور کے صـ۱۰۸ میں چند غیر معتبر کتب کی مختصر فہرست نقل کی ہے۔ جن میں قنیہ للزاہدی معتزلی شرح کنز ملا مسکین درمختار شرح تنویر الابصار، نہر الفائق، زاد اللبیب، خزانۃ الروایات۔ جامع الرموز ابوالمکارم رجل مجہول وگک کتابہ تفسیر زمخشری تفسیر بغوی وغیرہا

مگر خود نیلوی صاحب نے ان کتابوں کے حوالوں سے اپنی کتابوں کو پُر کیا ہوا ہے مثلاً خود اسی رق منشور میں زاد اللبیب کے حوالہ سے عبارتیں پیش کی ہیں دیکھئے صـ۵۳، صـ۵۹، صـ۶۰، صـ۶۵، صـ۱۰۷۔ اور قنیہ سے استدلال رق منشور صـ۱۸ میں موجود ہے اسی طرح جامع الرموز سے استدلال رق منشور کے صـ۱۸ میں ہے نہر الفائق سے استدلال صـ۵۲ میں ہے۔ درمختار کا حوالہ صـ۸۸ میں ہے۔ خزانۃ الروایات کا حوالہ صـ۵۹ میں ہے۔ اسی طرح ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے ندائے حق میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً ندائے حق جلد ثانی صـ۴۷ میں عینی شرح کنز کا حوالہ موجود ہے۔ جبکہ رق منشور صـ۱۰۸ میں اس کو غیر معتبر کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور ندائے حق جلد ثانی صـ۵۰، صـ۵۱ میں نہر الفائق کا حوالہ موجود ہے۔ بغوی کا حوالہ ندائے حق جلد ثانی صـ۵۱ میں موجود ہے تفسیر زمخشری کا حوالہ بھی ندائے حق جلد ثانی صـ۵۱ میں موجود ہے۔

قارئین کرام! یہ صرف چند حوالوں کی نشان دہی کرنی تھی۔ جن سے ندائے حق لبریز ہے۔ اب نیلوی صاحب سے گزارش ہے۔ وہ خود ہی بتائیں کہ ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے دینے سے کیا وہ نیلوی صاحب کے نزدیک معتبر ہوگئی ہیں۔ یا محض ان غیر معتبر کتابوں سے حوالے دے کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے۔

ع تو خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی کا یہ کہنا کہ فتاوٰے عالمگیریہ کے مرتب کرنے والے پانچ صد معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتوٰے ہم پر لاگو نہیں کرتے۔ نیلوی صاحب نے یہ زبردست جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب کا فتاوٰی عالمگیریہ کے مرتبین ۵۰۰ علماء کرام رح پر بالکل اعتماد نہیں۔ اگر اعتماد ہوتا۔ تو جس طرح فتاوٰی عالمگیریہ کے مرتبین علماء نے فتاوٰی غرائب کے اس حوالہ سے جس میں امام اعظم رح کی طرف عدم سماع موتیٰ کی نسبت کی گئی ہے۔ اعراض کیا ہے۔ نیلوی صاحب ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اعراض کرتے اور اس حوالہ کو پیش نہ کرتے اور جس طرح ان پانچ صد علماء کرام نے فتاوٰی عالمگیریہ میں اس عقیدہ کو اختیار کر لیا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کے وقت ایسے عجز خشوع وادب سے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور آپ کی شکل مبارک کو دل میں تصور کرے کہ گویا آپ اپنی قبر میں نیند کی حالت میں آرام فرما ہیں۔ مجھے جاننے والے ہیں اور میری کلام کو سننے والے ہیں۔ (الاختیار شرح المختار میں یوں ہی لکھا ہوا ہے)

پھر جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی تاکید کی ہو۔ اس کا سلام بھی عرض کرے پس یوں عرض کرے یارسول اللہ فلاں بن فلاں سنے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔

(فتاوٰی عالمگیری صـ ۲۸۲ جـ ۱ طبع مصر، ترجمہ عربی عبارات کا راقم الحروف نے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔) پھر حضرت ابوبکر رض وحضرت عمر رض پر سلام کرے اور کہے کہ ہم تم دونوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں وسیلہ بناتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے لئے شفاعت کریں۔ اور ہمارے رب سے درخواست کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت وطریقہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے (فتاوٰے عالمگیریہ صـ ۲۸۳ جـ ۱ اختتام کتاب الحج)

اگر نیلوی صاحب کی یہ بات سچی ہوتی کہ ہمیں ان پر پورا پورا اعتماد ہے۔ تو نیلوی صاحب اس عقیدہ کو اختیار کرتے جو فتاویٰ عالمگیریہ میں موجود ہے۔ اور بدعت اور گمراہی اور بے دینی کا راستہ ہرگز اختیار نہ کرتے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں   ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

نیلوی صاحب کے نزدیک فتاوٰی عالمگیری کے مرتبین کافر ہیں (معاذ اللہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیوں جناب قرآن کے یہ الفاظ یا احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی پاکؐ اور شیخین رضؓ سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی صفحہ ۲۲۷) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز آپ نے صحابہ کرام پر بہتان باندھا۔ کہ سارے عمر حضورؐ کی صحبت میں رہ کر پھر وہی جاہلیت والی باتیں ان میں عود کر آئیں۔ کہ جیسے پہلے لات، عزیٰ، ہبل کو خدا کے ہاں سفارشی مانتے تھے۔ اب ان کی بجائے نبی پاکؐ اور شیخین رضؓ کو سفارشی ماننے لگ گئے۔ (ندائے حق جزء ثانی صفحہ ۲۲۷) گویا نیلوی صاحب کے ہاں شفاعت طلب کرنیوالا کافر ہے۔ فلہذا ان پانچ صد علماء نے فتاویٰ عالمگیریہ میں یہ مسلک لکھ کر کفر و شرک کا ارتکاب کیا ہے اس لئے وہ کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن نیلوی صاحب کو با ایں ہمہ ان پر پورا اعتماد بھی ہے۔ گویا نیلوی صاحب کو کفار پر پورا اعتماد ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کو نیلوی صاحب پر پورا اعتماد ہے۔

تنہا تمہی سے طے نہ ہوئیں غم کی منزلیں   وہ بھی قدم قدم پہ شریکِ سفر رہے

الکوکب الدری صفحہ ۳۱۹ میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

سوال نمبر ۲

واستدل المنکرون ومنھم عائشہ وابن عباس ومنھم الامام بقولہ تعالیٰ انک لاتسمع الموتیٰ

ترجمہ۔ سماع موتی کے منکرین نے جن میں حضرت عائشہ رضؓ و حضرت ابن عباس رضؓ اور امام ابو حنیفہ بھی ہیں قرآن مجید کی اس آیت انک لاتسمع الموتیٰ (کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) سے

عدم سماع موتیٰ پر استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضؓ و حضرت ابن عباس کی طرح حضرت امام اعظمؒ بھی سماع موتی کے منکر تھے۔

الجواب الکوکب الدری حضرت گنگوہیؒ کی تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ ان کی تقریر ہے۔ جس کو شاگردوں نے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ یہ تحریر حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کے خلاف ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷ میں ہے۔

سوال جب سماع موتیٰ کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں۔ پھر فقہاء حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔

جواب مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے کیونکہ اوّل زمانہ قرب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں۔ شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قارئین کرام! یہ حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے۔ اور مفتیٰ بہ قول ہی قابل عمل ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سوال کا جواب کہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت عدم سماع موتی شاذ ہے (ندائے حق ص ۱۴۱ ج ۲) نیلوی صاحب نے اس کے جواب دینے کی مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کی تحریر سے کوشش کی ہے۔ جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا صریح حوالہ آگے آرہا ہے۔ جس میں امام اعظمؒ سے عدم سماع موتی کی روایت کی وہ وضاحت کرتے ہیں۔ الکوکب الدری کے حوالہ سے جو ابن عباس رضؓ کو سماع موتیٰ کے منکرین میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ بھی بہت عجیب و غریب بات ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضؓ کو کسی قابل اعتماد عالم نے سماع موتےٰ کے منکرین میں شمار نہیں کیا۔

ابن عباس رضؓ کا مسلک

عن ابن عباس رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دفن المیت سمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص ۵۴ ج ۳)

کسی نے کہا اہل حدیث سماع موتی کے قائل ہیں

ترجمہ ! حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ تو وہ پھر کر جانے والوں کے جوتوں کی کھسکھڑاہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کی سند کے تمام راوی معتبر ہیں۔

دلیل نمبر ۲ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے۔ جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا۔ وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (بحوالہ سماع الموتیٰ ص۱۹۸)

اس حدیث کو محدث عبدالحقؒ اور علامہ سید احمد طحطاوی حنفیؒ اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ ان ۲ دو صحیح حدیثوں کے راوی ابن عباسؓ ہیں۔

سوال نمبر ۳ نیلوی صاحب ! حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو عدم سماع موتیٰ کے قائلین میں سے شمار کرتے ہوئے دُرِّ منثور کا حوالہ دیتے ہیں۔ (دیکھئے ندائے حق جلد ثانی ص۹۲ والبیان الاوفیٰ ص۳۰)

الجواب نیلوی صاحب نے تفسیر در منثور کا نہ صفحہ کا ذکر کیا ہے۔ نہ جلد کا ذکر کیا ہے۔ ؏ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

ہاں نیلوی صاحب ندائے حق جلد ثانی ص۲۱۰ میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث (یعنی قلیب بدر والی) قرآن شریف کی آیت وما انت بمسمع من فی القبور کے نازل ہونے کے ساتھ منسوخ ہو گئی۔ یہ جواب علامہ سیوطیؒ نے در منثور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جواب ۲ آیت کریمہ سے حدیث منسوخ ہو گئی۔ امام سیوطیؒ نے در منثور میں ابو سہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کی کتاب میں سے اس کی پانچویں حدیث کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ جو عبدالقدوس کے طریق سے مروی ہے کہ ابو صالح انک لاتسمع الموتیٰ اور ما انت بمسمع من فی القبور کا شان نزول رأس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے غزوہ میں مشرک مقتولوں کے کنویں پر آکھڑے ہوئے تھے

جس میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا گیا تھا۔ اور فرمانے لگے کیا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا۔ الخ (ندائے حق جلد ثانی ص۲۰۴)

نیلوی صاحب کے جھوٹ و دھوکے

نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے۔ کہ یہ جواب علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ یہ دھوکہ ہے کیونکہ علامہ سیوطیؒ کا طریقہ اس کتاب میں یوں ہے۔ کہ وہ مخالف و موافق روایتوں کو جمع کر دیتے ہیں۔ اور تبصرہ نہیں کرتے۔ فلہذا ایک جانب کی روایت کو لے کر یہ کہنا کہ علامہ سیوطیؒ نے جواب دیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ و دھوکہ ہے۔

۲۔ ابوسہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کا ترجمہ و حالات نقل نہیں کئے۔ کہ وہ کون اور کیسا تھا۔

۳۔ پھر مذکور نام بھی غلط نقل کیا ہے۔ السری کو نیلوی صاحب نے سدی بنا دیا ہے اور الجند لیساپوری کو نیلوی صاحب نے جنید نیشاپوری بنا دیا ہے (ماشاء اللہ بہت خوب) اصل نام یوں تھا۔ ابوسہل السری ابن سہل الجند لیساپوری دیکھئے (تفسیر درمنثور ص۲۴۹ ج ۵ مطبوعہ ایران)

۴۔ ابوسہل السری اور عبدالقدوس بن عن ابی صالح عن ابن عباسؓ کے درمیان سند کے کئی راوی غائب ہیں معلوم نہیں وہ کون اور کیسے تھے۔

۵۔ پھر یہ روایت طبقہ سادسہ کی ہے۔ جبکہ نیلوی صاحب کا دعویٰ یہ تھا۔ طبقہ ثالثہ کی کتابوں کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں۔ ہم اس قاعدہ سے سرمُو اغماض و اعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص۶۸)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ۔۔۔ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

۶۔ عبدالقدوس عن ابی صالح کی سند کی نیلوی صاحب نے وضاحت نہیں فرمائی کہ عبدالقدوس کون ہے۔ اور ابوصالح کون ہے۔ بظاہر عبدالقدوس سے مراد عبدالقدوس بن حبیب ہے۔ جو کہ کذّاب اور وضّاع (جھوٹی حدیثیں بنانے والا

تھا۔ دیکھئے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ للالبانی ص۳۰۶ المجلد الاوّل)

۷۔ ابو صالح جو ابن عباس رضؓ سے روایت کرتا ہے۔ وہ باذان مولیٰ امّ ہانی ہے نیلوی صاحب خود لکھتے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ دیکھئے ندائے حق جزء ثانی ص۱۱۷

۸۔ تہذیب التہذیب ص۴۱۶ ج ۱ تا ص۴۱۷ میں ابن حجرؒ نے اس کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے آخر میں لکھتے ہیں "وقال ابن حبان یحدث عن ابن عباس ولم یسمع منہ (ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔ لیکن ابن عباس سے اس نے سُنا نہیں یعنی اس کی روایت منقطع ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ ایک جھوٹی و من گھڑت روایت کی بناء پر ابن عباسؓ کو نیلوی صاحب عدم سماع موتی کا قائل بنا رہے ہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) اور صحیح حدیثوں کی روایت کی بناء پر ابن عباس کو سماع الموتی کا قائل نہیں مانتے۔ یہ ہے نیلوی صاحب کا انصاف جس کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی بھی انصاف کہتے ہیں۔ دیکھئے تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل و طبع دوم ؎ حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں۔

امام اعظمؒ سماع موتی کے قائل تھے

دلیل ۱ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ البتہ جانب ثانی میں بھی مسئلہ کلام میت سے عدم سماع کو امام (ابو حنیفہؒ) کا مذہب ٹھہرانا یہ بھی صحیح نہیں (امداد الفتاویٰ ص۴۳۵ ج ۵)

دلیل ۲ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں۔ سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانہ سے ہے بہت سے آئمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب سے کوئی تصریح نہیں کرتے الخ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص۳۶۱ ج ۵)

قارئین کرام! مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ یمین کے مسئلہ میں جس کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے۔ وہاں سے حنفیہ کی کتب میں عدم سماع موتیٰ سمجھا جاتا ہے مگر امام اعظمؒ سے صراحتہً کوئی روایت عدم سماع کی موجود نہیں۔ فلہٰذا

مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب کی وہ عبارت جس میں آتا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ و حنفیہؒ سماع موتیٰ کے قائل نہیں۔ اس کی حقیقت مفتی صاحبؒ نے خود ہی واضح کر دی ہے اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس مشہور قول کی کوئی پوزیشن باقی نہیں رہتی ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں   زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

دلیل ۳ قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا امام اعظمؒ کے ہاں جائز ہے۔ نیلوی صاحب نے مراقی الفلاح کے حاشیہ کے حوالہ سے علامہ سید احمد طحطاویؒ سے یوں نقل کیا ہے۔ ولا یکرہ المشی فی المقابر بالنعلین عندنا ولنا قولہ علیہ السلام وانہ لیسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا۔ یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں۔ تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (ندائے حق جزء اول ص ۲۲) امام طحاویؒ شرح معانی الآثار ص ۳۴۳ ج ۱ میں باب المشی بین القبور بالنعال کے تحت یہ دلیل بیان کرتے ہیں۔ انہ لیسمع خفق نعالھم حین تولوا عنہ مدبرین (وہ مردہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز البتہ سنتا ہے) پھر امام طحاویؒ ص ۳۴۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔ (وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ) (امام ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ کا یہی قول ہے) نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نہیں متعدد بار مع گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جنازوں کے دفن کرنے کے لئے جوتے پہن کر قبرستان تشریف لایا کرتے تھے۔ جو قطعی طور پر متعدد طرق سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ پھر حضرت علامہ ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار ص ۲۹۵ باب المشی بین القبو بالنعال کے باب میں صاف اور صریح طور پر امام اعظم رحمۃ اللہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا مذہب لکھا ہے۔ کہ ان کے نزدیک قبرستان میں جوتوں سمیت جانا بلا کراہت جائز ہے —

(ندائے حق جزء اول ص ۲۱ تا ص ۲۲)

امام الاحناف ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

وقد ثبت فی الحدیث ان المیت لیسمع قرع نعالھم اذا ولوا عنہ مدبرین وھو دالٌ علی جواز لبس النعال فی المقابر قال و قد ثبت حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ فاذا جاز دخول المسجد بالنعل فالمقبرۃ اولی (مرقاۃ ص۲۸۳/۸ج باب النعال)

ترجمہ۔ حدیث شریف میں یہ بات ثابت ہے۔ کہ مردہ واپس جانے والوں کی جوتوں کا آواز یقیناً سنتا ہے۔ تو یہ حدیث دلالت کرنے والی ہے۔ اس بات پر کہ قبرستان میں جوتوں کا پہن کر چلنا جائز ہے اور کہا کہ ثابت ہو چکا ہے حضرت انسؓ سے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے۔ جب مسجد میں جوتوں کے ساتھ داخل ہونا جائز ہے (جب کہ پاک ہوں) تو قبرستان میں بطریق اولیٰ داخل ہونا جائز ہوا۔

سوال نمبر۴ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یسمع خفق نعالہ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے اور نہ صحابہؓ نے اس کا حقیقی معنی سمجھا ورنہ جب قلیب بدر کی حدیث پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے گفتگو فرمائی اور آپؓ نے قرآن پاک کی آیت سے جواب دیا تھا۔ تو صحابہ کرامؓ آیت پاک سن کر خاموش ہو گئے تھے اور ان میں سے کسی نے یہ حدیث خفق نعال والی پیش نہیں کی۔ اگر حقیقی معنی مراد ہوتے تو ضرور یہ حدیث مورد استدلال میں پیش ہوتی۔ نیز جب صحابہؓ نے استدلال میں اس حدیث کو پیش نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کو سماع موتیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر اور سلف صالحین کون ہیں۔ (ندائے حق جزء اول ص۱۹۹)

الجواب نیلوی صاحب جیسا سادہ انسان دنیا میں ہمیں اور کوئی نظر نہیں آتا پہلے تو نیلوی صاحب نے حدیث کے الفاظ ہی غلط نقل کئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ لیسمع خفق نعالہ۔ حالانکہ صحیح اس طرح ہیں۔ لیسمع خفق نعالھم دوسرے نیلوی صاحب نے حضرت عائشہؓ کے جواب کے وقت صحابہ کرامؓ کے خاموش

ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے موجود ہونے کا ذکر کسی حدیث میں بھی مذکور نہیں۔ باب الکذبات میں راقم الحروف نے اس کو تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کرلیں۔ تیسرے جب صحابہ کرامؓ کی موجودگی کا ذکر نہیں ملتا۔ تو نیلوی صاحب کا نتائج نکالنا اور مرتب کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے چوتھے اگر اس حدیث کے حقیقی معنے مراد نہ ہوں۔ یعنی جوتوں کی آواز بلکہ اس سے مراد سرعتہ ہو کہ اگر زندہ ہوتا تو جوتوں کی آواز سن ہی رہا ہوتا۔ تو فرشتے آجاتے۔ تو پھر اس حدیث سے احناف حضرات کا قبرستان میں جوتوں کے ساتھ جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں رہے گا۔ اور استدلال کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی امام اعظمؒ وصاحبینؒ کا مذہب کہ قبرستان میں جوتوں سمیت جانا جائز ہے۔ اس کی بنیاد ہی اسی صحیح وصریح حدیث پر ہے۔ جب کہ حقیقی معنی پر محمول ہو۔ نیلوی صاحب جیسے کسی سادہ آدمی نے ملا علی قاریؒ کے زمانہ میں یہی بات کہی تھی۔ کہ یہ حدیث حقیقی معنی پر محمول نہیں۔ تو ملا علی قاریؒ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وھو ضعیف اذ ثبت بالاحادیث ان المیّت یعلم من یکفنہ ومن یصلی علیہ ومن یحملہ، ومن یدفنہ وقال ابن الملک ای صوت دقّہا وفیہ دلالۃٌ علی حیاۃ المیت فی القبر لان الاحساس بدون الحیاۃ ممتنع عادۃ

ملا علی قاریؒ نے بایں طریق تضعیف فرمائی ہے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ میّت اس کو بھی پہچانتا ہے۔ جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو بھی جو اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ اور ان کو بھی جو اس کی چارپائی اٹھاتے ہیں۔ اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر شاید ہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کرکے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میّت قبر کے اندر سچ مچ سنتا ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے جیسے بعض نے تاویل کی ہے۔ ابن ملکؒ کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کہ ابن ملک قرع نعالہم سے مراد ای صوت دقہا (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتاکر فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں قبر

کے اندر میّت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے۔ کہ میّت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے۔ تو بغیر حیاۃ کے احساس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے (ندائے حق جزء اول ص۱۹۵ و ص۱۹۶)

پس ثابت ہوا۔ کہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ، امام طحاویؒ ملّا علی قاریؒ علامہ محدّث ابن الملک حنفیؒ، علامہ سید احمد طحطاوی حنفیؒ وغیرھم اس حدیث کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ اور سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ بھی اس کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ باب قائم کرتے ہیں۔ باب المیت یسمع خفق النعال (بخاری ص۱۷۸ ج۱) مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ یہ حدیث انسؓ سے مروی ہے اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے (طحاوی مستدرک حاکم مسند احمد) اور حضرت براء ابن عاذبؓ سے بھی مروی ہے۔ (تہذیب الآثار للطبریؒ) حضرت حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے (تہذیب الآثار للطبریؒ) تو یہ حدیث خبر واحد سے نکل کر حدیث مشہور کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ اور حدیث مشہور کی بناء پر کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (دیکھئے شفاء الصدور مترجم طبع اوّل ص۱۱۹) پانچویں حضرت عائشہؓ کا سماع موتیٰ کے انکار سے رجوع ثابت ہے۔ راقم الحروف صرف ایک صحیح روایت پیش کرتا ہے

حضرت عائشہ کا عدم سماع موتیٰ سے رجوع

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ حدثنا هشيم قال اخبرنا مغيرة عن ابراهيم عن عائشة (الی ان قال) قالوا یا رسول الله كيف تكلم قوماً جيفوا فقال ما انتم باسمع لقولي منهم او لهم انهم لقولی منکم (مسند احمد ص۱۷۰ ج۶)

قارئین کرام! اس صحیح سند سے حدیث کے آخری حصہ کا ترجمہ یوں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیسے کلام کرتے ہیں۔ ایسی قوم سے جو مردار ہو

چکے ہیں۔ پس رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ان سے زیادہ میری بات کو سمجھنے والے نہیں ہو۔ یا وہ تم سے میری بات کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

قارئین کرام! بات کو سمجھنا سماع پر موقوف ہے۔ جیسا کہ استاد و طالب علم کو سبق کے درمیان کہتا ہے کچھ بات سمجھ آئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ قلیب بدر کی روایت خود بیان کر کے اپنی پہلی اجتہادی رائے سے رجوع کر چکی تھیں۔ (و للہ الحمد) فلہٰذا صحابہ کرام کے درمیان بھی سماعِ موتیٰ کا مسئلہ اختلافی نہ رہا۔ بلکہ سماعِ موتیٰ پر اتفاق ہو گیا تھا۔ جیسا کہ دلائل سے معلوم ہوا (بفضل اللہ تعالیٰ) (تنبیہ) حضرت ابراہیم نخعیؒ کی تمام روایات متصلہ و منقطعہ صحیح ہیں۔ جیسا کہ نور الصباح ص۱۸۳ میں راقم الحروف نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ ابراہیم عن عائشہؓ کی سند سے روایت فقہ حنفی میں مقبول ہے چنانچہ ھدایہ ص۱۳۵ باب الجنائز فصل فی الغسل ... رحمہم

دلیل نمبر۴

امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

نؤمن بعذاب القبر و نعمہ لمن کان لذالک اھلاً وبسوال منکر و نکیر للمیت فی قبرہ عن ربہ و دینہ و نبیّہ علیٰ ما جاءت بہ الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن اصحابہٖ اجمعین والقبر روضۃ من ریاض الجنّۃ او حفرۃ من حفر النیران

(عقیدۃ الطحاوی ص۶۰)

ہم ایمان لاتے ہیں۔ عذابِ قبر اور اس میں نعمتوں کے پہنچائے جانے پر اس شخص کے لئے جو اس کا اہل ہو اور ہمارا ایمان ہے کہ قبر میں مردہ سے منکر و نکیر کا سوال ہوگا۔ اس کے رب و دین و نبی کے بارے میں جیسا کہ حدیثوں میں رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا ہے اور تمام صحابہ کرامؓ سے بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے

قارئین کرام! منکر و نکیر کا مردہ سے سوال کرنا اور مردہ کا جواب دینا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ سماع و حیات رکھتا ہو۔ علامہ سید احمد طحطاویؒ فرماتے ہیں
طحاوی اعلم بمذھب ابی حنیفۃ و صاحبیہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۴۲)

ترجمہ ! امام طحاوی امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے مذہب کو اچھی طرح جانتا ہے
علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں (اثبت شئی فی ھذا الباب عقیدۃ الطحاوی
فانہ کتب فی اولہ انہ یکتب فیہ عقائد الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
وابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (فیض الباری ص ج ۱) عقائد کے باب میں امام طحاوی
کا رسالہ عقیدۃ الطحاوی بہت مضبوط چیز ہے۔ کیونکہ اس نے اس رسالہ کی ابتدا میں لکھا
ہے۔ کہ وہ اس میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے عقائد بیان کرے گا۔ شیخ القرآن
حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب فرماتے ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مختصر
سے رسالہ میں وہ عقائد جمع کئے ہیں۔ جن پر حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور
امام محمد متفق ہیں (جواہر التوحید ص ۲۶۳)

علامہ شامی کا فتویٰ و عقیدہ

قال اھل السنۃ والجماعۃ عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر وضغطۃ القبر
حق لکن ان کان کافرا فعذابہ یدوم الی یوم القیامۃ ویرفع عنہ
یوم الجمعۃ وشھر رمضان فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح
متصلاً بالجسم فیتالم الروح مع الجسد (شامی اختتام باب الجمعۃ ص ۶۱۰ ج ۱)
اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ عذاب قبر حق ہے اور منکر و نکیر
کا سوال اور قبر کی تنگی حق ہے۔ لیکن اگر کافر ہے تو قیامت تک عذاب میں مبتلا
رہے گا۔ البتہ جمعہ کے دن اور رمضان کے ماہ میں اس سے عذاب ہٹا
لیا جائے گا۔ گوشت کو عذاب ہوگا۔ روح کے تعلق سے اور روح کو عذاب
ہوگا جسم کے اتصال سے پس روح و جسم دونوں درد محسوس کریں گے

دلیل نمبر ۵

واعلم ان مسئلۃ کلام المیت وسماعہ واحد ذکرھا حنفیۃ العصر وفی رسالۃ غیر مطبوعۃ
لعلی القاری ان احداً من ائمتنا لم یذھب الی انکارھا و
انما استنبطوھا من مسئلۃ فی باب الایمان وھی حلف رجل

ان لا یکلم فلاناً فکلمہ بعد ما دفن لا یحنث قال القاریؒ ولا دلیل فیھا علیٰ ما قالوا فان مبنی الایمان علی العرف وھم لا یسمّون کلاماً (فیض الباری ص ۴۶۷/۲۲)

ترجمہ - جان لے کلام میّت اور سماع میّت کا مسئلہ ایک ہے - آج کے زمانہ کے حنفیہ منکر ہوئے ہیں - حالانکہ ملّا علی قاریؒ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ ہمارے آئمہ کرامؒ میں سے کوئی بھی سماع موتیٰ کا منکر نہیں ہے - اس زمانہ کے منکرین نے ایمان (قسموں کا اٹھانا) کے مسئلہ سے استنباط کیا ہے - مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا - پس اس شخص کے دفن ہونے کے بعد کلام کیا تو حانث نہ ہوگا - ملّا علی قاریؒ نے فرمایا - کہ اس میں کوئی دلالت نہیں عدم سماع موتیٰ پر جیسا کہ منکرین نے کہا ہے - کیونکہ قسموں کا دار و مدار عُرف پر ہوتا ہے اور عرف والے اس کو کلام نہیں کہتے -

دلیل نمبر ۶

واشتھر علی السنۃ الناس ان الموتیٰ لیس لھم سماع عند ابی حنیفۃ وصنّف ملا علی القاری رسالۃ وذکر فیھا ان المشھور لیس لہ اصل من الائمۃ اصلاً بل اخذ ھذا من مسئلۃ باب الایمان انہ حلف انہ لا یتکلم مع فلان فمات الرجل فتکلم معہ علی قبرہٖ میتاً لا یحنث اقول وجہ عدم الحنث ان مبنی الایمان علی العرف واھل العرف لا یعلمون ان الموتیٰ تسمع والمحقق ان ابا حنیفۃ لا ینکر سمع الاموات وان خالف ابن الھمام وقال الموتیٰ لا تسمع وان ذخیرۃ الحدیث تدل علیٰ سمع الموتیٰ وقال الشیخ ان الموتیٰ لا تسمع ویستثنیٰ منہ سمع قرع النعال والسلام علیکم الخ

(العرف الشذی ص ۲۰۲ ج ۱ مع الجامع الترمذیؒ)

ترجمہ :- اور کچھ لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں مُردے نہیں سُنتے اور ملا علی قاریؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس مشہور قول کی ائمہ احنافؒ سے کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ باب الایمان سے لیا گیا ہے۔ کہ ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور وہ مر گیا۔ تو قسم اٹھانے والے نے اس کی قبر پر جاکر کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔ میں (سید محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ حانث نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مدار قسموں پر ہے اور اہل عرف نہیں جانتے کہ مُردے سُنتے ہیں۔ اور تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سماع موتیٰ کے منکر نہیں ہیں۔ اگرچہ ابن ہمامؒ نے مخالفت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ مُردے نہیں سُنتے۔ مگر احادیث کا ذخیرہ سماع موتیٰ پر دال ہے۔ اور شیخ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مُردے نہیں سُنتے۔ لیکن مُردہ دفن کیا ہوا واپس جانے والوں کے جوتوں کا آواز حقیقۃً سُنتا ہے اور السلام علیکم یا اھل القبور۔ یہ سلام بھی مُردہ سُنتا ہے۔ اس کو شیخ ابن ہمامؒ نے تسلیم کیا ہے۔

شیخ ابن الھمامؒ کا عقیدہ

شیخ ابن الھمامؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ مُردوں پر جب بھی سلام کیا جائے وہ سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمصعب بن عمیر فوقف علیہ وقال اشھد انکم احیاء عند اللہ فزوروھم وسلموا علیھم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا ردوا علیہ السلام الی یوم القیامۃ

(فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۲ ص ۹۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان اختتام کتاب الحج)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر کے پاس سے گزرے۔ پس ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں

دمحمد رسول اللہ، گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہو پس مسلمانو! تم ان کی زیارت کیا کرو۔ اور ان پر سلام کیا کرو۔ پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میں محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ان پر کوئی سلام نہیں کرے گا۔ مگر یہ کہ وہ قیامت تک اس کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

قارئین کرام! شیخ ابن ہمام رحؒ نے اس حدیث کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کا جرح نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت و واضح ہوتا ہے۔ یہ شیخ ابن ہمام رحؒ کا عقیدہ ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کا بھی قائل ہے۔ اور عام مردوں کے دیکھنے اور پہچاننے کا بھی قائل ہے۔

فقہاء احناف کا فیصلہ

و قالوا فی زیارۃ القبور مطلقاً الاولی ان یأتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل رأسہ فانہ اتعب بصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابلاً بصرہ لان بصرہ ناظر الیٰ جہتہ قدمیہ اذا کان علی جنبہ

(فتح القدیر ص۹۵ ج۳)

ترجمہ: مشائخ احناف نے فرمایا ہے۔ کہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائر مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ سر کی جانب سے نہ آئے۔ کیونکہ یہ میت کی نظر کو زیادہ تھکان میں ڈالنے والا ہے۔ یہ پہلی صورت کے خلاف ہے۔ کیونکہ زائر پاؤں کی جانب ہونے کی وجہ سے مردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ کیونکہ مردہ کی نظر اس کے پاؤں کی طرف پڑتی ہے۔ جب مردہ کے پہلو میں زائر کھڑا ہوتا ہے۔

زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب

علامہ شیخ ابن الہمام حنفی لکھتے ہیں

ثم یأتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ علی نحو اربعۃ اذرع من الساریۃ التی عند رأس القبر فی زاویۃ جدارہ وما عن ابی اللیث انہ یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی مسند

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ و تجعل ظھرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ (فتح القدیر ص۹۵ ج۳)

ترجمہ! پھر زائر قبر شریف کے پاس آئے۔ پس قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے چار گز دور کھڑا ہو۔ اس ستون سے جو قبر شریف کے سرہانے کی دیوار کی جانب واقع ہے۔ اور جو ابو اللیث سے منقول ہے۔ کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ یہ مردود ہے۔ اس سبب سے کہ امام اعظمؒ نے اپنے مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ سنّت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت ہو۔ اور قبر شریف کی طرف منہ کرے تو پھر تو کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نیلوی صاحب کا ایک غلیظ جھوٹ

نیلوی صاحب ندائے حق طبع اوّل ص۳۲۰ میں عنوان قائم کرتے ہیں سلف صالحین سے صاحب تسکین کا اختلاف۔ پھر ص۳۲۱ میں لکھتے ہیں۔ مجتہدین میں سے سب نے مکروہ کہا۔ عند قبر النبی صلعم۔ السلام علیکم قبلہ رُخ ہو کر کہے۔ (صاحب تسکین لکھتے ہیں) بلکہ حضورؐ کے معصوم چہرے کے بالمقابل قبلہ کی طرف پیٹھ کر سلام کہے

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ سب مجتہدین قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قبلہ رُخ ہو کر سلام کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ یہ زبردست غلیظ جھوٹ ہے ابھی امام اعظمؒ کا حوالہ آپ نے پڑھا ہے کہ وہ اس طریقہ کو سنّت کہتے ہیں۔ نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع دوم میں اس کو کاٹ دیا ہے۔ اور ذکر نہیں کیا۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا۔

سوال نمبر ۵

مسند ابو حنیفہ کے بارے میں نیلوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ اس کا راوی حسن بن زیاد جو امام اعظمؒ کا شاگرد ہے۔ کذّاب ہے

دیکھئے شفاء الصدور طبع اوّل ص۹۹

الجواب نیلوی صاحب کا حسن بن زیادؒ کو کذّاب کہنا درست نہیں۔ بعض محدثین نے ان پر جرح تعصب کی بناء پر کی ہے۔ احناف کے ہاں مسند ابو حنیفہ معتبر کتاب ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن ہمامؒ نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ تعجّب کی بات یہ ہے کہ خود نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ اور مسند امام اعظم ص ۱۲۶ میں ہے

ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال من السنّة ان تأتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم من قبل القبلة و تجعل ظهرک الی القبلة و تستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته

یعنی طریقہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس تو آئے اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور چہرہ قبر کی طرف کر کے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ (ندائے حق جزء اول ص۵۲۹)

بالآخر نیلوی صاحب نے وہی بات کہہ دی جو صاحب تسکین الصدور نے کہی تھی۔ آنچہ کند دانا کند ناداں۔ لیکن بعد از خرابی بسیار۔

نیلوی صاحب نے خیر الکلام ص۱۰۱ میں مسند امام اعظم ص۴۶ کے حوالہ سے ایک حدیث بطور احتجاج کے ذکر فرمائی ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ بھی مسند ابو حنیفہ سے بطور احتجاج کے حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے تحریرات حدیث ص۲۵۰ اور بلغۃ الحیران ص۸۳ میں بھی مسند الامام اعظم کا ذکر کیا ہے۔ اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۲ء ص۲۸ تا ص۲۹ میں اس کو معتبر قرار دیا گیا ہے اور تحریرات حدیث ص۱۶ میں ہے۔ المسند للامام الاعظم

لطیفہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں پھر صحابہ کا قبلہ رُخ ہو کر سلام کرنا اور ائمہ مجتہدین کا قبلہ رُخ سلام کہنے کا طریقہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ صحابہؓ وائمہ مجتہدین میں سے یعنی خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں (ندائے حق طبع اوّل ص۱۳۵) قبلہ رخ ہو کر سلام کرنا جب نیلوی صاحب

کے نزدیک صریح دلیل عدم سماع کی ہے اور اب ثابت ہو گیا۔ مسند ابو حنیفہؒ کے حوالے سے قبلہ کی طرف پشت اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے سلام کرنا چاہیے تو اب صریح دلیل ہو گئی کہ سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ و امام اعظمؒ قائل تھے۔

حافظ ابن ہمام حنفیؒ لکھتے ہیں۔

ان کلمات سے سلام کرے

ثم یقول فی موقفہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ ......

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْٓ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرًا جَازَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ مُحَمَّدًا اَلْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الْعَالِیَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاَنْزِلْہُ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ اِنَّکَ سُبْحَانَکَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

حافظ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔ کہ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۃ سے کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت ان الفاظ سے کیسا طلب کرے؟

حافظ ابن ہمام حنفیؒ لکھتے ہیں۔

ثُمَّ یَسْاَلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَۃَ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ

ترجمہ :۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرے پس کہے یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں میں آپ کی ملت و سنت پر مسلمان ہو کر مروں۔

جس نے سلام کی وصیت کی ہو اس کے سلام پہنچائے

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں۔

وَ یُبَلِّغ سَلَامَ مَنْ اَوْصَاہُ تَبلِیغ سَلَامِہٖ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بِن فُلَانٍ اَوْ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ یُسَلِّمُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔

(حافظ ابن ہمام رح کی مذکورہ بالا سب عبارات فتح القدیر ص ۹۵ ج ۳ اختتام الحج میں موجود ہیں۔

ترجمہ :۔ اور چاہیئے کہ سلام پہنچائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس شخص کا جس نے وصیت کی ہو سلام پہنچانے کی۔ پس یوں کہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہوں یا فلاں بن فلاں یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیج رہا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن ہمام رح لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض پر بھی سلام عرض کرے۔ تفصیل فتح القدیر میں ہے۔ عقیدہ مذکورہ بالا صرف حافظ ابن ہمام حنفی رح کا نہیں۔ بلکہ تمام اُمت مسلمہ کا ہے۔ اور پہلے فتاوٰی عالمگیریہ کے حوالہ سے یہ عقیدہ ذکر ہو چکا ہے۔

جمعیتہ اشاعتہ التوحید و سنتہ کا پہلا فتوٰی

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس سلسلے میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں۔ . . . .

اور صلوٰۃ و سلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ کے حوالہ سے فتوٰی بھی شائع کر چکے ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری)

شیخ ابن ہمامؒ مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے

شفاء الصدور ص ۶۸ مترجم میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ امام ابن الھمامؒ کا قول فتح القدیر میں ایسا ہے۔ جس میں سماع موتٰی سمجھ آتا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے۔ کہ محقق ابن ہمام صاحب ترجیح ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان کے قول کی اتباع تب تک ہے جب تک مذہب کے خلاف نہ ہو خلاف مذہب ہونے کی صورت میں ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ نیلوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں وفی ھذہ المسئلۃ قد خرج عن مذھبہ فلا یتابع علیہ (شفاء الصدور مترجم طبع اوّل ص ۶۸) اور اس سماع موتٰی کے مسئلہ میں ابن ہمام مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے۔ پس اس کی موافقت نہیں کی جا سکتی۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس فتوٰی سے معلوم ہوا کہ جب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ابن ہمامؒ کی موافقت کی تھی۔ اور ان کا عقیدہ فتوٰی کی صورت میں شائع کیا تھا (جیسا کہ ابھی ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالہ سے معلوم ہوا)

اسوقت یہ جمعیۃ حنفی نہ تھی۔ مذہب حنفی سے خارج تھی سبحان اللہ! محقق مدقق نیلوی صاحب جیسے ہونے چاہئیں ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلاّ ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

عنایت اللہ شاہ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے

حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت سلطان الاولیاء مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا

کہنا ہے کہ نیلوی صاحب میرے استاد ہیں۔ جب ابتداء میں ضیاء العلوم سرگودھا میں نیلوی صاحب تشریف لائے تو فرماتے تھے۔ کہ حیات انبیاء علیہم السلام اور سماع انبیاء علیہم السلام عند القبور کی احادیث کو عنایت اللہ شاہ کیول ضعیف کہتا ہے۔ اس پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے۔ حدیث کی کتابیں اور اسماء الرجال کی کتابیں ہمارے سامنے بھی موجود ہیں۔ مگر ہمیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ اس سلسلہ کی ساری احادیث ضعیف ہیں۔ مولانا قاری شہاب الدین صاحب زید مجدہٗ کا کہنا ہے کہ جب ایک زمانہ آیا۔ تو نیلوی صاحب بھی وہی چال چلنے لگے۔ جو عنائت اللہ شاہ صاحب چلے ہوئے تھے۔ تو میں نے کہا اُستاد جی اب آپ پر وحی نازل ہوگئی ہے۔ تو نیلوی صاحب ہنس کر خاموش ہو کر چل پڑے۔

قارئین کرام! معلوم ہوا کہ جس طرح نیلوی صاحب کے نزدیک امام ابن ہمامؒ حنفی مذہب سے خارج ہوگئے ہیں۔ تو گویا نیلوی صاحب بھی پہلے اپنے ذہن نارسا کے مطابق حنفیت سے خارج تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب حنفیت سے اب خارج ہو کر اہل بدعت، معتزلہ، کرامیہ۔ جہمیہ باطل فرقوں میں داخل ہوگئے ہیں خدا تعالےٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

دلیل نمبر ۷

وفی فتح القدیر عن ابی حنیفۃ ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلۃ ویتأمن شیئًا لیراہ المیّت سہلا (العرف الشذی مع الترمذی ص ۲۰۲ ج ۱)

ترجمہ: اور فتح القدیر میں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ زائر قبر کی طرف مُنہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے اور کچھ دائیں جانب ہو جائے تاکہ میت اس کو آسانی سے دیکھ سکے۔

خلاصۃ الفتاوی

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاوی وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میّت کے پاؤں کی طرف سے جائے کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے

کیونکہ اس میں میّت کو نگاہ پھیرنے میں اور سر کی طرف متوجّہ ہونے میں دقت اور مشقّت اور تکان ہو گی۔ (نداء حق جلد ثانی ص ۳۸)

فتاویٰ شامی

علّامہ شامی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ (شامی ص ۶۶۵ ج ۱ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان)

ترجمہ:۔ اور ملا علی قاریؒ کی شرح اللباب میں ہے۔ کہ پھر آداب زیارۃ میں سے یہ طریقہ ہے۔ جو مشائخ فقہاء احنافؒ بیان کرتے ہیں۔ کہ قبروں کی زیارت کرنے والا مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے سر کی جانب سے نہ آئے اس لئے کہ یہ میت کی نظر کو زیادہ مشقت میں ڈالنے والا ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے یعنی جب پاؤں کی جانب سے آئے تو وہ تکان میں ڈالنے والا نہیں۔ کیونکہ وہ مُردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنّہ کا ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۴۳ میں ہے۔

وشرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یأتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ الخ ملا علی قاری الحنفی کی کتاب شرح اللباب میں ہے کہ علماء کرام نے جو آداب زیارت قبور کے بتلائے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی جانب سے آئے اور سر کی جانب سے نہ آئے کیونکہ پاؤں کی جانب سے آنے میں میت کی آنکھوں

اور نظر کے سامنے ہوگا۔ بخلاف سر کی جانب سے آنے کے۔ پس جہاں تک ممکن ہو ایسا ہی کرے۔ اسی طرح دیگر کتب فقہ میں ہے الخ۔ فتویٰ مفتی عبدالرشید صاحب مفتی اعظم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان۔ مدیر سجاد بخاری سے

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو ۔۔۔ دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

دلیل نمبر ۸

مولانا عبدالحی لکھنوی سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وبالجملة لم يدل دليل قوى على نفى سماع الميت ــــــ وادراكه وفهمه وتألمه لا من الكتاب ولا من السنة بل السنن الصحيحة الصريحة دالة على ثبوتها له والحق فى هذا المقام ان هذا كله من تقريرات المشائخ وتوجيهاتهم وتكلفاتهم ولا عبرة بها حين مخالفتها للاحاديث الصحيحة وآثار الصحابة الصريحة واما ائمتنا فهم بريئون عن انكار هذا الامور وانما حكموا فى الحلف بالضرب والكلام والدخول عليه ونحوها بعدم الحنث عند وجود هذه الاشياء بالميت لكون الايمان مبنية على العرف والعرف قاض على ان هذه الامور يراد بها ارتباطها مادام الحياة لا بعد الموت فالكلام بالميت وان كان كلاما حقيقة ويوجد فيه الاسماع والافهام لكن العرف يحكم بان المراد فى قوله لا اكلمك هو الكلام حالة حياته وكذا الايلام وان كان يتحقق فى الميت لكن العرف قاض على ان المراد فى قوله: لا اضربك هو ضربه حيا لا ضربه ميتا وبالجملة فالوجه فى تقييد هذه الايمان هو حكم العرف لا ما ذكروه (عمدة الرعاية حاشيہ شرح الوقایہ باب الایمان ج ۲ ص ۲۲۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کے سماع ، ادراک ، فہم اور درد اٹھانے کی نفی پر کوئی ایک قوی دلیل بھی دلالت نہیں کرتی نہ کتاب اللہ سے نہ سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ صحیح اور صریح حدیثیں ان امور کا میت کے لئے ثبوت فراہم کرتی ہیں ۔ اور اس مقام میں حق بات یہ ہے ۔ کہ نفی سماع کی جملہ تاویلات مشائخ کی اپنی تقریریں اور توجیہیں اور تکلفات ہیں ۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ یہ تاویلات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہیں ۔ ہمارے آئمہ (امام اعظمؒ وصاحبینؒ) میت کے سماع ، ادراک ، فہم ، الم کے انکار سے بری ہیں ۔ علماء کرامؒ نے مارنے کلام کرنے داخل ہونے وغیرہ کی قسم سے حانث نہ ہونے کا جو فیصلہ دیا ہے ۔ جب کہ میّت کے ساتھ ضرب وکلام کا وجود پایا جاتا ہے ۔ تو وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دار مدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا تعلق حیات سے ہوتا ہے نہ موت کے بعد ۔ پس کلام میت کے ساتھ اگر حقیقۃً کلام ہے اور اس کلام میں میت کو سنانا اور سمجھانا بھی پایا جاتا ہے ۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ زندہ کے ساتھ صرف کلام شمار ہو گی اور اسی طرح درد پہنچانا گرچہ یہ بھی مردہ میں حقیقۃً پایا جاتا ہے ۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ضرب زندہ کو ہوتی ہے نہ مردہ کو ۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے نہ مشائخ کے تکلفات پر ؛

دلیل نمبر ۹

امام اعظمؒ خود فرماتے ہیں ۔

وَسُؤَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ حَقٌّ كَائِنٌ فِي الْقَبْرِ وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْجَسَدِ فِي قَبْرِهٖ حَقٌّ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ وَعَذَابُهٗ حَقٌّ كَائِنٌ لِلْكُفَّارِ كُلِّهِمْ وَبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقٌّ جَائِزٌ ،

(الفقۃ الاکبر مع اردو ترجمہ ، البیان الازھری ص ۳۴۳ ناشر ادارہ نشرو اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

سوال نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ فقہ اکبر کی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی طرف غلط ہے دراصل یہ کتاب ان کے شاگرد ابو المطیع البلخی کی تصنیف ہے۔ دیکھو!
امام ذہبی رحمہ اللہ کی العبر ج ۱ ص ۲۳۰ (ندائے حق ص ۴۸۱ جز اوّل)

الجواب فقہ اکبر امام اعظمؒ کی تصنیف ہے۔ مگر اس کے راوی امام اعظم رح سے ان کے شاگرد ابو مطیع البلخی ہیں۔ بہت سے محققین حضرات کی تحقیق یہی ہے

دلیل نمبر ۱ کاتب چلپی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
الفقه الاكبر فى الكلام للامام الاعظم ابى حنيفة نعمان بن ثابت المتوفى (سنہ ۱۵۰ھ) خمسين ومائة رواه عنه ابو مطيع البلخى واعتنى به جماعة من العلما وشرحه غير واحد من الفضلاء منهم الخ (كشف الظنون ص ۱۲۸۷ ج ۲)

ترجمہ: فقہ اکبر علم کلام میں امام اعظمؒ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی سنہ ۱۵۰ھ کی ہے۔ ابو مطیع بلخیؒ نے آپ سے روایت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ علماء احنافؒ کی ایک جماعت نے اس کو قابل اعتماد گردانا ہے اور بہت سے فضلاء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (پھر ان شروح کا تفصیل سے ذکر کیا ہے چلپی صاحب رحؒ نے)

دلیل نمبر ۲ مُلّا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں
قال الامام الاعظم والهمام الافخم الاقدم قدوة الانام ابو حنيفة الكوفى رحمه الله فى كتابه المسمّى بالفقه الاكبر (شرح فقہ اکبر ص ۹)

دلیل نمبر ۳ علامہ شیخ ابو المنتہی احمد بن محمد الحنفیؒ (المتوفی فی حدود سنہ ۱۰۹۰ھ) فرماتے ہیں۔ الفقه الاكبر للامام الاعظم رضى الله تعالى عنه (شرح الفقه الاكبر لابى المنتهى ص ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دلیل نمبر ۴

حافظ ابن قیمؒ بھی اسکو امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں ۔ وکذلک النعمان قال وبعدہ ۔ یعقوب والالفاظ للنعمان من لم یقر بعرشہ سبحانہ ۔ فوق السماء وفوق کل مکان ویقر ان اللہ فوق العرش لا یخفی علیہ ھواجس الاذھان ۔ فھو الذی لا شک فی تکفیرہ ۔ للہ در ک من امام زمان ۔ ھذا الذی فی الفقہ الاکبر عندھم ۔ ولہ شروح عدۃ ببیان (قصیدہ نونیہ ص۶۸ تا ص۹۶ ناشر سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ)

دلیل نمبر ۵

علامہ عبدالقادر القرشی الحنفی ابو المطیع البلخیؒ کے متعلق فرماتے ہیں راوی کتاب الفقہ الاکبر عن ابی حنیفہ (الجواہر المضیہ ص۲۶۵ ج۲)

امام ابو مطیعؒ نے کتاب فقہ اکبر حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے

(بحوالہ مقدمہ البیان الازہر ص۱۷)

دلیل نمبر ۶

علامہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ غیر مقلد تاریخ اہلحدیث ص۶۶ میں لکھتے ہیں ۔

حوالہ فقہ اکبر

اس کے بعد ہم خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں ۔ کہ آپ ارجاء اور مرجبہ سے اور اعتزال اور اہل اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں ۔ چنانچہ آپ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں (پھر میر صاحب غیر مقلد نے فقہ اکبر کی طویل عبارت نقل کی ہے) میر صاحب تاریخ اہلحدیث ص۶۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ۔ امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قرار دیتے ہیں ۔

پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بناء پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں ۔ ۱۲ منہ ۔ پھر میر صاحبؒ تاریخ اہل حدیث کے ص۶۷ میں فقہ اکبر کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ اس عبارت میں آپ نے خالص اہلسنت کے مسائل لکھے ہیں ۔ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ۔ اور صحابہؓ اور خیار تابعین ان پر کاربند تھے ۔ یوں معلوم ہوتا ہے ۔ کہ لکھتے وقت جزاء سزا کے متعلق آیات و احادیث کا

آپ کے سامنے رکھا تھا۔ سب امور کو ملحوظ رکھ کر نہایت احتیاط و اعتدال کی باتیں لکھی ہیں الخ ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

دلیل نمبر ۷ حضرت مولانا حکیم نجم الغنی رامپوریؒ الحنفی المتوفی ۱۳۵۱ھ نے شرح فقہ اکبر لکھی ہے جس کا نام ہے تعلیم الایمان یہ اردو زبان میں ہے اور طویل شرح ہے۔ اس میں مولانا نجم الغنی نے فرمایا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی ہے۔ البتہ معتزلہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۸ مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے والد مولانا عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔ والذی اسمّی الامام الاعظم قدس سرہ کتابۃ فی الکلام الفقہ الاکبر الخ (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار ص ۵)

دلیل نمبر ۹ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی حنفی متوفی ۱۳۳۴ھ فرماتے ہیں۔ حکم بن عبداللہ بن سلمہ بن عبدالرحمن بلخی۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے علامہ کبیر اور فہامہ بصیر تھے۔ ابومطیع کنیت تھی۔ امام سے ان کی فقہ اکبر آپ ہی راوی ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۶۰)

دلیل نمبر ۱۰ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کو مناظرہ کے درمیان فرمایا۔ متفقہ تصنیف حضرت امام اعظمؒ کی فقہ اکبر ہے جس میں علم غیب مدعیوں پر فتوی کفر لگا رہے ہیں۔ فقہ اکبر کو کہاں رکھو گے (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۵۹ء ص ۳۴)

دلیل نمبر ۱۱ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے رسالہ ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ نومبر ۱۹۶۲ء ص ۲۸ میں ہے۔ ۳ فقہ اکبر صاحب کشف الظنون اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ رسالہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت کوفی (متوفی ۱۵۰ھ) کا ہے۔ جو کلام و عقائد پر مشتمل ہے۔ جس کو ابومطیع بلخی نے روایت کیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف شرحیں لکھی ہیں۔ مثلاً محی الدین محمد بن بہاؤ الدین المتوفی ۹۵۶ھ نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے اور اس کا نام....

القول الفصل رکھا ہے۔ مولیٰ الیاس بن ابراہیم السینوبی (المتوفی ۸۹۱ھ) مولیٰ احمد بن محمد المغنیساوی حکیم اسحاق وغیرہم۔ ابوالبقاء الاحمدی نے ۹۱۸ھ میں اس کو منظم کیا۔ اور اس کا نام عقد الجوہر نظم الفقہ الاکبر رکھا۔ اسی طرح ابراہیم بن حسام جو شریفی کے نام سے مشہور ہیں نظم میں لکھا۔ ملا علی قاری نے بھی اس کی شرح لکھی۔ اور اس کا نام منح الازہر رکھا۔ جو عام طور پر زیادہ متداول ہے۔ اسی طرح شیخ اکمل الدین نے بھی شرح لکھی۔ اور اس کا نام الارشاد رکھا۔ (کشف الظنون ص ۱۲۸۷) مضمون نگار مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی (ماہنامہ تعلیم القرآن زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانصاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند و لکھنؤ) سے

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحان اب تک — مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگمان اب تک

دلیل نمبر ۱۲

(اتمام حجت) نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مجتہد اعظم امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رح۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ نے فقہ اکبر میں کہا ہے۔ "هات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الایمان"۔ اس عہد میں اعتزال کا زور تھا۔ الخ (ندائے حق جزء اول ص ۳۴۳)

نیلوی وہ شخص ہے۔ جو اپنی بات کی خود تردید کرتا ہے

گل گئے، گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے — اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

قارئین کرام! ہم نے ان چند دلائل و حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور بھی دلائل تھے۔ چنانچہ آپ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کو بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

معتزلہ کا انکار

استاذ محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں۔ امام کردری فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام صاحب رح کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں۔ تو میں یہ کہوں گا۔ کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے۔ ان کا دعوی یہ ہے۔ کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں اور ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم

امام صاحبؒ کی نہیں۔ چونکہ امام صاحبؒ نے فقہ اکبر میں اہلسنت والجماعۃ کے اکثر قواعد (صحیح عقائد ہونا چاہیے۔) نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ "بے بنیاد" دعویٰ ہے کہ امام صاحبؒ معتزلی تھے (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابو حنیفہ بخاریؒ کی ہے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ باطل صریح طور پر غلط ہے۔ کیونکہ میں نے علامہ شمس الملت والدین الکردری البراتقینی العمادیؒ کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحب کی ہیں۔ پھر آگے ارشاد فرمایا۔ کہ تواطأ علیٰ ذالک جماعۃ کثیرۃ من المشائخ انتھی (ذیل الجواہر ص۴۶۱ ج۲) اسی پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے

(البیان الازھر مقدمہ الفقہ الاکبر ص۱۵ تا ۱۶)

نیز حضرت استاذ مکرم لکھتے ہیں۔

یہ معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ الفقہ الاکبر امام صاحبؒ کی نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ البخاریؒ کی (مفتاح السعادت ص۲۹ ج۲) تسکین الصدور طبع دوم ص۱۵۴

نیلوی صاحب کے انکار کرنے کی وجہ ظاہر ہوگئی ہے۔ کہ چونکہ اس کے اکابر معتزلہ انکار کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب بھی انکار کرتے ہیں

کند جنس با ہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز بباز

قارئین کرام! ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام حسین بن زیادؒ، امام ابو مطیع بلخیؒ، حافظ ابن ہمامؒ۔ پانچ سو علماء کرامؒ جنہوں نے فتاویٰ عالمگیریہ مرتب کیا ہے۔ اور نیلوی صاحب کو ان پر پورا اعتماد ہے۔ اور صاحب خلاصۃ الفتاویٰ۔ علامہ شامی، امام ابن الملک، ملا علی قاریؒ۔ امام طحاویؒ۔ سید احمد طحطاویؒ۔ حضرت گنگوہیؒ۔ حضرت تھانویؒ۔ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ۔ مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہم سب حضرات سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ۔ ابن الہادیؒ ہوں یا ابن حجرؒ، سیوطیؒ، نوویؒ، عیاضؒ ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ دمشقی، ملا علی قاریؒ (حنفی) وغیرہ ہوں۔ سب سماع

عند قبر النبی کے اس لئے قائل ہیں۔ کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ مانتے ہیں۔ ندائے حق جزء ثانی ص ۸۵)

علامہ بحر العلوم حنفی سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں

نیلوی صاحب شفاء الصدور مترجم ص ۴۳ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ نیلوی صاحب اور اس کے معاون بندیالوی نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ راقم الحروف

وما فی ارکان اربعہ ص ۱۵۰ وص ۱۵۱ وما قیل فی ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل لانہ قد ورد فی الحدیث الصحیح ان المیت یسمع صوت النعال من الاحیاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نادی الکفرۃ الملقین فی قلیب بدر وقال انھم یسمعون ولا یقدرون علی الجواب لما لحقھم من العذاب الشدید۔ فمدفوع بالاصول واعتمد علی المحتمل وترک القطعی ۱۲ منہ

ترجمہ: اور مولانا بحر العلوم نے ارکان اربعہ ص ۱۵۰ وص ۱۵۱ میں لکھا ہے۔ کہ یہ بات کہ تلقین فضول ہے۔ کیونکہ میت نہیں سنتا۔ پس یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ یقیناً صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ میت جوتوں کی آواز سنتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے کفار کو پکارا اور فرمایا کہ وہ سنتے ہیں یقیناً لیکن جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ کیونکہ سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ (نیلوی کہتا ہے) (مولانا بحر العلوم کی یہ بات) دفع کیگئی ہے اصول کے ساتھ۔ مولانا بحر العلوم نے احتمالی چیز پر اعتماد کیا ہے اور قطعی چیز کو چھوڑ دیا ہے۔

قارئین کرام: نیلوی صاحب کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے اصول جانتا ہے۔ اور قطعی پر عمل کرتا ہے حالانکہ نیلوی صاحب جیسا بے اصول آدمی ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا۔ خود کہتا ہے۔ کہ سماع موتیٰ نص قطعی سے ثابت ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہے اور پھر خود کہتا ہے کہ چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ

آیات ظنیہ ہیں۔ اس لئے فتوی کفر سے یہ بات مانع ہے (دیکھئے ندائے حق جز ثانی صـ۲۵۶ ۔ تو نیلوی نے اپنا اصول چھوڑ کر امام شافعیؒ کا پکڑ لیا۔ واہ نیلوی تیرے اصول! ع گر گئے ناداں سجدہ میں جب وقت قیام آیا۔

امام زاہد صفار حنفی کا مسلک

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب۔ اور امام زاہد صفار نے جو تلخیص الادلہ میں لکھ دیا ہے۔ کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ تلقین کرنا اور دفن کے بعد تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مسلک ہے۔ (نیلوی صاحب کہتے کہتے ہیں)۔ یہ ان کا وہم ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی صـ۲۳۹)

قارئین کرام! یہ امام زاہد صفار حنفی بخارا کے رہنے والے ہیں۔ اپنے وقت کے امام گزرے ہیں۔ اور فخر الدین قاضی خان حسن بن منصور کے استاذ تھے اور بڑے بڑے فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔ ۲۶ ربیع الاول ۵۳۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ دیکھئے (حدائق حنفیہ صـ۲۴۲)

علامہ زمان امام الاحناف مخدوم محمد ہاشم سندھی متوفی ۱۱۷۴ھ کا عقیدہ

علامہ محمد ہاشم سندھیؒ اپنی کتاب حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے زیارت کے آداب صلوٰۃ وسلام کے کلمات ذکر کرکے صـ۳۰۸ میں لکھتے ہیں۔ بعدازاں سوال شفاعت کند پس بگوید اسئلک الشفاعت یا رسول اللہ سہ بار اتوسل بک الی اللہ ان اموت مسلماً علی ملتک وسبیلک

ترجمہ! صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد شفاعت طلب کرے پس کہے یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ تین بار یہ بات کہے اور کہے کہ میں آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا ہوں۔ کہ میں مسلمان ہو کر مروں آپ کی ملت اور آپ کے طریقہ پر ۔ پھر علامہ صاحبؒ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ اگر کسی نے سلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنے کا مطالبہ کیا ہو تو اس کے سلام بھی پہنچائے ان کی اصل

عبارت یوں ہے۔ **مسئلہ** اگر گفتہ باشد کسے او را سلامے بسوئے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس بگوید السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یا بگوید فلاں بن فلاں یسلم علیک یا رسول اللہ یا بگوید یا رسول اللہ گفتہ است مرا فلاں بن فلاں سلام در جناب شریف تو الخ

پھر علامہ صاحب رح لکھتے ہیں۔ کہ شیخین رض پر سلام پڑھے آخر میں یوں کہے

ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لنا الی ربنا وان یتقبل سعینا ویحیینا علی ملتہ ویمیتنا علیہا الخ ص ۳۱۰

اے شیخین رض ہم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے ہمارے رب کی طرف سفارش کرے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت قبول کرے۔ اور ہمیں اس کی ملت پر زندہ رکھے اور مارے پھر علامہ سندھی لکھتے ہیں۔ و نیز بگوید السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ولو انہم اذ ظلموا انفسہم الخ

وقد جئناک یا رسول ظالمین لانفسنا مستغفرین من ذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسألہ ان یمیتنا علی سنتک وان یحشرنا فی زمرتک الخ حیات القلوب ص ۳۱۱ باہتمام مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح مشہور پریس کراچی میں ۱۳۹۱ھ کو طبع ہوئی۔ (ترجمہ) اور پھر کہے السلام علیک یا رسول میں نے اللہ پاک سے سُنا ہے کہ وہ کہتا ہے اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس آجائیں اور ہم آپ کے پاس آگئے یا رسول اللہ اپنی جانوں پر ظالم بن کر گناہوں کی مغفرت چاہتے ہوئے۔ پس آپ ہمارے اپنے رب کی طرف شفاعت کریں۔ اور سوال کریں۔ کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور ہمیں آپ کی جماعت کے لوگوں کے ساتھ قیامت والے دن جمع کرے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھے اور شفاعت طلب کرے

اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بَضْعَۃَ

رَسُوْلِ اللّٰہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا حَبِیْبَۃَ حَبِیْبِ اللّٰہِ جَزَاکِ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنِ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَرَضِیَ عَنْکِ اَحْسَنَ الرِّضَاءِ جِئْنَاکِ زَائِرِیْنَ مُسْتَشْفِعِیْنَ بِکِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْفَعِیْ لَنَا عِنْدَہٗ یَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّنَا الْعَظِیْمِ فَیُمِیْتُنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَیَحْشُرُنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَیَجْعَلُنَا مِنْ اُمَّتِہٖ الخ (حیات القلوب ص۳۱۴)

آخری دو سطروں کا خلاصہ یہ ہے۔ ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ زیارت کرنے والے شفاعت چاہنے والے تیرے ذریعے سے طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے پس تو شفاعت کرے ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کہ وہ شفاعت کریں ہمارے لئے ہمارے رب عظیم کے ہاں پس وہ موت دے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر اور اس کی جماعت میں قیامت کے دن ہمارا حشر کرے اور کرے ہمیں اس کی امت میں سے

قارئین کرام! نیلوی صاحب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخین رضؓ سے شفاعت طلب کرنے پر غصہ تھا۔ اور شرک وکفر کے فتوے صادر کرتا تھا۔ اب تو نیلوی صاحب۔ حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شفاعت طلب کرنے پر ضرور کفر کی مشین چلائے گا۔ نیلوی صاحب کو چاہیے کہ وہ واضح الفاظ میں حضرت سندھیؒ و حضرت مفتی محمد شفیع پر کفر کا فتویٰ صادر کرے۔ مجمل الفاظ ذکر کرکے تقیہ بازی سے کام نہ چلائے۔

شیخ محمد بن احمد الحموی الحنفیؒ استاد صاحب مراقی الفلاح کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سوال مراقی الفلاح میں ہے اخبرنی شیخی محمد بن احمد الحموی الحنفی بانہم یتأذون بخفق النعال۔ یعنی مردے جوتوں کی آواز سے اذیت محسوس کرتے ہیں۔

جواب! غلط ہے جواب اس قول کا۔ مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر

جانا منع ہے حالانکہ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل اور امام ابوحنیفہؒ و صاحبین اور مذہب حنفیہ اور صحیح احادیث اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۶)

جواب نیلوی صاحب وہ احادیث بیان کریں یا صحابہؓ سے کوئی روایت بیان کریں جن میں جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنا پھرنا مذکور ہو اگر آپ صرف لیسمع قرع نعالہم (وہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے) والی حدیث پیش کریں۔ تو آپ یہ پیش نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اس کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے فلہذا صاحب مراقی الفلاح کے استاذ علامہ حموی حنفیؒ کی تردید آپ کس طرح کر سکتے ہیں۔ علامہ حموی حنفیؒ کا مطلب آپ سمجھے ہی نہیں۔ علامہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوتوں کی آواز جب شدید ہو۔ تو میت کو اذیت ہوتی ہے اس لئے اس کا خیال کرنا چاہیے۔ نیلوی صاحب تم بھی ذرا خیال کرو

؎ نامہ ہے دلبروں کا ذرا بچ کے کھولنا آتش بھری ہے اس میں کہیں ہاتھ جل نہ جائیں

نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا منع ہے۔ یہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے اس لئے کہ بعض آئمہ جوتا پہن کر قبرستان میں جانے کو منع کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفیؒ لکھتے ہیں ولا یکرہ المشی فی المقابر بالنعلین عندنا وکرھہ احمد ولنا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا (طحطاوی علی المراقی ص ۳۴۰)

احناف حضرات کے ہاں قبرستان میں جوتوں کیساتھ چلنا مکروہ نہیں ہے اور امام احمدؒ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب لوگ واپس گھروں کو جاتے ہیں۔ قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ لا یجوز المشی بین القبور بالنعلین (نیل الاوطار بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۵۵ ج ۲)۔

قبرستان میں جوتوں کیساتھ چلنا جائز نہیں ۔ امام طحاوی فرماتے ہیں ایک قوم کے نزدیک جوتوں کے ساتھ قبرستان میں چلنا مکروہ ہے (طحاوی) نیلوی صاحب بتائیے امام احمدؒ اور اس کے مقلدین وغیرہ اور قاضی شوکانی وغیرہ روئے زمین پر رہتے ہیں۔ یا نہ کیا یہ مسلمان نہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

ابن حزمؒ کا مسلک

وقال ابن حزم یجوز وطأ القبور بالنعال التی لیست سبتیۃ لحدیث ان المیت لیسمع خفق نعالھم وخصّ المنع بالسبتیۃ وجعل ھذا جمعًا بین الحدیثین وھو وھم لان سماع المیت لخفق النعال لایستلزم ان یکون المشی علی قبر او بین القبور فلا معارضۃ انتھٰی کلام الشوکانی (تحفۃ الاحوذی ص۱۵۵ ج۲)

ترجمہ! (شوکانی کہتے ہیں) اور ابن حزمؒ نے کہا کہ قبروں کو جوتوں کے ساتھ روندنا ان جوتوں کے ساتھ جائز ہے ۔ جو سبتی نہ ہوں ۔ اس وجہ سے کہ حدیث پاک میں ہے کہ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے ۔ اور جوتوں کے ساتھ چلنا منع صرف سبتی سے ہے ابن حزمؒ نے دو حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے ۔ اور یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ مُردہ کے سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر پر چلنا یا درمیان قبروں کے چلنا ضروری ہو (ہو سکتا ہے کہ قبروں کے قریب سے جوتوں کے ساتھ چل رہا ہو اور مُردہ سن رہا ہو

قارئین کرام! ابن حزمؒ کا ذکر تو درمیان میں ویسے ہی آگیا ہے ورنہ اصل مقصود تو احنافؒ کا عقیدہ لکھنا ہے ۔ تاکہ یہ باطل نظریہ کہ احناف سماع موتیٰ کے قائل نہیں ہیں ختم ہو جائے ۔

نوٹ سبتیہ اس جوتے کو کہتے ہیں ۔ جو گلٹے کے رنگے ہوئے چمڑے سے بنایا جائے (انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ص۱۱۲)

اس قسم کے چمڑے سے جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو اس لئے منع کیا ۔ کہ وہ قبروں پر چل رہا تھا یا اس کے جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی ۔ یا جواز مع کراہت تنزیہ ہے ۔ واللہ اعلم

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا عدم سماع موتیٰ سے رجوع

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ پہلے عدم سماع کے قائل تھے چنانچہ ستہ ضروریہ ص۳۶ میں لکھتے ہیں۔ آج کل کے اہل بدعت (بریلویہ) بھی (باوجود ادعائے حنفیت) چونکہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ اس لئے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں۔ یہ ان کی صریح جہالت ہے یا منہ زوری۔ ورنہ کتب حنفیہ اس کی تصریح سے پر ہیں الخ (بحوالہ ندائے حق طبع اول ص۱۵۷) نیلوی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا بہ حوالہ ندائے حق جلد ثانی ص۲۷۱ میں بھی دیا ہے۔

عدم سماع موتیٰ سے رجوع کی دلیل

حضرت استاذ مکرم محدث اعظم مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر لکھتے ہیں۔ لیکن تینتیس ۳۳ سال تک سماع موتیٰ کا انکار کرنے کے بعد حضرت مولانا... محمد منظور صاحب نعمانی نے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اب سماع موتیٰ کے مُقر ہو گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الفرقان لکھنؤ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ حاشیہ ص۳۲) سماع الموتیٰ ص۱۹۱

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب اپنے مجذوبانہ انداز میں ہمارے استاذ مکرم مدظلہ العالی پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور اب تو خود حضرت نعمانی کی طرف رجوع کی نسبت فرمادی۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے اس کا حوالہ بھی نہیں دیا (ندائے حق جلد ثانی ص۲۷۲)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کو جھوٹ بولنے میں کتنی لذت محسوس ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

قارئین کرام! آپنے سماع موتیٰ کے حوالہ سے پڑھ لیا ہے۔ کہ حضرت استاذ مکرم نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کچھ ایسے لا علاج مریض بن چکے ہیں جن کے حق میں بس یہی کہا جا سکتا ہے۔ ع بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

سرپرست اوّل جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنّۃ کا عقیدہ ۴

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی صاحب لکھتے ہیں۔ ثم اختلف فی ان عذاب القبر للروح فقط او للجسد مع الروح الثانی قول الجمہور وھو المشہور المختار ویؤیدہٗ الاحادیث کقولہ علیہ السلام فیقعدانہ وقولہ علیہ السلام یضرب بین اذنیہ وقولہ علیہ السلام فافرشوہ من الجنۃ والبسوہ من الجنۃ فان کل ذالک من صفات الاجساد فعلم ان التعذیب یکون للجسد مع الروح ۱۲ مولانا نصیر الدینؒ حاشیہ مشکوٰۃ ص۲۵ باہتمام مولانا فخر الدین ومولانا محمد ابراہیم صاحبزادگان نصیر الدینؒ ساکن غورغشتوی

ترجمہ! پھر اختلاف کیا گیا ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا جسد مع الروح کو ہوتا ہے۔ دوسرا قول (یعنی جسد مع الروح) مشہور، ولپسندیدہ ہے اور جمہور کا مذہب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً فرشتے مُردہ کو اٹھا بٹھاتے ہیں۔ مردہ کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے۔ اس مردہ کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ۔ یہ ساری صفات جسم کی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عذاب قبر جسد مع الروح ہوتا ہے۔

۲ ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سیوطیؒ کی شرح الصدور ومرقاۃ سے نقل کرتے ہیں۔ ان سائر الاموات ایضاً یسمعون السلام والکلام الخ

ترجمہ! تمام مُردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ص۱۳۴)

۳ ۔ صلوٰۃ وسلام انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد پر پیش کیا جاتا ہے اور الانبیاء احیاءٌ فی قبورہم یصلون (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز یں

پڑھتے ہیں) یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ص ۱۳۲ ج ا

۴ ۔ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ (الحدیث) کے بین السطور لکھتے ہیں۔ ای سمعا حقیقیا بلا واسطۃ (مشکوٰۃ ص ۹۳) حقیقی سماع سے بغیر کسی واسطہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں (۵) میں "نصیر الدین غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کے وفات کے بعد برزخی حیات کے قائل ہوں وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں۔ کہ روضہ پاک کے قریب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں۔ اور جناب مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

قارئین کرام! یہ باب بہت طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو بند کیا جاتا ہے۔ اس باب میں دلائل کے ساتھ امام اعظمؒ وصاحبینؒ اور محققین حنفیہؒ سے سماع موتیٰ کے عقیدہ کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ حضرات غور کریں۔ جو کہہ دیتے ہیں۔ احنافؒ کے ہاں سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے

لگا دیئے ہیں مَیں نے مضامین نو کے انبار — خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

باب الفتاویٰ

علماء اہلسنت وجماعت علماء دیوبند کے فتوے بدعتی گروہ پر

۱ فتویٰ دارالعلوم دیوبند

استفتاء یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں۔ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار پاک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ و روحہٖ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں آتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ الحدیث وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ بَعِیْدٍ اُعْلِمْتُہٗ رَوَاہُ ابوالشیخ وَسَنَدُہٗ جَیِّدٌ (القول البدیع ص۱۱۶) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الانبیاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ رَوَاہُ ابنُ عَدِیٍّ والبیہقی وَغَیْرُھُمَا (شفاء السقام ص۱۳۴) دو تین حدیثیں نقل کر

دی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں۔ اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود ہیں۔ اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳ ۵/۷۶ ھ (مہر دار العلوم دیوبند) الجواب صحیحؒ جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ ۱۲ شوال ۱۳۷۶ھ، اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہٗ، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور، الجواب صواب محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر (بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص۱۴۱ تا ص۱۴۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ مفتی مہدی حسنؒ نے بجسدہٖ زندہ فرمایا۔ بجسدہٖ وروحہٖ نہیں فرمایا آخر اس میں کیا نکتہ ہے (ندائے حق جزء ثانی ص۴۶)

الجواب

جناب نیلوی صاحب چونکہ سائل آپ کی طرح حیات جسمانی کا منکر تھا اس لئے اس کی گندگی اور بدعقیدگی کو دماغ سے نکالنے کے لئے حضرت مفتی صاحبؒ نے ایسا فرمایا ہے۔ نیز نیلوی صاحب اس فتوی کو پڑھ کر آپ کے ہوش و حواس باختہ ہوگئے ہیں ورنہ اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہٖ ہے ؎

سمجھ میں تیرے نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
اگر تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

۲ ۔ فتوی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً مسلماً ۔

امابعد! حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ الآیۃ اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فَاِنَّهٗ قَدْ مَاتَ ۔ اس کے شاہد عدل ہیں۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے

یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے بانی دار العلوم دیو بند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل۔ تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا صف ۲۷ انتہی۔ لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین۔ یہ امر مسلّم ہے۔ کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلّم اور مجمع علیہ ہے۔ کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر، بطش ومشی وکلام وغیرھا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے۔ اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا۔ عقیدہ فاسدہ ہے۔ اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین۔ طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا۔ مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور رسالہ ھذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

(الاحقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان ۲/۲۷ھ)

منقول از رسالہ القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مؤلفہ شیخی ومرشدی ومولائی وسیدی حضرت العلامۃ امام الاولیاء فی زمانہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۳- فتویٰ جامعہ اشرفیہ

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ۔ ڈاک خانہ ایضاً تحصیل بھکر ضلع میانوالی کے پیڈ پر ۲/۱۸ کو تین سوالات لکھ کر جامعہ اشرفیہ کے مفتی سے اس کی وضاحت طلب کی جس کو بعینہٖ ان ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایں جا خیر عافیت آں جا باشد معروض آنکہ کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں۔

مسئلہ ۱ ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے مسئلہ ۲ ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز کیسی ہے مسئلہ ۳ ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضؓ کو گالی دیتا ہے اور بُرا جانتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے

نوٹ - ان تمام سوالات کا جواب مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے

فقط والسلام العبد لاشی حافظ محمد یوسف بقلم خود عفا اللہ عنہ

الجواب واللہ الموفق للصواب

سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواتر احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے۔ اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے۔ جو لغۃً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۲۲ ج ۲) میں ملّا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں۔ من صلّی عَلَیَّ عِندَ قَبرِی سَمِعتُہُ الخ حدیث ای سمعًا حقیقیًا بلا واسطہ نیز علی قاریؒ ارقام فرماتے ہیں۔ واعلم ان اھل الحق اتفقوا علیٰ ان اللہ تعالیٰ یخلق

فی المیت نوع حیاۃ فی القبر فدرما یتألم و یتلذذ (شرح فقہ اکبر ص۸ حاشیہ مواقف ص۳۱۷ ج ۸) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست (فتاویٰ عزیزی ص۹۳ ج ۱) (فاقول) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک و تواترت بہ الاخبار (حاوی للفتاوی ص۱۴۷ ج ۲) عالمگیری ص۲۶۵ ج ۱ - مراقی الفلاح ص۲۴۷

۲ ۔ جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت و گناہ ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے

۳ ۔ اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہؓ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے۔ اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ومن سب اصحابا فسق فتاوی عزیزی ص۹۵ ج۲ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ شیر محمد علوی خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
جمیل احمد تھانوی

مہر مرکز علوم اسلامیہ
جامعہ اشرفیہ رجسٹرڈ لاہور
۱۳۶۶ھ

نوٹ = راقم الحروف نے اس فتویٰ کی فوٹو کاپی ۱۶ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ کو حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر مطالبہ کیا کہ آپ اس فتویٰ کی تصدیق فرمادیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی آپ کے الفاظ یوں ہیں ________ تصدیق تو پہلے سے لکھی ہوئی ہے

جمیل احمد تھانوی

مگر اس پر دوبارہ مہر لگی ہوئی نہ تھی۔ بندہ بروز جمعرات یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء مطابق ۷ صفر ۱۴۰۸ھ کو لاہور پہنچا اور جامعہ اشرفیہ میں مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہ العالی سے ملاقات کرکے عرض کیا کہ اس پر مہر لگادی جائے تو بہتر ہوگا۔ مولانا نے شفقت فرماتے ہوئے یہ فتویٰ مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مہتمم نے بھی تصدیق بایں الفاظ فرمائی (الجواب صحیح محمد عبیداللہ) اور مہر دوبارہ واضح کرکے لگادی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء اس فتوے کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

(الجواب ...)

سماع انبیاء علیہم السلام احادیث کثیرہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے
اگر ان متواتر احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے اس کے پیچھے نماز جنازہ حرام ہے اور اگر ان میں کوئی تاویل
کرتا ہے جو لغتہً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہو تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی (ناجائز ہے) اور جن لوگوں کو امام کے عزل و نصب میں دخل
ہے ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا امام صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے
نماز پڑھیں تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور ان کے دونوں صورتوں میں جماعت نہ ہو تو ان کی نماز منفرد
سے بہتر ہے۔ مرقات شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۱۲ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: ان الملائکۃ [illegible]

ای سماعا حقیقیا بلا واسطۃ۔ نیز علی قاری ارقام فرماتے ہیں: واعلم ان اہل الحق اتفقوا علی ان
اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیوۃ فی القبر قدر ما یتالم و یتلذذ۔ شرح فقہ اکبر ص ۸۰ حاشیہ مواقف ج ۳ ص ۲۱۲
شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ... محدث دہلوی [illegible] فرماتے ہیں: انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد
بودن آن شبہ نیست۔ فتاوی عزیزی ج ۲ ص [illegible]۔ و قالوا ان حیاۃ الانبیاء فی قبورہم و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام
عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواترت بہ الاخبار۔ حاوی للفتاوی ج ۲ ص [illegible]

(۳) جب کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں ہے اور اگر اس کا شرک قطعی
دلائل سے ثابت ہو ... تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا [illegible]
[illegible]

کتبہ [illegible] خادم دار الافتاء
جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
احمد [illegible]

الجواب صحیح
محمد عبداللہ

الصدق [illegible]
احمد [illegible]

مرکز علوم اسلامیہ
جامعہ اشرفیہ
فیروز پور روڈ لاہور
۱۳۶۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

سماع انبیاء علیہم السلام کا منکر بدعتی ہے مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسائل و عقائد مندرجہ ذیل

۱۔ زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں وہی قابل عمل ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیلئے ید ین (ہاتھ) وجہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ کتاب فصلت آیاتہ من لدن حکیم خبیر۔ اس مسئلہ میں اہلسنت والجماعت کے مخالف کون ہے

۲۔ زید کہتا ہے کہ جن صحیح حدیثوں میں سماع موتیٰ کا ذکر آگیا ہے ہمیں اس حد تک سماع الموتیٰ کا قائل ہونا چاہیئے اور اس کو سماع الموتیٰ فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتیٰ کی سب حدیثیں موضوع ہیں اگرچہ بخاری و مسلم میں ہوں اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے۔

۳۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جواہر القرآن ص۱۹ ج ۱ ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ اُمت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا مطلب ہے اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے یا خانصاحب رح نے غلط لکھا ہے

۴۔ انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے۔ عمرو کہتا ہے ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع و ناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے

۵ ۔ زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ زبدۃ المناسک میں استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اسی طرح عند قبر الشیخینؓ۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ نا جائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے

۶ ۔ زید کہتا ہے جہاں انسان کا جسم عنصری ہو۔ اس کو وہاں عذاب ہوگا۔ اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے

عمرو کہتا ہے۔ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہوگا وہی قبر ہوگی یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچا کون اور جھوٹا کون ہے بینوا توجروا عند اللہ العظیم

المستفتی حافظ عبدالکریم مسلم وند انساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

فتویٰ مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱ - زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی۔ کما لا یخفی علی ذوی الفہم

۲ - سماع کا مسئلہ صدر اوّل سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ زید نے جو قول اختیار کیا ہے یہی قائلین سماع موتیٰ کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں۔ عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے۔ یہ نیا قول ہے۔ سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتیٰ میں اختلاف ضرور ہے مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

۳ - عام مسلّم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سنتے ہیں۔ جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں اس لئے اس کا منکر بدعتی ہے

۴ - زید حق پر ہے ۵ - عمرو جھوٹا ہے ۶ - اس میں زید کا قول اہل السنّت والجماعت کی اکثریّت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیّت میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے ، ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۱ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

مہر

الجواب صحیح
بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ ۲۴ جمادی الآخریٰ ۱۴۰۱ھ
نصرت العلوم گوجرانوالہ ۲۹ ۴/۸۱

مہر

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱۔ زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی کما لا یخفیٰ علی ذوی الفہم۔

۲۔ سماع کا مسئلہ صدر اول سے مختلف فیہ چلا آتا ہے زید نے جو قول اختیار کیا ہے یہی قائلین سماع موتیٰ کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے یہ اپنا قول ہے سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے مسئلہ سماع موتیٰ میں اختلاف ضرور ہے مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا بڑی دلیری ہے۔

۳۔ عام مسلم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سنتے ہیں جیسا کہ روایت حدیث میں آیا ہے اور یہی مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں ہے اس لئے اس کا منکر غلطی پر ہے۔

۴۔ زید حق پر ہے ۵۔ عمرو جھوٹا ہے ۶۔ اس میں زید کا قول اہل السنۃ والجماعت کی اکثریت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی [illegible] میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی مدرسۃ المسلمین تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

[illegible] جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

[illegible]

دار الافتاء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب مفتی اعظم سرگودہا کا فتویٰ

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہلسنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ صرف دیوبند کے علماء کا نہیں۔ بلکہ ائمہ اربعہ اس عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں۔ جیساکہ قطب ربانی ابوحنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا ہے صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسدی کے قائل نہیں اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت میں شمار ہوتے ہیں اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے مگر حیات سے بے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے اور اسی کی ترویج چاہتا ہے۔ بالیقین اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ بدعت فی الدین تو بفرمان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کل بدعتہ ضلالۃ گمراہی ہے اور اس کی ترویج اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ کبیرۃ گناہ کبیرہ ہے اور فاسق مجاہر کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے نیز ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی رابطہ نہیں۔ جیساکہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف فرما دیا ہے۔ بہرحال منکر حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر غیرت و انصاف کا شائبہ ہے۔ تو صاف طور پر وہ اپنے آپ کو معتزلی کہلائیں اور دیوبندی کہلا کر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان

احقر احمد سعید عفی عنہ۔ جامع عربیہ سراج العلوم سرگودہا

مہر سراج العلوم

مہر دستخط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہلسنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے
یہ عقیدہ صرف علماء دیوبند کا نہیں بلکہ اکابرین اس عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں۔ جیساکہ قطب ربانی
ابوحنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسمانی کے قائل نہیں۔ اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت
میں شمار ہیں۔ اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم دارالعلوم
دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے
فتاوی میں تحریر فرمایا ہے۔ تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات
روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے مگر حیات سے بے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے
اور اسی کی ترویج چاہتا ہے۔ بالیقین اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے اسکے
پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ بدعت فی الدین تو بفرمان نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
کل بدعۃ ضلالۃ۔ گمراہی ہے اور اسکی ترویج اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ
کبیرۃ۔ گناہ کبیرہ ہے تو ایسے مبتدع کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

نیز ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیساکہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف
فرمایا ہے۔ بہرحال منکر حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر غیرت و انصاف کا شائبہ ہے تو صاف کہدیں وہ
اپنے آپکو معتزلی کہلوائیں اور دیوبندی کہلاکر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان

احقر احمد سعید عفی عنہ۔ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم سرگودھا

مفتی احمد سعید
تاریخ ....
خطیب جامع مسجد سرگودھا

جامعہ ... سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۴۰۱/۶/۱۳ ھ

۱۴۶
ج ۲۶

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل و عقائد جو مندرجہ ذیل ہیں

۱ ۔ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی ۔ (کتابٌ فُصِّلَتْ آیاتہٗ من لدُن حکیم خبیر) اس لئے حضرت عمر رضؓ نے جواباً عرض کیا حسبنا کتاب اللہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے ۔ بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں الخ اربعین حدیث ص۴ و ص۵ مؤلّف مولوی اللہ بخش صاحب گکڑھٹہ مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی ۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مُردے نہیں سُنتے اور اس کا رسول کہے ۔ جی سنتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب و مخالفت کرسکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا ۔ آھ ۔ بلفظہٖ اربعین حدیث ص۵

۳ ۔ اللہ تعالےٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی ! نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ۔ اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں یہ سچے ہیں یا اللہ تعالےٰ خوب غور سے سوچو ۔

اربعین حدیث ص۱۱

۴ ۔ بعد از موت سماع و رؤیتہ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے (اربعین حدیث ص۲۸)

۵ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود و سلام عند القبر سُننا و جواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے ۔ دعوۃ الرشاد ص۸ مؤلّف مولوی اللہ بخش صاحب گکڑھٹہ

مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی

۶ - یہی مسئلہ سماع اموات توحید کے راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اربعین آیات ص۱۲ مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت شاہ صاحب گجراتی ۔

۷ - چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی تابعی تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث (من صلّٰی علیؐ عند قبری سمعتہ) آپ کو اچھال رہی ہے اس پر مکمل بحث انشاء اللہ اپنے مقام پر آرہی ہے ۔ اور موضوع حدیث پر عمل کرنیکا تمغہ من خدّام الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنیوالوں سے) بھی حاصل ہو جائے گا (ندائے حق ص۱۳۴ محمد حسین نیلوی سرگودھا)

۸ - خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبیؐ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدث مفسر ۔ صحابی ۔ تابعی ۔ تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا ۔ اور سب کا اجماع تھا کہ نبی صلعم قبر شریف کے پاس بھی نہیں سُنتے چہ جائیکہ دور ہاں درود و سلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے مگر پہنچنے اور سُننے میں فرق ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے ندائے حق ص۱۳۵

۹ - بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابوہریرۃ ہی سے روایت ملی ۔ جس کی روایت عموم قرانی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے الخ نداحق ص۱۳۵

۱۰ - انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اجساد محفوظ ہیں ۔ (محصلہ) اقامۃ البرہان ص۲۲۶ تا ص۲۳۵

۱۱ - استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، و عند قبر الشیخین (حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ) فقہاء احنافؒ وغیرہم اور علماء دیوبندؒ کے نزدیک جائز ہے ۔ جیسا کہ فتح القدیر و نور الایضاح و فتاویٰ رشیدیہ و زبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو بناسپتی دیوبندی کہتا ہے ان کی عبارات حسب ذیل ہیں ۔ ۱ ۔ حاصل کلام

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہؓ اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہل سنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے فماذا بعد الحق الا الضلال اقامۃ البرہان ص۳۱۲۰ لسجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی (۲) اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر جاکر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو حضورؐ سے دعا کراؤ اور حضورؐ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے پھر صرف حضورؐ کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی پکار پکار کر کہو اے ابابکرؓ اے عمر حضور کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں۔ اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی کے زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ وغیرہ وغیرہ بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ۔ (الی ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبدالقادرؒ کو دور نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرمؐ اور ابوبکر و عمر کو پکارے تو موحد اگر ان تین کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک ندائے حق ص۲۹۸ (۳) خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) سے درخواست کرتم حضورؐ کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ بریلویوں سے ایک قدم آگے وہ تو کہتے ہیں اے فقیر میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا و التجاء) ہے اور پنج پیتی دیوبندی فرماتے ہیں ہماری ابوبکر و عمر کے آگے اور ان کی حضورؐ کے آگے اور پھر حضورؐ کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ ندائے حق ص۶۷ (۴) پس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ حنفی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضورؐ سے دعا، استغفار، استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس (ندائے حق ص۳۱۱)

۱۲۔ **عذاب قبر کا انکار** | قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں

عذاب وثواب ہوتا ہے۔ وہ مومن کے لئے علیحدہ مقام ہے۔ یعنی روضة من ریاض الجنة (البرزخیہ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرة من حفر النیران (البرزخیہ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضورؒ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرما دی۔ جس میں تنعیم و تعذیب ہوتی ہے۔ اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم و تعذیب کی التزاماً تردید ہو گئی۔

وہذا ھو الحق وبہ یقول اھل الحق وبہ نأخذ والحمد للہ رب العالمین (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱۔ کیا یہ عبارات مذہب اہل سنت و علماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف

۲۔ کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہل سنت ہیں۔

۳۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

المستفتی احقر محمد حبیب اللہ۔ مدرس دار العلوم مدرسہ نعمانیہ
شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب باسمہٖ تعالےٰ

۱ ۔ یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج نہیں ہیں غلط ہے اللہ تعالےٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یعلمھما لکتاب والحکمۃ بھی فرمایا ہے ۔ احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کے حکم میں ہے ۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے ۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکور عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں ۔

۲ ۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سُنتے ۔ بلکہ ان اللہ یسمع من یشاء میں سننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے ۔ صحیح روایات کو موضوع کہنا جہل ہے

۳ ۔ یہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ میں قریب سے سُنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درُود پہنچاتے ہیں ۔

۴-۵ سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں ۔ بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ۔ اخرج ابوالشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صل علی عند قبری سمعتہ ومن صلے علی نائیا بلغتہ (فتح الباری پ ۱۳ ص ۲۷۹) دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔

۶ ۔ سماع موتی میں علماء کا اختلاف ہے ۔ اگر سماع اموات ثابت بھی ہو ۔ تو توحید میں رکاوٹ نہیں ۔ بلکہ توحید کی تائید ہے ۔ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی سُنانے والے ہیں ۔

(مہر) علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی ۵ ۔ پاکستان

۷ ۔ صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے

پہنچاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ کہ دو شخص آنحضورؐ کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہاں کے ہو۔ کہنے لگے طائف سے فرمایا اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا۔ جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہؓ فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضورؐ کو تکلیف دیتے ہیں۔ ۸۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کما فی جذب القلوب۔ ۹۔ انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۸۔ استشفاع بمعنی توسل جائز ہے۔ قبر اس گڑھے کا نام ہے۔ جس میں مردہ دفن ہو اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضورؐ نے شاخیں رکھی ہیں۔ جس شخص کے یہ عقائد ہوں ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے کما فی الشامی والدر المختار

فقط واللہ اعلم

(کتبہ) رضاء الحق عفا اللہ عنہ دارالافتا جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(مہر و دستخط) مفتی ولی حسن
رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

(۱) یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا قول نبی کو یہی بتایا ہے۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں یعلمہم الکتاب والحکمۃ بھی آیا ہے احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کا حکم رکھتی ہیں۔ عقائد کا ثبوت

(۲) احادیث سے بھی ہوتا ہے عذاب قبر کا بعد شرح عقائد میں مذکور عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

(۳) اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سنتے بلکہ ان اللہ یسمع من یشاء میں سننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے
صحیح روایات میں کو موضوع کہنا باطل ہے

(۴) یہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قریب سے درود سنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود
پہنچاتے ہیں

(۵) سماع انبیاء پر تیسری صدی کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اخرج ابو الشیخ
فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ فتح الباری
ج ۶ ص ۳۵۲ دیگر محدثین نے اسکی بنا پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۶) سماع موتی میں علماء کا اختلاف ہے اگر سماع اموات ثابت نہیں بھی ہو تو عقیدہ میں رکاوٹ نہیں۔
عقیدہ توحید کی تائید ہو تو [illegible] میں مسئلہ واضح ہے

(۷) صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ حضرت [illegible] واقعہ صحیح بخاری
میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضرت کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہاں کے ہو
کہنے لگے طائف کے تو فرمایا اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں سزا دیتا۔ جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ فرماتیں
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہو۔ (۸) حضرت ابوہریرہ کے بارے میں [illegible] نیز یہ حدیث ابن [illegible]
سے بھی مروی ہے کما فی جذب القلوب۔ (۹) [illegible] احادیث کا [illegible] حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر [illegible] شوکانی نے اسکو صحیح کہا

(۱۰) استشفاع بھی توسل جائز ہے۔ [illegible]
[illegible]

فقط واللہ اعلم
کتبہ [illegible] عفا اللہ عنہ
دار الافتاء [illegible]
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب صحیح
المفتی ولی حسن [illegible]

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ حق چار یار رض

مذہب اہل سنت والجماعت زندہ باد
مسلک علمائے دیوبند زندہ باد
عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں۔ اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کی تو مستقل تصنیف "حیات انبیاء" پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف ...... اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعوےٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ وَاللہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیلَ۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہٗ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵	۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہٗ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ	۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہٗ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان	۶۔ مولانا محمد ادریس کان اللہ لہٗ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	۸۔ مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہٗ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور	۹ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہٗ مہتمم دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہٗ ناظم نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور (تلک عشرۃ کاملۃ)

منجانب:۔ **حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات**

پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء

فتوے

حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی رُوح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قبر پہ درود سلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا حوالہ نمبر ۴۴۴/۹۴

مورخہ ۲۷/۳/۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے۔ امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے وکرہ امامت الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل او عمل او حال بنوع شبہ او استحسان (ص ۱۶۵)

حضرت موسٰے علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی

خیر المدارس ملتان

۲۷.۳.۱۴۰۷ھ

مہر

از ڈیرہ اسماعیل خان (۷۸۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ
یہ عقیدہ رکھنا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے۔
آپکا اپنی قبر اور جسد کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قبر پر درود و سلام پڑھا
جائے تو ثواب ملتا ہے، لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے؟
اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔

۷۷۶/۲۲ الدنیہ
۲۷ / ۳ / ۱۴۰۷ھ

جواب

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر
تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے۔
امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے وکرہ امامۃ الفاسق
والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ او استحسان
(ص ۱۶۵) حضرت موسٰی علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز
پڑھتے دیکھا (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپکی حیات پر
فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں ——— فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲۷ / ۳ / ۱۴۰۷ھ

[illegible signatures and stamp]

۲۷ / ۳ / ۱۴۰۷ھ

مسئلہ سماعِ صلوٰۃ وسلام وحیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت مولانا محمد شریف صاحب شیخ الحدیث

خیر المدارس ملتان اور اکابر علماء ملتان کا

متفقہ فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً : رسالہ "تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین" پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان "فتویٰ" من جانب خطباء اہل سنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کیا گیا ہے۔ وہ عبارت میری ہے۔ میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ!

اگر روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں۔ بلکہ

جمیع اہل سنت والجماعۃ اس کے قائل اور مثبت ہیں۔ اور تمام اکابر

دیوبند کا یہی عقیدہ ہے

" جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ وہ حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دُور رہنا چاہیے۔

اب میں علی وجہہ البصیر بتائید منقبیان خیرالمدارس و قاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔ جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے۔ اسے غلط سمجھیں۔

میری طرف منسوب کر کے " اعلان برأۃ " کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کی گئی ہے۔ وایک حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی۔ لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبدالہادی نے اسی حدیث کے مضمون و معنی کو صحیح قرار دیا ہے۔

(الصارم المنکی ص ۱۱۳)

اور یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سلام خود سنتے

علامہ شوکانیؒ اسی قسم کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ص ۲۸۲

ثم حکم ابن عبد البر مع ذالک بصحتہ پھر ابن عبدالبر نے اس بحث کے باوجود

لتلقی العلماء لہ با لقبول اھ یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

نیل الاوطار ج ۲۴ / ۱ اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول

کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

مہر

التحریر صحیح محمد شریف کشمیری (شیخ الحدیث وصدر مدرس خیرالمدارس ملتان

محمد شریف عفاء اللہ عنہ جالندھری ۲۶ رجادی الأخریٰ ۱۴۰۱ھ

مہر مہتمم مدرسہ خیرالمدارس رجسٹرڈ ملتان شہر

الحق مع الجماعۃ بندہ محمد صدیق مدرس خیرالمدارس ملتان

اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے ۔ کہ روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں ۔ اور دور سے صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۷/۶/۱۴۰۱ھ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ اس کا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں ۔ یہ سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۶/۶/۱۴۰۱ھ ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مہر دارالافتاء مدرسہ عربیہ خیرالمدارس ملتان

مہر مفتی خیرالمدارس ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلا خوف وتردید یہ بات کہی جا سکتی ہے ۔ کہ آج تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے ۔

کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی ۔ علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی ۔ سیرت کی ہو یا تاریخ کی ۔ کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے ۔ کہ آپ عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے ۔ اس لئے جو شخص عدم سماع عندالقبر کا عقیدہ رکھے ۔ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے ۔ فقط واللہ اعلم

ہو المصوب بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

اکابر دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ روضہ مطہرہ پر صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ سنتے ہیں ۔ محمد انور شاہ غفرلہٗ مفتی جامع قاسم العلوم ملتان ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ

مہر دارالافتاء مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

۷۸۶

الفتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرماویں نوازش ہوگی۔ کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید و بکر کا اختلاف ہے

زید کا عقیدہ

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنے روضۂ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے

۲۔ قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے۔ اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔

۳۔ دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے۔ یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔

بکر کا عقیدہ

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں۔ اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دور و نزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم پر پیش ہوتا ہے۔ جسم بے روح قبر میں محفوظ ہے

۲۔ قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی جسم ہوتا ہے

۳ دعاؤں میں انبیاء و اولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے وسیلہ بالذات بالاحیا جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے۔ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی مختصر تصریح ضروری ہے فقط بینوا توجروا!

خادم اہل سنّت محمد یعقوب ہرتولی پاکستان

ع۷/۴ ب

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے۔ وہ صحیح عقیدہ ہے فقط

واللہ اعلم حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

مہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریقین کا متفقہ فیصلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بعد الوفات حیات دنیویہ نہیں ہے بلکہ برزخی جسمانی ہے۔ یعنی جسم مثالی سے نہیں ہے۔ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے۔ اور تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امیر عبداللہ بقلم خود ۶/۹/۸۵	مولوی حبیب اللہ بقلم خود
بندہ عبدالحکیم عفا اللہ عنہ ۶/۹/۸۵	عبدالسلام عفی عنہ
	عبدالقدوس عفی عنہ
عبدالستار بقلم خود ۶/۹/۸۵	عطاء الرحمان رحمانی عفا اللہ عنہ
اللہ نواز بقلم خود ۶/۹/۸۵	محمد اسلم بقلم خود
غلام فرید	

نوٹ:۔ اس مناظرہ کی وضاحت اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

وضاحت یہ مناظرہ ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب موضع مندھراں میں مذکورہ تاریخ کے مطابق ہوا۔ جس میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنّۃ کے مناظر مولوی امیر عبداللہ نے دلائل بیان کرتے ہوئے فتویٰ لگایا۔ کہ جو آدمی قیامت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی حیات روح مع الجسد کا قائل ہے۔ وہ منکر قرآن ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی مناظر اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) نے دلائل بیان کرتے ہوئے حیات انبیاء علیہم السلام کی رُوح مع الجسد ثابت کی ہے۔ اور امیر عبداللہ کی باتوں کا مسکت جواب دیا۔ جس کے باعث وہ عاجز ولاجواب ہوا۔ بالآخر طے پایا۔ کہ مناظرہ کے بجائے فیصلہ کیا جائے۔ تو یہ فیصلہ ہوا۔ جس کو قارئین کرام نے پڑھ لیا ہے۔ تحریر کے علاوہ اس فیصلہ کو دونوں مناظرین نے پڑھ کر سُنایا جس کو کیسٹ میں محفوظ کیا گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ لیکن یہ لوگ اب اس عقیدہ پر قائم نہیں ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی معاہدہ اور فیصلہ ہوا تھا۔ مگر یہ لوگ وقتی ضرورت کے تحت اس کو تسلیم کرکے بعدہٗ انکار کر دیتے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت نصیب کرے (آمین)

باب رد الفتاویٰ

غلط فتووں کی تردید

فتویٰ نمبر ۱ نیلوی صاحب کے شاگرد جناب فیاض احمد صاحب (اسٹیٹ بنک آف پاکستان مال روڈ راولپنڈی) نے نیلوی صاحب کی خدمت میں ایک سوال بھیجا تھا۔ جس کا نیلوی صاحب نے جواب دیا ہے۔ راقم الحروف اس استفتاء وجواب استفتا کو بعینہٖ نقل کرتا ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ مکرمی استاد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد گزارش ہے کہ کیا امام شافعیؒ عند القبر سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ یا عدم سماع کے قائل ہیں ان کا جو مسلک بھی ہے بحوالہ تحریر فرما کر ہم پر احسان فرمائیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ والسلام مع الاکرام السائل احقر فیاض احمد غفرلہٗ

المغنی لابن قدامہ حنبلی اور تکملہ شرح المہذب للسبکی شافعیؒ میں لکھا ہے۔ کہ میت قبر کے پاس کچھ نہیں سنتا۔ پھر انہوں نے دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت فرمائی انک لا تسمع الموتےٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور پھر فرمایا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مذہب ہے۔ پھر فرمایا۔ وبہٖ قال الشافعی رحمۃ اللہ۔ اس عبارت میں اس امر کی تصریح ہوگئی۔ کہ ان دونوں اماموں کا اس مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ اور امام مالک کی کتابیں ہمیں مُہیا نہیں ہوئیں اور جو مؤطا امام مالکؒ موجود ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بالتصریح نہیں۔ مگر اشارہ ملتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا۔ کہ جسم قبر عرفی میں مدفون ہے۔ اور پھر روح کو قیامت کے دن اس جسم میں واپس بھیجے گا۔ جب روح یہاں نہیں تو سُننا کہاں سے کیونکہ سُنتی تو روح ہے اور روح اب قبر میں ہے نہیں۔ قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُنتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ

اربعہ سماع موتیٰ کے قائل نہیں۔ یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام ابن تیمیہؒ کی ضد میں سماع موتیٰ کا قائل ہو جاتا ہے جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتیٰ کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ پھر سبکی نے جو ضد میں کہی یار لوگوں نے اسی بات کو لے کر مشہور کر دیا۔ چونکہ سبکی شافعیؒ مسلک کا مقلد تھا۔ لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ امام شافعیؒ کا مسلک عدم سماع موتیٰ ہے۔ ولیس کذالک۔

محمد حسین غفرلہ صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

الجواب نیلوی صاحب کا یہ جواب فیاض احمد صاحب نے ۱۴/۳/۸۶ کو ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر جواب طلب کیا تھا۔ حضرت استاذ مکرم نے مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مفتی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کو اس کے جواب لکھنے کا حکم دیا۔ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے نیلوی صاحب کا یہ جواب راقم الحروف کو دکھایا تو راقم الحروف نے اس کے جواب لکھنے کی خواہش کی چنانچہ مفتی صاحب نے یہ جواب میرے حوالے کر دیا۔ راقم الحروف نے اس کا طویل اور مفصل جواب لکھا۔ مگر مفتی صاحب نے اس کا خلاصہ نکال کر مختصر سا جواب فیاض احمد صاحب کو روانہ کر دیا تھا۔ اب اس فتوے کا مکمل جواب لکھا جاتا ہے۔ تاکہ قارئین کرام پڑھ کر نیلوی صاحب کی ایمانداری کے بارے میں اپنا کوئی نظریہ ورائے قائم کر سکیں فلہذا جواب ملاحظہ ہو۔

الجواب محترم جناب فیاض احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدازیں گذارش ہے۔ کہ جناب نے نیلوی صاحب کا یہ فتویٰ جو ہمارے پاس تبصرہ و جواب کے لئے بھیجا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ محترم فیاض احمد صاحب آپ کے استاذ نیلوی صاحب بات کو خلط ملط کرنے اور ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے علماء دین حق میں ملاوٹ کرنے کے بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق جزء اول ص۳۰۴)

نیلوی صاحب کا دھوکہ نمبر۱ المغنی ابن قدامہ حنبلیؒ اور تکملہ شرح مہذب کے حوالے سے نیلوی صاحب نے جو امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے وہ کتاب الایمان (قسموں کے، بیان میں مذکور ہے

دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی ص۳۷) (ص۳۹)

اور قسموں کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس حقیقت کو چھپا دیا اور ظاہر نہ کیا ؎

دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دھوکہ نمبر ۲ نیلوی صاحب نے امام شافعیؒ و امام احمدؒ کو جو عدم سماع موتی کا قائل قرار دیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا دجل و فریب ہے۔ خود نیلوی صاحب لکھتے ہیں اس اصول کے تحت امام شافعیؒ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں۔ اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا (ندائے حق جلد ثانی ص۲۰۶) (۲)، نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے أئمہ کے مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ اور دوسرے آئمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے۔ تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو۔ تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں خواہ خواص۔ خواص میں سے صوفی ہوں عالم فاضل ہوں۔ اولیاء اللہ اور صالح ہوں۔ شہید ہوں یا صدیقؓ ہو یا پیغمبرؑ ہوں کچھ فرق نہیں جب قاعدہ کلیہ ہو گیا۔ تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں۔ کہ شوافع مالکیہ حنابلہ سماع عند قبر النبیؐ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جبکہ خود ہی اس حدیث پر پُر زور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۸۴) (۳) نیلوی صاحب نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (دیکھئے ندائے حق جلد ثانی ص۱۵۰ و ۱۶۷)

پس محترم قیاص صاحب نیلوی صاحب کی دھوکہ دہی کا خود اندازہ کر لیں۔

دھوکہ نمبر ۳ امام مالکؒ کے مسلک کے بارے میں نیلوی صاحب نے دھوکہ و دجل و فریب سے کام چلایا ہے۔ حالانکہ ابھی نیلوی صاحب کی ندائے حق

جزء ثانی صـ۸۴ کے حوالہ سے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا مسلک سماع موتی کا قائل ہونا ذکر کیا گیا ہے ؎ جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں :: ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

دھوکہ نمبر۴ امام ابوحنیفہ رح کا مسلک عدم سماع موتی یقین کے ساتھ نقل کرنا یہ بھی دھوکہ ہے یا غلطی ہے۔ راقم الحروف نے ایک مستقل باب اسی کتاب میں باب سماع الموتیٰ عند الامام الاعظم رح کے عنوان سے قائم کر دیا ہے۔ اس کی تحقیق دلائل کے ساتھ وہاں مذکور ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

دھوکہ نمبر۵ نیلوی صاحب المغنی ابن قدامہ اور تکملہ شرح المہذب للسبکی شافعیؒ سے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے۔ پھر انہوں نے دہیں میں قرآن شریف کی آیت فرمائی۔ انک لاتسمع الموتی الخ یہ نیلوی صاحب کا دھوکہ ہے۔ خالص جھوٹ ہے ان دونوں کتابوں میں آیت اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتیٰ کا اس مقام میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی صـ۳۷، صـ۳۹) ؏ خامہ انگشت بدندان ہے اسے کیا لکھیے۔

دھوکہ نمبر۶ نیلوی صاحب نے جو اس جواب میں تحریر کیا ہے۔ یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام ابن تیمیہؒ کی ضد میں سماع موتی کا قائل ہو جاتا ہے۔ نیلوی صاحب نے یہ بات اس وقت لکھی۔ جبکہ وہ خدا تعالےٰ کے خوف سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ امام ابن تیمیہؒ خود سماع موتی کے قائل ہیں ـــــ تو سبکیؒ پر ضد میں عقیدہ سماع موتیٰ کا قائل ہونے کا الزام محض بدحواسی کی بناء پر ہے۔ معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقلی توازن خراب ہو گیا ہے ؎

بگڑی ہوئی عقل سے حماقت بہتر　　　دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر

نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ ابن عبدالہادیؒ ہوں یا ابن حجرؒ، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ملا علی قاریؒ وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبیؐ کے اس لئے قائل ہیں۔ کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ ندائے حق جزء ثانی صـ۸۵۔ نیز نیلوی صاحب امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الرد علی الاخنائی صـ۲۵۵ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو آپؐ کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبیؐ) کھڑے ہو کر

آپ پر سلام کہتے ہیں۔ تو آپ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام مومن بھی جب ان

پر سلام کہا جاتا ہے۔ تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۸۷ نیز نیلوی صاحب نے اس طرح بہ حوالہ ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۳ میں بھی ذکر کیا ہے پھر نیلوی صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ عہ یہ ابن تیمیہؒ اور سماع موتیٰ کے قائلین کا خیال ہے جو حنفیہ کے لئے حجت نہیں

محترم نیاض احمد صاحب اپنے استاذ نیلوی صاحب کی دیانت و امانت کا اندازہ لگا لیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ کی ضد میں سبکی سماع موتیٰ کا قائل ہو گیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں ابن تیمیہؒ خود سماع موتیٰ کا قائل ہے۔ نیلوی صاحب کے دھوکہ کا اندازہ کریں

چمن کے رنگ و بو نے اسقدر دھوکہ دیا مجھکو　　کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پہ زبان رکھدی

دھوکہ نمبر ۷ نیلوی صاحب نے علامہ سبکیؒ کے متعلق لکھا ہے۔ جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتیٰ کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کی سخت غلط بیانی ہے۔ علامہ سبکیؒ نے امام شافعیؒ کی طرف عدم سماع موتیٰ کی نسبت صراحتہً کہیں نہیں کی۔ بلکہ اشارۃً بھی نسبت نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے امام شافعیؒ کا نام تک ذکر نہیں کیا۔ دیکھئے ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷

محترم نیاض احمد صاحب آپ کے اُستاذ نیلوی صاحب کے ایک فتویٰ کی حالت ہے۔ کہ وہ غلط بیانیوں اور دھوکہ بازیوں سے پُر ہے۔ تو ان کی دیگر کتابوں کی کیا حالت ہو گی۔ ع　　قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

فتویٰ نمبر ۲ جناب نیاض احمد صاحب نے ایک اور مطبوعہ فتویٰ بھیجا ہے جسکو من وعن نقل کیا جاتا ہے جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں مہربانی فرما دیئے (الجواب) اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مہر (امینیہ ۱۳۳۰ھ دار الافتاء ۱۹۱۲ء اسلامیہ دہلی)

نوٹ۔ اصل فتویٰ ضیاء الحق ناظم مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے

۳۱۲

مفتی اعظم ہند ابو حنیفہ ثانی مولانا محمد کفایت اللہ کا فتوی

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ
وہ دفن کیا ہوا اندر انکھوں اور
انہیں کانو کے ساتھ سنتا اور دیکھتا
ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں
مہربانی فرماوے

الجواب
اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اسکے پیچھے
نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی
دار الافتاء
۱۳۳۰
۱۹۱۲

نوٹ
اس فتوی کی اصل [illegible]
[illegible] دارالعلوم [illegible]
[illegible] محفوظ
[illegible]
[illegible]

الجواب یہ فتویٰ جعلی ومن گھڑت ہے۔ اس کی نسبت حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی طرف درست نہیں ہے۔ یہ محض نیلوی صاحب کے معصوم ہاتھوں کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔

دلیل نمبر ۱ اس استفتاء کی ابتدا میں نہ تو۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کا عنوان قائم کیا گیا ہے نہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو سلام مسنون سے نوازا گیا ہے۔ نہ سائل و مستفتی کا نام مذکور ہے۔ کہ وہ کون اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پوشیدگی میں کوئی راز ہے ؎ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

دلیل نمبر ۲ اس استفتاء کے الفاظ کو ایک سوچی سمجھی شرارت کے تحت بگاڑا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ سائل کوئی جاہل قسم کا شخص تھا جس کو اردو لکھنا بھی نہیں آتا تھا چنانچہ انہس انکھوں کے الفاظ پر غور کریں۔ صحیح الفاظ یوں ہونے چاہیئے تھے۔ انہیں آنکھوں۔ پھر آگے انہس کانو کے الفاظ بھی درست نہیں صحیح یوں ہونے چاہیئے تھے (انہیں کانوں)

دلیل نمبر ۳ یہ استفتاء کب کیا گیا تھا۔ اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں۔ البتہ فتویٰ کے آخر میں مہر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء درج ہے۔ جبکہ اصل فتویٰ جس ضیاء الحق کے پاس موجود ہے۔ وہ اس تاریخ کو پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ تو ان کے پاس یہ فتویٰ کہاں سے آگیا نیلوی صاحب بھی اس زمانہ میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے شاگرد نہ بنے تھے تو یہ فتویٰ کہاں سے برآمد ہو گیا ہے۔ کچھ تو بتایئے۔

دلیل نمبر ۴ اتنا پرانا فتویٰ جب موجود تھا۔ تو اس کو کسی رسالہ یا کتاب میں کیوں شائع نہیں کیا گیا۔ نہ تو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے پرانے پرچوں میں اس کا نام ونشان ملتا ہے۔ نہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے اس کو مسالک العلماء میں شائع کیا ہے۔ جب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ایک اور فتویٰ جس کی مہر میں ۱۹۱۵ء لکھا ہوا ہے۔ اور مذکورہ بالا فتویٰ سے بعد کا ہے۔ اسکو مسالک العلماء ص ۲۱۴ تا ص ۲۱۵ میں درج کیا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب بعد کا فتویٰ تو اپنی کتاب میں مفتی صاحبؒ کا درج کرتے ہیں۔ اور یہ جو پہلے کا ہے۔ اس کو درج نہیں کرتے۔ سب سے پہلے اس فتویٰ کو نیلوی صاحب

نے اپنی کتاب شفاء الصدور مترجم طبع اول کے آخر میں لگایا۔ نیلوی صاحب کی یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں طبع ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے۔ کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی وفات ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں ہو چکی تھی۔ فلہذا نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد ضیاء الحق صاحب کی گواہی مردود ہے۔ نیلوی صاحب خیانتیں و تحریفیں کرنے کا عادی مریض ہے جیسا کہ باب الخیانات و باب التحریفات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ محترم فیاض صاحب ان دلائل سے ثابت ہوا۔ کہ یہ فتویٰ جھوٹا و من گھڑت ہے۔ جب نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعیؒ و امام احمدؒ و مالکیہ حضرات سماع موتی کے قائل ہیں۔ تو کیا ان کے پیچھے بھی نماز نا جائز تھی اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک ہے۔ کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے (ندائے حق جزء اول ص ۲۶۰) تو کیا امام بخاریؒ کے پیچھے بھی نماز نا جائز تھی۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

فتویٰ نمبر ۳

جناب فیاض احمد صاحب لکھتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محترم مولانا سرفراز خان صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی گذارش ہے کہ چند مسائل کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بندہ احسان مند و شکر گذار ہوگا۔ ۱۔ یزید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ ۲۔ یزید کے ہاتھ پر صحابہ کرامؓ نے بیعت خلافت کر لی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یزید پر فسق کب طاری ہوا۔ اور اس امر کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے ملتا ہے یا نہیں۔ ۳۔ اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو صحابہ کرامؓ و تابعینؒ نے کیوں نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ ۴۔ مولانا محمد حسین نیلوی نے قرآن و حدیث سے جو یزید کی صفائی پیش کی ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہو۔ والسلام۔ السائل فیاض احمد غفرلہ ۱۴-۳-۱۹۸۶

جناب فیاض احمد صاحب نے جو یزید کی صفائی نیلوی صاحب کی طرف منسوب کی ہے وہ یوں ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **سوال** ۔ امیر یزیدؒ بن معاویہؓ کے متعلق کیا عقیدہ ہونا لازمی ہے۔ جو لوگ امیر یزید کو فاسق و فاجر کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں یا نہیں۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ فاسق و فاجر بھی مغفرت یافتہ ہو سکتا ہے۔ اور یزید کے متقی ہونے پر

کوئی دلیل نہیں (السائل احقر فیاض احمد غفرلہٗ)

الجواب بعون الوہاب امیر یزید بن معاویہؓ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما صحابی بن صحابی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ صحابہ کے جم غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ و

وَالَّذِینَ آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم

وَمَا اَلتنٰہم من عملہم من شیٔ مشکوٰۃ شریف ص میں حدیث ہے

لاتمس النار مسلماً رآنی اورای من رانی رواہ الترمذی (تتمہ مظاہر حق

ص ۸۸ ج ۴) کنز العمال میں اسی مضمون کی ایک حدیث ہے۔ لایدخل النار

من رآنی واولاد من رآنی۔ یزید پر طعن کرنا در پردہ حضرت معاویہؓ صحابی رسول پر طعن کرنا ہے۔ بلکہ ان تمام صحابہؓ پر طعن کرنا ہے۔ جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور شیعہ حضرات کا مقصد بھی یہی ہے۔ جو آج سنیوں کی زبان سے پورا پورا حل ہو رہا ہے یہ کہنا کہ یزید کے متقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ اس عہد میں اصل اتقاء ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور فسق عارضی چیز ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ جو مدعی فسق یزید ہے وہ دلائل صحیحہ سے فسق یزید ثابت کرے۔ المجیب محمد حسین غفرلہٗ مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودہا ۸۱-۲-۱۰

مہر (ضیاء العلوم دار الافتاء سرگودہا)

الجواب اس کا جواب بھی مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے فیاض احمد صاحب کو بھیجا تھا جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ راقم الحروف اس کا مختصر جواب اپنی تحقیق کے مطابق عرض کرتا ہے۔ آ۔ نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ امیر یزید صحابی کا بیٹا ہے اور یزید پر طعن کرنا دراصل وہ در پردہ حضرت معاویہؓ پر طعن کرنا ہے یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان پر طعن کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام پر طعن نہیں ہوتا۔ شمر بن ذوالجوشن پر طعن کرنے سے حضرت ذوالجوشن

صحابی رسول پر طعن نہیں ہوتا۔ ابوجہل پر طعن کرنے سے حضرت عکرمہؓ (بن ابی جہل) پر طعن نہیں ہوتا۔ خطاب، عفان، ابوطالب پر طعن کرنے سے خلفاء راشدین رضی پر طعن نہیں ہوتا۔ نیلوی صاحب بے چارہ کم فہمی کا مریض ہے بے چارہ بے سوچے سمجھے لکھتا ہی رہتا ہے

۲ :- نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام کے جمّ غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ نیلوی صاحب کا اقرار ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع یزید کی بیعت پر نہ تھا۔

۳ :- نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جا سکتا یہ جاہلانہ بات ہے۔ صحابہ کرامؓ اہل مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و کرامتہً کا یزید کی بیعت کو توڑ دینا فسق یزید کی بھاری دلیل ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ص ۱۰۵۳ ج۲ میں اہل مدینہ منورہ کا بیعت توڑ دینے کی صراحت موجود ہے جس کی بناء پر واقعہ حرہ پیش آیا۔ اور یزید کی فوج نے سنہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ پر حملہ کر کے صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کو شہید کیا۔ اور مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ اور ظلم عظیم اور بے حیائی کا ارتکاب کیا۔

حوالہ نمبر ۱ علامہ عبدالعزیز پرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ھ میں لکھتے ہیں۔

وصحّ ان یزید ارسل جیشاً الی مدینۃ حتی قتلوا اھلھا و ظلموا ظلماً عظیماً و تسمّی ھذہ الوقعۃ وقعۃ الحرّہ (نبراس ص ۵۳۱)

اور صحیح بات ہے کہ یزید نے ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ کی طرف بھیجا جنہوں نے مدینہ والوں کو شہید کیا اور بہت بڑا ظلم کیا اور اس واقعہ کا نام وقعۃ الحرہ ہے

حوالہ نمبر ۲ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ؟

مع انہ کان فیہ من الظلم ما کان ثم انہ اقتتل ھو وھم وفعل باھل الحرۃ اموراً منکرۃ (منہاج السنہ ص ۲۷ ج ۱۲)

باوجود یکہ یزید میں ظلم تھا۔ سو جو تھا۔ پھر اس نے اور اس کے لشکر نے اہل حرہ (مدینہ منورہ والوں) کے ساتھ لڑائی کی اور بے حیائی کے کام کیے۔

نیز دیکھیے منہاج السنہ ص ۲۴۹ ج ۲ تا ص ۲۵۱ جس میں یزید کو ظالم و فاسق کہا گیا ہے

حوالہ نمبر ۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وقوع آں (ای واقعہ حرّہ) در زماں شقاوت نشان یزید بن معاویہ است کہ بعد از واقعہ قتل امام حسین رض لشکر انبوہ بہ مدینہ مطہرہ فرستادہ وہتک حرمت آں بلدہ مکرمہ ومسجد شریف نبوی کردہ۔ واز صحابہ وتابعین جماعۃ کثیرہ را بقتل رسانیدہ وباشناعت ہائے دیگر نتواں گفت ودر تاریخ مدینہ ذکر آں کردہ شدہ است از آنجا باید جست وبعد از خراب شدن مدینہ ہمیں لشکر را بمکہ فرستادہ وہم دریں سال آں شقی بدار البوار رفت (اشعۃ اللمعات ص۲۹۰ ج۴)

ملّا علی قاری رح فرماتے ہیں

حوالہ نمبر ۴ کانت الوقعۃ المشہورۃ فی الاسلام ایام یزید بن معاویۃ لما انتہب المدینۃ عسکرہ من اہل الشام الذین ندبہم لقتال اہل المدینۃ من الصحابۃ والتابعین وامّر علیہم مسلم بن عقبۃ المری فی ذالحجۃ سنۃ ثلاث وستین

(مرقاۃ ص۱۳۹ ج۱۰)

واقعہ حرّہ اہل اسلام میں یزید کے زمانہ میں ہوا۔ جب یزید کے شامی لشکر نے جو اہل مدینہ منورہ صحابہ رض وتابعین رح کی لڑائی کے لئے تیار کیا تھا۔ اہل مدینہ منوّرہ کو لوٹ لیا اور یزید نے شامی لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ مُرّی کو سنہ ۶۳ھ ذوالحجہ میں بنایا تھا۔

مولانا بحرالعلوم (المتوفی ۱۲۳۵ھ) فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۵ قال الشیخ عبدالحق الدھلوی رح قدارا د یزید الشقی بالمدینۃ سوءً فبعث البعوث فمات علی الفور وکذا الشقی الذی کان امیرًا علیٰ ھذہ البعوث الخبیثۃ ایضًا مات علی الفور (رسائل ارکان ص۲۸۵ مطبع یوسفی لکھنوی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح (المتوفی ۱۰۵۱ھ) نے فرمایا کہ یزید بدبخت نے مدینہ منورہ کی برائی کا ارادہ کیا۔ تو فوراً ہلاک ہوگیا۔ اور اسی طرح وہ بدبخت بھی فوراً ہلاک ہوگیا۔ جو اس خبیث لشکر کا امیر تھا۔

حوالہ نمبر ۶

علامہ ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں۔

وھی ایضاً اکبر مصائب الاسلام وخرومہ لان افاضل المسلمین وبقیۃ الصحابۃ وخیار المسلمین من جُلّۃ التابعین قتلوا جھراً ظلماً فی الحرب وصبراً وجالت الخیل فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراثت وبالت فی الروضۃ بین القبر والمنبر ولم تصل جماعۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ (جوامع السیرت ص ۳۵۷ منقولاً)

اور واقعہ حرّہ اسلام میں مشکلات اور شگاف ڈالنے کی بہت بڑی کڑی تھی۔ بہترین مسلمان اور باقی ماندہ صحابہؓ اور جلیل تابعینؒ اس جنگ میں ظلماً وجبراً (باندھ کر بھوکا کرکے) قتل کئے گئے۔ علی الاعلان اور گھوڑے (شامیوں کے) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھومتے رہے اور لید وپیشاب کرتے رہے روضہ اطہر میں درمیان قبر ومنبر نبوی ﷺ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز با جماعت نہ ہوسکی۔

حوالہ نمبر ۷

علامہ قسطلانی "شرح بخاری ج ۱۶۲ ص ۱۰۶" میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ وجالت الخیل فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے گھومتے پھرتے رہے۔ یہ واقعہ حرہ کے بارے میں چند حوالے ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ تو قرآن مجید کے اشارات اور صحیح حدیثوں سے اس واقعہ کا ثبوت موجود ہے۔ یہ جگہ اس کی گنجائش نہیں رکھتی۔ کہ اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا جائے فسق یزید کی یہ واقعہ بھاری دلیل ہے۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

ڈاکٹر ساقی صاحب اور اس کے ہم بھائیوں نے مولانا (شیخ القرآن) پر دوران تقریر (برجلسہ سالانہ تعلیم الاسلام اترا قائد آباد) بذریعہ رقعہ سوال کئے مولانا صاحب نے انہیں جواب دیا کہ یزید بلا شک وشبہ فاجر۔ فاسق، شرابی تھا۔ لیکن کافر ہرگز نہیں تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید کرنے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ برق حاضر بجواب برق غیب ۱۲ مصنف صوفی عبد الغفار صاحب اینڈ

توحیدی خادم　　　(ملنے کا پتہ)

خادم العلماء حق ملک محمد اقبال توحیدی نمائندہ انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ میانوالی

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کا نظریہ یزید بارے میں

قاضی شمس الدین صاحب
بخاری شریف کی حدیث

ھلکۃ اُمتی علی ایدی غلمۃ من قریش (کہ میری امت کی تباہی چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہو گی۔ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کیزید وامثالہ ومعاونیھم (الہام البدی ص۱۹۱) مثل یزید اور اس جیسے لوگوں اور ان کے معاونین کے۔ پھر قاضی صاحب یاجوج ماجوج کی دیوار کے کھل جانے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کنایۃ عن قرب الفتن الاتیۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم مما وقعت فی زمن یزید وامثالہ الی یومنا ھذا وبعدہ الی ماشاء اللہ (الہام الباری ص۱۹۲) اشارہ ہے ان فتنوں کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے زمانہ کے قریب آنے والے ہیں۔ جو یزید اور ان جیسے لوگوں کے دور میں ہو چکے ہیں۔ اور آج تک بلکہ قیامت تک جو ہوتے رہیں گے۔ قاضی صاحب نے ان فتنوں کا سب سے پہلا دور یزید کا دور بتلایا ہے۔ اس لئے یزید کا فسق و فجور متواتر ہے۔ واقعہ حرہ سے کسی نے بھی یزید کو بری نہیں کیا۔

سوال اگر یزید فاسق فاجر تھا۔ تو حضرت معاویہ رضؓ نے ان کو اپنا نائب کیوں بنایا اور صحابہ کرام رضؓ نے اس کی بیعت کیوں کی۔

جواب حضرت گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ ص۵۵۲ میں لکھتے ہیں۔ یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا۔ صحابہ کا بیعت پہلے کرنا اور پھر اسی کو توڑنا بھی اس کی دلیل ہے۔ فلھذا حضرت امیر معاویہ رضؓ وصحابہ رضؓ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۴۔ نیلوی صاحب نے جو یزید کے حق میں آیت پیش کی ہے درست نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ جن نیک لوگوں کی اولاد نیک ہے۔ مگر اپنے بزرگوں کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اولاد کو بھی آخرت میں ان بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے تاکہ وہ نیک لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ فاسق

فاجہ یدکہ دار اولاد کو بھی بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے یزید کی صفائی میں پیش کیا ہے۔ اور شیعہ اور بریلوی حضرات کا نظریہ بھی یہی ہے۔ بلکہ یہودیوں کا نظریہ بھی یہی تھا۔ نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ (پ۶)

۵۔ اس کے بعد نیلوی صاحب نے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ ایک کلمہ اُن کے ساتھ ہے۔ جو ترمذی کے حوالہ سے ہے۔ جس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر الانصاری ہے۔ جس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وکان یخطئ اور خطاء کرتا تھا۔ (تہذیب ص ۳۳۳ ج ۱۰)

دوسری حدیث جو کنز العمال کے حوالے سے نیلوی صاحب نے پیش کی ہے۔ اس کا مخرج نہیں بتایا۔ ظاہر ہے کہ وہ طبقہ رابعہ یا ثالثہ کی ہوگی۔ جب کہ نیلوی کا وعدہ یہ ہے۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں۔ بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے....

ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں۔ اور قاعدہ ھذا سے سر مو اغماض و اعراض نہیں کرتے (نداء حق جز ثانی ص ۶۸) نیلوی صاحب کو یہ حدیث بھی یاد ہوگی اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے۔ تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے) فلہذا لفظ نیلوی صاحب کے ساتھ اگر نیلوی یزیدی صاحب ملا دیا جائے تو امید ہے کہ نیلوی صاحب خوش ہوں گے۔ ناراض نہ ہوں گے ؎

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی :: حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

عفی عنہ

قارئین کرام

باتیں تو اور بھی کافی تھیں۔ مگر فی الحال اسی پر ہی اختتام کرتا ہوں۔ یار زندہ صحبت باقی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء ، ۲۳ صفر ۱۴۰۸ھ

تالیفات مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

قیمت ——— ۳۰ روپے

اظہار التحسین فی اخفاء التامین

قیمت ——— ۱۵ روپے

حالات وکمالات اعلحضرت بریلوی حصہ اوّل

قیمت ——— ۳ روپے

کوّا حلال ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ

قیمت ——— ایک روپیہ

نذر لغیر اللہ حرام ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ۔

قیمت ——— ایک روپیہ

قہر حق حصہ اوّل قیمت ۴ روپے

قہر حق حصہ دوم زیر ترتیب

قہر حق حصہ سوم زیر ترتیب

مسئلہ رفع الیدین پر اٹھارہ صد انعام یافتہ

تحریری مناظرہ حصہ اوّل (زیر طبع)

تحریری مناظرہ حصہ دوم زیر ترتیب

مناظرہ گکھڑ منڈی زیر ترتیب

مناظرہ ڈیرہ اسماعیل خان زیر ترتیب

(حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) "

تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین زیر ترتیب

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کی کہانی خود ان کی زبانی "

گجراتی راہنما کی دلچسپ کہانی "

نفحۃ العطر فی ابحاث الوتر "

اہل حق کی تکفیر کا انجام "

تکبیرات عیدین "

الدلائل فی تحقیق المسائل "

یزید کے کارنامے "

اثبات علم غیب پر ایک نظر "

تبلیغی جماعت پر اعتراضوں کا تحقیقی جواب "

العروج بالفروج (غیر مقلدین کی ترقی کا راز) "

اہل حدیث کے چشم وچراغ "

فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب "

توضیح الکلام پر ایک نظر "

ناشر، مکتبہ امدادیہ معرفت مسلم دندانساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان